

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

احمد سکرلین دیوان فصاحت بنیان شاکت حین دین محمد

موسوم بہ



تلج حین

نتیجہ فکر
CHECKED - 3/18

استاد سلطان فصاحت جناب حلیل جانشین بنیان لکھنؤ

عزیز الدین دکنی پریس لکھنؤ

TRADE SECTION

09/12/11
21/12/11

TOTP

11/12/11

M.A. LIBRARY, A.M.U.

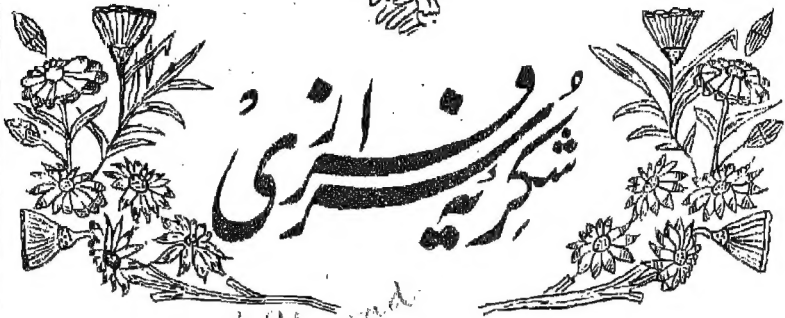


U2352

CHECKED-2002

Long

شکر الہی



Masood Ahmad
Faridi

ہمیشہ جہانِ پناہندگانِ عالی متعالیٰ ظنِ سبحانی خلیفۃ الرحمن علیٰ خضتہ

سکندر شکیبائی علیہ السلام انجم خدمتِ دہقانِ فیلاطون بنائے لایٰ مضطر الممالک

فتحِ خجاکِ جُھنڈ پر نورِ مائیں تو ایسے محبوبِ علیٰ خاں بہادر نظام الملک اصفہا

سلطانِ دکن خلد اللہ لہ

جو دن پھرتے ہیں تو سامان پیدا ہو ہی جاتا ہے	شبِ نعم لاکھ طولانی ہو تر کا ہو ہی جاتا ہے
جمن میں بچنے بچنے کی نوبت آ ہی جاتی ہے	دکن میں بارور نخل تننا ہو ہی جاتا ہے
راہِ جوشہ کی نظردن میں ترقی اُسکو لازم ہے	ملا دریا سے جو قطرہ وہ دریا ہو ہی جاتا ہے
چمک دڑے میں ریح کی کرن سے آ ہی جاتی ہے	درِ شہ کا گدا ادنیٰ سے اعلیٰ ہو ہی جاتا ہے
توجہ چاہیے تھوڑی سی شاہ بندہ پر در کی	فقیر دن کا جہان میں بل بالا ہو ہی جاتا ہے

جودل سے ہو رہا حضرت کا پھر لکھی کیا ہے
 مرے گلزار میں رنگ نخران کب تک جا رہتا
 توقع شاہ سے رکھنا کبھی خالی نہیں جاتا
 اشارہ چاہیے پھر شکل آسان ہو جاتی ہے
 کسی کا درد دل ہو بے اثر یہ غیر ممکن ہے
 میساجب کریم فرما ہوا پھر یو چھٹا کیا ہے
 تجسس شاہ پر مقصود کا ضائع نہیں جاتا
 عقیدت جب ہوئی پوری تو کیا پردہ دوری
 بجاہے اب عروس شاعری کا دُور کی لینا
 گلِ مضمون جو کل تک خشک تھے سب کو تعجب کیا
 نہ میں اچھا نہ میرے شعرا چھ بات تھی ہے
 جلیل زار کو دیکھو جلیل القدر کو دیکھو
 تعجب کیوں کسی کو ہو ہماری سرفرازی پر
 یہ ایسی سرفرازی ہے یہ وہ نوازی ہے
 خند کوئی کرے کس واسطے سب پر یہ ظاہر ہے
 لکھن شکر بے کے ساتھ کچھ دج شہر الا
 یمر شاہ وہ مضمون ہے جسکے نظم کرنے کا
 مطلع

کمال شاہ پر ان شیدا ہو جاتا ہے | جمال شاہ کو دیکھو تو سکتا ہو جاتا ہے

نظر جس کی پڑی آئینہ رُوسے بُبارک پر
 سواری کا سنان موبار دیکھا ہے مگر بھر بھی
 زہے ہر دلعزیزی بخت دولت بھی یہ کہتے ہیں
 خدا رکھے شہہ حجاب کا ہے رعب بایسا
 تجلی محو کر دیتی ہے ایوانِ مسئلے کی
 کسی آزاد کی اس درپہ آزادی نہیں چلتی
 بہت دُور آپ کو کھینچے جو کوئی فائدہ کیا ہے
 دلوں پر کیوں نہ ہو قبضہ کہ دل کٹا کرتے ہیں
 مثال ماہ تابان انجمن آرا جو ہوتے ہیں
 کمال شاہ کا اللہ کبیر تصور ہے
 جہان مجرم کوئی پھنسکر ہو اسائل رہائی کا
 عتاب شاہ بھی خالی نہیں شانِ ترسم
 نکل جاتی ہے خدمت ہاتھ سے ذری نہیں جاتی
 سزا کے واسطے دل میں کوئی پہلو نہیں آتا
 مے شہہ کی سخاوت مُشاہد کی تاثیر رکھتی ہے
 ہمیشہ فیض جاری ہے ہمیشہ خیر جاری ہے
 عجب عہد مبارک ہے کہ جب جاہو جہان جاہو
 مسافر کو سفرینِ مہوپ کی ایدہ نہیں ہوتی
 اسی درپر تو بھل ملتا ہے نخل خاکساری کا

نصیب کو سکندر کا نصیب ہو ہی جاتا ہے
 سیلان کا شہہ آصف پھو کا ہو ہی جاتا ہے
 یقین جو دیکھ لیتا ہے تمھارا ہو ہی جاتا ہے
 کسی کا بخت ٹیڑھا ہو سدا ہو ہی جاتا ہے
 در شہہ کا تماشا کی تاشا ہو ہی جاتا ہے
 کرم کا خلق کا احسان کی بندا ہو ہی جاتا ہے
 خدنگ لطف شاہی کا نشانا ہو ہی جاتا ہے
 یہ وہ جادو ہے جس سے غیر اپنا ہو ہی جاتا ہے
 تو شاہانِ جہان کا حلقہ ہالا ہو ہی جاتا ہے
 کوئی ارمان دم بھرن پورا ہو ہی جاتا ہے
 مروت آہی جاتی ہے اشار ہو ہی جاتا ہے
 ہوا جو بر طرس اس کا لطیف ہو ہی جاتا ہے
 یہی وہ بات ہے دل پسند ہو ہی جاتا ہے
 عطا کے واسطے کوئی بہانا ہو ہی جاتا ہے
 چھپا کر لاکھ دین عالمین شہرا ہو ہی جاتا ہے
 لٹاتا ہے جو موتی دل کا دیا ہو ہی جاتا ہے
 خوشی کا عیش کا سامان ہوتا ہو ہی جاتا ہے
 کہ سر پر دامنِ دولت کا سایا ہو ہی جاتا ہے
 جو قدیون پر چھکا اسکا روپا ہو ہی جاتا ہے

دل میں ہے اور اس میں خواص جامِ خسرو ہے
 بن دیتے ہیں لقمان کو فلاطون مان ہو کر
 رہے تیرا فگنی نکلے نہ نکلے تیر چٹکی سے
 کلام خسروی کیونکر نہ دنیا سے نرالا ہو
 خدا رکھے جہان دو گل کھلائے طبعِ نگین نے
 زبان پر طوطی ہندوستان کو وجد آتا ہے
 قلن کو داغ آتش کو جلن جاتی کو بیہوشی
 بجائے سامعین کا مثل قمری نعرو زں ہونا
 زمین سخت میں بھی معنی روشن نکلے ہیں
 سناوٹ کی ضرورت کیا تصنع کی ہے حاجت کیا
 مئے ہین شاہ کو خالق نے کیا کیا جائز کئے ٹکڑے
 نہ کیوں دش ہوں کے دیدہ دل شانہزادوں کے
 مجھے دعویٰ نہیں لیکن ثنا جشبہ کی لکھتا ہوں
 کوئی مانے نہ مانے میں تو ہوں اس فیض کا قائل
 جلیل آصف کے حق میں جو عادل سے نکلتی ہے

کسی کا راز دل ہو آشکارا ہو ہی جاتا ہے
 ہو احو بندہ بیدام دانا ہو ہی جاتا ہے
 دل حساد میں خون نتا ہو ہی جاتا ہے
 شہہ بختا کا ہر مضمون بکتا ہو ہی جاتا ہے
 گلستان بستان کا زنگ پھیکا ہو ہی جاتا ہے
 بیان پر بلبل شیراز شیدا ہو ہی جاتا ہے
 صبا کو بیکلی سودا کو سودا ہو ہی جاتا ہے
 کہ اک اک شہرِ نوزں سرور عطا ہو ہی جاتا ہے
 صدقین در حرمین پیدا ہو ہی جاتا ہے
 طبیعت ہو جو بانکی شعر بانکا ہو ہی جاتا ہے
 قمر جب دیکھتا ہے گھٹ کے آدھا ہو ہی جاتا ہے
 کہ مہر و ماہ سے گھر گھرا جالا ہو ہی جاتا ہے
 سخن کو اپنی کتالی کا دعویٰ ہو ہی جاتا ہے
 زمین شکل سے مشکل ہو قصیدہ ہو ہی جاتا ہے
 اثر فضلِ خدا سے اس میں پیدا ہو ہی جاتا ہے



Read by Mrs. Farooq
21.2.2024

فہرست غزلیات

صفحہ	مطلع	شمار
	رویف لاف	
۱	جس نے دُرِ سخن سے بھرا منہ جلیل کا	۱ ہے لاکھ لاکھ شکر خداے جلیل کا
۲	کہ روز خواب میں دیکھوں جالِ اجڑ کا	۲ جھے یہ دل میں الہی خیال احمد کا
۲	طاووسِ سرہ تک نشانہ ہوا	۳ نادک اُس کا کبھی خطا نہ ہوا
۳	دل ہوا دل کا مدعا نہ ہوا	۴ بیوفایا ربا و فتنہ ہوا
۴	شعلے سے لپٹ جائے دھواں ہو نہیں سکتا	۵ خط چاند سے چہرے پر عیاں ہو نہیں سکتا
۵	چپکے رہوں یہ بھی مرجان ہو نہیں سکتا	۶ کیا کیجیے غم اپنا بیان ہو نہیں سکتا
۵	آپ نے جو کچھ کیا اچھا کیا	۷ حُسن نے ہر عیب کا پردا کیا
۶	جس نے دیکھا تجھ کو بس دیکھا کیا	۸ حق نے پیدا ہی تجھے ایسا کیا
۷	تم آؤ گے تھامے جگر دیکھ لینا	۹ مرے جذبِ دل کا اثر دیکھ لینا
۸	دل کو بھی مرجان ٹھہرا نہیں آتا	۱۰ تسکین جو دل کی تھیں کرنا نہیں آتا
۹	جو تم نہیں ہو تو کوئی ادھر نہیں آتا	۱۱ فغان میں درد - دُعا میں اثر نہیں آتا
۱۰	نقشہ ہے کسی کی کسی کا	۱۲ یہ رنگ گلاب کی کلی کا

صفحہ	مطلع	نمبر
۱۱	مہتا ہے پھول چاندنی کا	۱۳
۱۲	ہمنے ان کا لون کو طاس گلتے دکھا	۱۴
۱۳	خون ہو کر آنسوؤں میں مل گیا	۱۵
۱۴	نازد بوجھ عشوہ دکش غمزہ دلبر ہو گیا	۱۶
۱۵	آنکھوں کو روگ لگ گیا دیدار کیا ہوا	۱۷
۱۶	نہیں ہے چاند چرخوں کا ثاب ہے میرے جبین کا	۱۸
۱۹	جگر کو تھام کے چپکے سے آہ کر لینا	۱۹
۱۹	درد دل کچھ بڑھ گیا درد جگر جب کم ہوا	۲۰
۲۰	ہاں غم یہ ہے کہ غم کا ٹھکانا نہیں رہا	۲۱
۲۱	ٹوٹے ہوئے دلون کا سہارا نہیں رہا	۲۲
۲۲	دیکھ لے موٹی کو جس کو شوق ہو دیدار کا	۲۳
۲۳	روگ کوئی دے گیا ہے حسرت دیدار کا	۲۴
۲۵	جو حسین چمکا مری آنکھوں کا تارا ہو گیا	۲۵
۲۶	قیامت بھی ہے پہلو دبائے میری تربت کا	۲۶
۲۷	مرا سر کاٹ کر بولے کہ یہ پھل ہے محبت کا	۲۷
۲۸	سننے والوں کو بھی دیوانہ بنایا ہوتا	۲۸
۲۹	تم گلے سے کیا ملے سارا گلہ جاتا رہا	۲۹
۲۹	دامن کوہ دیباں مرا گھر ہے کہ جوتھا	۳۰

نیشار	مطلع	صفحہ
۳۱	آنکھیں دکھا کے اور ہیلم دکھا گیا	۳۰
۳۲	زیبا یہ نہ تھا تھو دل لے کے دغا کرنا	۳۱
۳۳	پردہ نہ تھا وہ صرف نظر کا قصور تھا	۳۲
۳۴	برق بگاہ یا رہ یہ کیسا ظہور تھا	۳۳
۳۵	ہرا راز اسے زبان افشا نہ کرنا	۳۴
۳۶	نادان تھے وہ شبابے ہیشیا کر دیا	۳۵
۳۷	دردِ دل کہہ کے انفعال ہوا	۳۶
۳۸	پھری میرے گلے پر پھیر دو کیا ہو نہیں سکتا	۳۷
۳۹	مزمہ ہوتا مرا نالہ جو آتشا رہو جاتا	۳۸
۴۰	مگر ناقل سے میرے بھین دشوار ہو جاتا	۳۹
۴۱	ترا کہا جو دلِ ناصبور میں نے کیا	۴۰
۴۲	عشق اب میری جان ہے گویا	۴۱
۴۳	دل کسی بات سے نہ باہر تھا	۴۲
۴۴	جب ترے عشق کا پھندا مری گردن میں ہا	۴۳
۴۵	دلستانی کا ٹھکانا تری چتون میں رہا	۴۴
۴۶	دستِ نازک سے وہاں خنجر نکل کر رہ گیا	۴۵
۴۷	غم نہیں قاتل ترا خنجر جو چل کر رہ گیا	۴۶
۴۸	تو جو میری لاش پر سایہ فلک ہو جائیگا	۴۷
	اک مست مجھ کو اپنا پیالہ پلا گیا	۳۰
	ان ہونٹوں سے کیا کہنا ان اہوق کیا کرنا	۳۱
	دیکھا تو ذرے ذرے میں اس کا ظہور تھا	۳۲
	دیکھا تو ڈھیر سے دم بھر میں رہتا تھا	۳۳
	مجھے سچ بول کر بھوٹا نہ کرنا	۳۴
	فتنے کو خوابِ ناز سے بیدار کر دیا	۳۵
	کچھ اُسے کچھ مجھے ملا ل ہوا	۳۶
	اب ایسے تم ہونا زک تم سے اتنا ہو نہیں سکتا	۳۷
	کسی کا دل جلانا پھر بھین دشوار ہو جاتا	۳۸
	لب زخمِ جگر جدم لبِ ظہار ہو جاتا	۳۹
	بڑی خطا ہوئی مجھ سے قصور میں نے کیا	۴۰
	جان اب میہمان ہے گویا	۴۱
	آپ آتے تو آپ کا گھر تھا	۴۲
	پھر برابر ہے قفس میں کہ نشین میں ہا	۴۳
	نوجوانی کا خزانہ ترے جو بن میں رہا	۴۴
	آج مشتاقِ شہادت ہا تھم کل کر رہ گیا	۴۵
	مرنے والوں کا قاتل سے دم نکل کر رہ گیا	۴۶
	لے مرے قاتل دہی میرا کفن ہو جائیگا	۴۷

صفحہ	مطلع	نمبر شمار
۴۹	دامن میں کوئی پھول لئے ہے گلاب کا	۴۹ رنگت یہ رُخ کی اور یہ عالم نقاب کا
۵۰	یوسف کو مے اپنے زلمان سے نکالا	۵۰ میں خوش ہوں کہ دل کا کُن بچان سے نکالا
ردیف ب		
۵۱	اُسے کیا ہے سارے زمانے سے مطلب	۵۱ جسے ہو ترا نام ازم ٹھانے سے مطلب
ردیف پ		
۵۲	ہو ہی جاوے گی اُنھیں میری خبر آپ کا	۵۲ آہی جائیگا محبت میں اثر آپ کے آپ
ردیف ت		
۵۳	آباد ہو کے ٹٹ گئی دولت سراے دست	۵۳ پہلو سے وہ اٹھے تو کہا دل نے ہے دست
ردیف ٹ		
۵۴	تھر کی چوٹ ہے بلا کی چوٹ	۵۴ دل پر اس کا گل رسا کی چوٹ
ردیف ث		
۵۵	جان بچنے کا ہے خیال عبث	۵۵ اُن سے لئے کا ہے سوال عبث
ردیف ج		
۵۶	کہ رنگی خرمین دل کی خبر آج	۵۶ جھک کر بولی وہ برق نظر آج

نمبر شمار	مطلع	صفحہ
رولیف تچ		
۵۷	دستداری کا ہے منشا عشق کا آزار کھینچ	۵۷
	بیقراری کا ہے ایما خلق پر تلوار کھینچ	
رولیف ح		
۵۸	وہ ہنستے بولتے ہیں سب کے آدمی کی طرح	۵۸
	ہمیں سے اڑتے ہیں ہر بات میں بڑی کی طرح	
۵۹	یون تو سہل ہے ترسا راجہاں میری طرح	۵۹
	پر ٹپنے کوٹنے والا کہان میری طرح	
۶۰	تو جوئے ٹبل کرے آہ و فغان میری طرح	۶۰
	بھاڑ ڈالے حبیب دامن باغبان میری طرح	
رولیف خ		
۶۱	ہے گلے میں جوئے جوڑا سرخ	۶۱
	آج آنکھوں میں ہے زانما سرخ	
رولیف د		
۶۲	موسیٰ سے کہو دیکھ لین رخسارِ محمد	۶۲
	اللہ کا دیدار ہے دیدارِ محمد	
رولیف ڈ		
۶۳	باغبان کو غنچہ و گل پر گھمنڈ	۶۳
	غنچہ و گل کو ہے ٹبل پر گھمنڈ	
رولیف ز		
۶۴	کرے گا وہ کسی عامل سے لیکے کیا تو نیر	۶۴
	مرضِ غم کے لئے ہے عبث دعا تو نیر	

ردیف

۶۵	تکلیف اٹھاتے ہیں بہت گھر سے نکلا کر	۶۵	جانا نہ کہیں تم دل مضطر سے نکلا کر
۶۶	چلے آئے دم بھر کو مہمان ہو کر	۶۶	مجھے مار ڈالا مری جان ہو کر
۶۷	راز دل چھپتے ہیں سکتا ہے تمنا بن کر	۶۷	ایک دن منہ سے نکل جائیگا کالا بن کر
۶۸	اور اترا نیلے وہ برق تجھے بن کر	۶۸	آرہی گھورتی ہے دیدہ موسیٰ بن کر
۶۹	آنکھ پھلکی جو دم دید پیا لا بن کر	۶۹	بوسے آیا ہے بڑا دیکھنے والا بن کر
۷۰	ستم ہے مبتلائے شق ہو جا جو ان ہو کر	۷۰	ہوائے بلغ ہستی میں بہار کی خزان ہو کر
۷۱	غضب ڈھاتے ہیں تیرا زل میں مہمان ہو کر	۷۱	رہے تو درد دل ہو کر چونکے تو فغان ہو کر
۷۲	اچھی کہی دل میں نے لگایا ہے کہیں اور	۷۲	یہ جب ہو کہ تم سا ہو زلمے میں حسین اور
۷۳	روتے ہو تم آتے جلتے میرا دق دھیکر	۷۳	کیا کہیں گے اپنے دل میں دست و پائی بھیکر
۷۴	نصیبوں سے ہوا کرتا ہے مرنا اچھ صورت پر	۷۴	خدا شاہد ہیں تو ناز ہے اپنی محبت پر
۷۵	دم آخر بھی شوق دیدہ حد سے بیل پر	۷۵	گلے پر تیغ قاتل ہے نظر ہے دسے قاتل پر
۷۶	تو گل کا یہ منشا ہے کہ اطمینان پیدا کر	۷۶	نہ ہو سامان کا پابند یا سامان پیدا کر
۷۷	سوز فراق سے ہے جی اپنی جان پر	۷۷	اتنا کہا تھا پڑ گئے چھالے زبان پر
۷۸	نازک بہت ہو رحم کر د اپنی جان پر	۷۸	دیکھو کمر کسو نہ مرے امتحان پر
۷۹	گل کی طلب میں تنگی لبیل کی جان پر	۷۹	کی وہ فغان کہ پڑ گئے کانٹے زبان پر
	کیونکر ترا داغ نہو آسمان پر		تارے ہیں سجدہ ریز قدم کے نشان پر

نمبر	مطلع	صفحہ
ردیف ط		
۸۱	چکر نہ رُلف یار کو تو اے صبا بگاڑ	۸۰ اندھیر ہوگا اُس سے اگر نہو گیا بگاڑ
ردیف ز		
۸۲	سُطانِ عجب کے مُنظرِ سلطانِ اہندِ جبرِ نواز	۸۱ ایمان کے شجرِ حسن کے ثمرِ سلطانِ اہندِ جبرِ نواز
ردیف س		
۸۳	کیا خوشنما ہیں جل غمے دل کے اُس پاس	۸۱ تائے ہون جس طرح مہرِ کامل کے اُس پاس
ردیف ش		
۸۴	صیا و کو ہے جلیلِ ناشاد کی تلاش	۸۲ جلیل میں ایک ہم کہ ہے صیا و کی تلاش
ردیف ص		
۸۵	اُس نے تیری رُلفِ رِیام کے خواص	۸۳ اک مرغِ جان کے حق میں ہیں دامن کے خواص
ردیف ض		
۸۶	کیا نصیب کے زبردست ہیں خالِ عارض	۸۴ جن کو حاصل ہے سب روزِ وصالِ عارض

نمبر شمار	مطلع	صفحہ
	ردیف ط	
۸۷	اُلفت کا عہد کر کے نباہیں غلط غلط	۸۵ وہ بھی مری طرح مجھے چاہیں غلط غلط
	ردیف ظ	
۸۸	بیٹھ جا کر سر منبر و اعظ	۸۵ ہو گیا تو تو مرے سر و اعظ
	ردیف ع	
۸۹	درِ جگر کی جب نہ ہوئی دل کو طلاع	۸۶ پھر خاک ہو گی اُس بُقِ قاتل کو طلاع
	ردیف غ	
۹۰	دُنیا میں ہر بلا سے ہے بڑھکر بلائے داغ	۸۷ دشمن کو بھی خدا نہ کسی کا دکھائے داغ
	ردیف ف (ذو بحرین)	
۹۱	دل گیا زلف پریشان کی طفسر	۸۸ مین چلا گھر سے بیا بان کی طفسر
	ردیف ق	
۹۲	بڑے مزے کا زمانہ تھا وہ زمانہ عیش	۸۸ سرِ نیا ز تھا جب قف آستانہ عیش

نمبر شمار	مطلع	صفحہ
۹۲	کہاں ہم اور کہاں کبھی سراجا نہ عشق	۸۹
	نہ وہ دماغ نہ وہ دل نہ وہ زبان نہ عشق	
	ردیف ک	
۹۴	تر پون صفت مابھی ہے آب کہاں تک	۹۰
۹۵	دل کو پیش ہجر کی ہو تاب کہاں تک	۹۱
	ہم پہلو آتش رہے سیاب کہاں تک	
	ردیف گ	
۹۶	وہ کبھی دیکھنے جاتے نہیں گلزار کا رنگ	۹۲
	کہتے ہیں گل نہ اڑالین کے خمار کا رنگ	
	ردیف ل	
۹۷	اگرچہ میں نہیں اُن کا حجاب کے قابل	۹۳
۹۸	یہ چشمِ دل میں جُڑ جوا کے قابل	۹۴
	مگر ابھی سے ہے صورت نقاب کے قابل	
	یہ منزل میں اُسی آفتاب کے قابل	
	ردیف م	
۹۹	نالان میں زندگی سے تو بیزار جی سے ہم	۹۵
	یہ جانتے تو دل نہ لگاتے کسی سے ہم	
	ردیف ن	
۱۰۰	جب بھینٹ دے مٹی کہتے ہیں	۹۶
	اُن سے ہم حضرت موسیٰ رتی کہتے ہیں	

نمبر	مطلع	صفحہ
۱۰۱	یہ جو سرنیچے کیے بیٹھے ہیں	۹۷
۱۰۲	ترپنے پر مرے منہ پھر کر آنسو بہاتے ہیں	۹۸
۱۰۳	جگر میں جھکیاں لیتے ہیں وہ دل کو مسلتے ہیں	۹۸
۱۰۴	ترپ کر جب کہا دل نے کہ پہلو سے نکلتے ہیں	۹۹
۱۰۵	وہ خالی ہاتھ بیان سے کس لئے جائیں	۱۰۰
۱۰۶	قصص میں ہوں کہ طائر آشیان میں	۱۰۱
۱۰۷	کوچہ زلف سے ٹلتا ہی نہیں	۱۰۲
۱۰۸	دیکھا ہے وہ جال بُرخیش جال میں	۱۰۲
۱۰۹	حدو سے ہم صفت شمع جل کے جاتے ہیں	۱۰۳
۱۱۰	وعدہ کر کے وہ ہارے جاتے ہیں	۱۰۴
۱۱۱	بیدار تیرے دُور میں کیوں ات بھڑک رہا ہوں	۱۰۵
۱۱۲	خوبک یا ہے ترے وصل کا پہلو دل میں	۱۰۵
۱۱۳	ضبط گریہ میں ہے کیا عذرجو ہو تو دل میں	۱۰۶
۱۱۴	آنسو دیکھ کے وہ منہ جو بنا لیتے ہیں	۱۰۷
۱۱۵	تبغ رکھ رکھ کے گلے پر وہ ہٹا لیتے ہیں	۱۰۸
۱۱۶	سلامت و شہرت کیا کریں ہم جاگے گھر میں	۱۰۹
۱۱۷	جو تڑپانے کی باتیں تھیں وہیں سب کی چون میں	۱۱۰
۱۱۸	نظر اٹھا کے کوئی دیکھ لے یہ تاب نہیں	۱۱۱
	جان کنتون کی لیے بیٹھے ہیں	۹۷
	تنفر کا بھی ہے اظہار چاہت بھی جلتے ہیں	۹۸
	جو کچھ کہئے تو کہتے ہیں مے اربان نکلتے ہیں	۹۸
	تو جان ناتوان بولی کہ چلئے ہم بھی چلتے ہیں	۹۹
	کلیجا نکلا آتا ہے لئے جائیں	۱۰۰
	ترا کرتے ہیں ذکر اپنی زبان میں	۱۰۱
	دل کو سکتہ بھی ہے سودا ہی نہیں	۱۰۲
	اُسے قیاس میں نہ کسی کے خیال میں	۱۰۲
	تھاری بزم سے کیا پھول چل کے جاتے ہیں	۱۰۳
	روگ دل کو لگا لے جاتے ہیں	۱۰۴
	کیا کوئی فتنہ لے فلک فتنہ گر ہیں	۱۰۵
	دل کو سینے سے لگائے ہوں کہ ہے تو دل میں	۱۰۵
	آنکھوں سے آئیں لپٹ کر ابھی سو دل میں	۱۰۶
	اپنے بگڑے ہوئے تیور کا مزا لیتے ہیں	۱۰۷
	طائر جان کے پھڑکنے کا مزا لیتے ہیں	۱۰۸
	وہی کھل جائیں گی دم بھر چن کلیاں درمیں	۱۰۹
	اثر اُسے تو اب لے کہاں سے میرے شیون میں	۱۱۰
	وہاں عقاب ہے کیا کم اگر نقاب نہیں	۱۱۱

صفحہ	مطلع	ترتیب
۱۱۳	دمِ سحر ابھی گرم آفتاب نہیں	۱۱۹ وہ کسی کے سبب واقعت غائب نہیں
۱۱۴	کون جانے دل میں کیا ہے منہ سے کیا کہنے کو ہیں	۱۲۰ آج سنتے ہیں وہ اپنا درد عا کہنے کو ہیں
۱۱۶	یہ جام حب سے چلے کوئی ہوشیار نہیں	۱۲۱ وہ دل ہے کونسا جو مستِ حشیم یا رہیں
۱۱۷	میرے کھٹے کا بھی جواب نہیں	۱۲۲ قاصد آیا مگر جواب نہیں
۱۱۸	کورے دو جام ہیں شراب نہیں	۱۲۳ دیدہ مستظر میں خواب نہیں
۱۱۹	وہ بد گمان کچھ اور نہ ہو بد گمان کہیں	۱۲۴ کیوں اس سے نامہ بر مری بتا بیان کہیں
۱۲۰	تھیں انصاف سے کہہ دیتے ہیں کہ نہیں	۱۲۵ دشمنوں پر نگہِ لطفِ درگم ہے کہ نہیں
۱۲۱	چٹکیان لیکے کیلجے میں لٹا دیتے ہیں	۱۲۶ تیرے ناک تری شوخی کا پتا دیتے ہیں
۱۲۲	ہم انھیں دور سے پہچان لیا کرتے ہیں	۱۲۷ جان لینے کی ادا جان لیا کرتے ہیں
۱۲۳	مگر اُن کو یہ بھی گوارا نہیں	۱۲۸ بجز مرگ یاں کوئی چارا نہیں
۱۲۳	مجھے یہ ناز کہ ہوں ناز اٹھانے والا نہیں	۱۲۹ اُنھیں غور کہہ کر کتنا ہیجش جالوں میں
۱۲۴	مے دو آتش بھردی ہے دیا لوں میں	۱۳۰ عجیب جس ہے اُن سُرخی سُرخی گالوں میں
۱۲۵	کالی آنکھیں بھی ہیں غضبِ روشن	۱۳۱ ہلے یہ سُرخی سُرخی لبِ روشن
۱۲۶	خالِ رُخ ہیں تیرے لبِ روشن	۱۳۲ انجسمِ وادہ نو ہیں کب روشن
۱۲۷	کس چیز کی اللہ کی ہے ترے گھر میں	۱۳۳ ملجائے وہ جنتِ جگر ہے میری نظر میں
۱۲۸	بیدر کیا کہوں ترے تیر نظر کو میں	۱۳۴ ثابت کہیں سے بھی نہیں پاتا جگر کو میں
۱۲۹	آئے تو ددن ہوا بھی نہ بادِ بحر کو میں	۱۳۵ رکھوں پھیل کے یوں گلِ داغِ جگر کو میں
۱۳۰	پہلے گلے لگا لوں نسیمِ سحر کو میں	۱۳۶ پوچھوں گا پھر ہمارے چمن کی خبر کو میں

صفحہ	مطلع	شمار	
۱۳۱	تکین دینے آئے تھے تڑپاے جاتے ہیں	۱۳۷	دعوت پر وہ عذر کی قسم کھاتے ہیں
۱۳۲	لو آج پھر کلجے کو برائے جاتے ہیں	۱۳۸	تکرار کی گاتہ دکھلائے جاتے ہیں
۱۳۳	سُجھتی ہے یہ ایک عسر بھر میں	۱۳۹	ہستی ہے عدم مری نظر میں
۱۳۴	لے فلک یان چاند کی جائز ہوتی ہیں	۱۴۰	درد دل چکا تو پھر اس میں کمی ہوتی نہیں
۱۳۵	شہیدانِ محبت ہاتھ تربت سے نکلتے ہیں	۱۴۱	سنا ہے وہ سو گور غریبان آنے والے ہیں
۱۳۶	مرے پر دردناک بھی بٹے بیدرد نا لے ہیں	۱۴۲	جگر تھامے مجھے بیٹھے ہیں جتنے سنے لے ہیں
۱۳۷	ہم آشیان میں ہیں ایسے کاشان میں نہیں	۱۴۳	بہار میں بھی جو دل بستی خزان میں نہیں
۱۳۸	یہ دیکھا ہے کہ ہاتھوں سے کلیجا تھام لیتے ہیں	۱۴۴	وہ اپنے مرثون کا منہ سے جدم نام لیتے ہیں
۱۳۹	دل دکھا سکتے ہیں درد دل دکھا سکتے ہیں	۱۴۵	کیا غضب ہے محنت بھی جتا سکتے نہیں
۱۴۰	دھوئے چشمہ گلاب میں پاؤں	۱۴۶	لے گئے کوے بوزاب میں پاؤں
۱۴۱	ہو جو بے قابو طبیعت کیا کریں	۱۴۷	ناصحا ہم ترکِ الفت کیا کریں
۱۴۲	ایک غنچے سے کھلا ہے چستانِ دل میں	۱۴۸	رنگ لایا ہے ترے تیر کا پیکانِ دل میں
۱۴۳	رہ گیا ہو نہ کوئی ٹوٹ کے پیکانِ دل میں	۱۴۹	پیلے ایسے تو کھلتے تھے نارمانِ دل میں
۱۴۴	ہے بہت اچھی مگر ہم سے حیا اچھی نہیں	۱۵۰	کون کہتا ہے کہ شریلی ادا اچھی نہیں
۱۴۵	ہم دل سے تنگ ہو کر قاتل کو ڈھونڈتے ہیں	۱۵۱	جو دل کو کھو چکے ہیں دل کو ڈھونڈتے ہیں
۱۴۶	جنانِ سنگدلِ سدم خدا کو یاد کرتے ہیں	۱۵۲	کلیجا تھام کر جب لے کھے فریاد کرتے ہیں
۱۴۷	میتوں کے ہم سائے ہیں خدا کو یاد کرتے ہیں	۱۵۳	نہ پوچھو کون میں کون نالہ فریاد کرتے ہیں
۱۴۸	پھول گلشن میں کھلا ہے گلشنِ پھول میں	۱۵۴	ہے کسی کا رے رنگین عکسِ گلشنِ پھول میں

نمبر شمار	مطلع	صف
۱۵۵	خسرو ملک دین معین الدین	۱۴۹
۱۵۶	ہزاروں جان دینے کے لئے تیار بیٹھے ہیں	۱۴۹
۱۵۷	وہ کہتے ہیں میسائی کو ہم تیار بیٹھے ہیں	۱۵۰
۱۵۸	دھڑکا سحر کا ہے جو شب وصل یار میں	۱۵۱
۱۵۹	بنے ہیں جب سے وہ لیلیٰ نے گل میں تھے ہیں	۱۵۲
۱۶۰	مڑے بیتابیوں کے آس رہے ہیں	۱۵۳
۱۶۱	شوخی آنکھوں کے اشارے اور ہیں	۱۵۵
۱۶۲	ادغا باز فزونگر تجھے ہم جانتے ہیں	۱۵۶
۱۶۳	دیدہ تر مرے خونبار ہوئے جاتے ہیں	۱۵۹
۱۶۴	وہ کب شریف لاتے ہیں یہ کہنے کا تین	۱۵۷
۱۶۵	یہ گویا کہہ رہی ہے حسرت دیدار آنکھوں میں	۱۵۸
ردیف و		
۱۶۶	اے مرے شاہ باصفا اور خدا تمہیں تو ہو	۱۵۹
۱۶۷	ہے یہ اُمید رنول دوسرا سے محکو	۱۶۰
۱۶۸	مریضوں کو تسکین دے دیتے جاؤ	۱۶۱
۱۶۹	اپنی نگاہ میں جو وہ تر چھی نظر نہ ہو	۱۶۲
۱۷۰	دل ہو اور اُس میں دردِ محبت کہیں نہ ہو	۱۶۳
۱۷۱	حُسنِ ازل ہے اُنہ جلد نہاتھیں تو ہو	۱۶۴
۱۷۲	بخشا لیں گے قیامت میں خدا سے محکو	۱۶۵
۱۷۳	دُعا لیتے جاؤ دوا دیتے جاؤ	۱۶۶
۱۷۴	وہ رہ کے دردِ دل نہ ہو دردِ جگر نہ ہو	۱۶۷
۱۷۵	عبرت کا ہے محل کہ مکان ہو کہین نہ ہو	۱۶۸

صفحہ	مطلع	ترتیب
۱۶۱	وہ شوخ دل میں ہے دل کو قرار کیونکر ہو	۱۷۱
۱۶۲	ہماری آنکھ سے دیکھو تو ہر معلوم کیا تم ہو	۱۷۲
۱۶۳	کہوں میں کیوں کہ دیتا ہے فرہ دروہن چکو	۱۷۳
۱۶۴	لے گلشن میں رہنے کو نئے دواشیان چکو	۱۷۴
۱۶۵	اک پری تھی کہ لگا لے گئی دیوانے کو	۱۷۵
۱۶۶	ہوش بھی دھونڈ رہے ہیں کسے دیوانے کو	۱۷۶
ردیف ہ		
۱۶۸	دل تو کیا جان بھی قربان ہے اللہ اللہ	۱۷۷
۱۶۹	اچھا سلوک کرتے ہیں شرم چا کے ساتھ	۱۷۸
۱۷۰	سائے کو دیکھ کر وہ چھپنا چا کے ساتھ	۱۷۹
ردیف ک		
۱۷۱	گہرا شکون کے روضے پر چڑھتے اپنی آنکھوں سے	۱۸۰
۱۷۲	حالت ایسی ہوئی دل کی کہ قضا یاد آئی	۱۸۱
۱۷۳	اتری ہوئی اس شیشہ نازک میں پری ہے	۱۸۲
۱۷۴	یا نبی دیجے دامن کی ہوا تھوڑی سی	۱۸۳
۱۷۵	بغبارِ روہِ مصطفیٰ چاہے ہے	۱۸۴

صفحہ	مطلع	نمبر
۱۸۵	دھوڑتی ہے تلو آنکھوں میں نظر یا مصطفیٰ	۱۸۵
۱۸۶	کر کے توبہ توڑ ڈالی جائے گی	۱۸۶
۱۸۷	فتنے سب اٹھ اٹھ کے بھاگے ٹھوکرین کھاتے ہوئے	۱۸۷
۱۸۸	اے مست ناز تم تو مرے ہوش ہو گئے	۱۸۸
۱۸۹	پوچھو کہ نکلے کیوں تھے وہ جو بن نکال کے	۱۸۹
۱۹۰	پوشیدہ جیسے بدر ہو گھر میں ہلال کے	۱۹۰
۱۹۱	پوچھ اٹھا کوئی کہ ہے کج طبیعت کیسی	۱۹۱
۱۹۲	نظر افتاد بن بن کر بڑی ہے	۱۹۲
۱۹۳	نظر جب اٹھ گئی ہے گر بڑی ہے	۱۹۳
۱۹۴	لیٹ لیٹ کے تصدق رگ گلہ ہوتی	۱۹۴
۱۹۵	غربت در سے منہ نکا دکھتی ہو گی	۱۹۵
۱۹۶	کہہ دل پہلو سے نکلا جسم سے جان خیر نکلی	۱۹۶
۱۹۷	تو کیا اچھنچلا کے بولے پھر اجاڑا نہیں نکلی	۱۹۷
۱۹۸	دل کا ہے قول کہ دلبر کا خیال تھا ہے	۱۹۸
۱۹۹	یا جس حال میں گئے وہی حال تھا ہے	۱۹۹
۲۰۰	چھا گئی دل پہ گھٹا سادہ کی	۲۰۰
۲۰۱	جہاں تم جلوہ گر مہرے ہو سلا میری جان ہے	۲۰۱
۲۰۲	کہہ آپ میں نہیں رہتا ہے کوئی پا کے مجھے	۲۰۲
	خواب ہی میں ہو سی دن جلوہ گر یا مصطفیٰ	
	بات ساتی کی نہ ٹالی جائے گی	
	حشر میں اس چال سے آئے وہ اٹھلاتے ہوئے	
	موجود تھے ابھی ابھی روپوش ہو گئے	
	ہم تو قصور دار ہوئے آنکھ ڈال کے	
	یوں ساتھ ہے شباب بُت خرد سال کے	
	پیش دل نے یہ کی مجھ پہ غایت کیسی	
	جب کچھ اُنکی ان آنکھوں سے لڑی ہے	
	لڑی خاک اُن سے بجلی یوں لڑی ہے	
	گلے سے نلکے جو وہ تیغ سرخرو ہوتی	
	وہ آنکھ دیکھ کے حیران آ رہی ہو گی	
	غلط ہے گر کہوں میری کوئی حسرت نہیں نکلی	
	کہا میں نے کبھی ان بھی زبان سے ناز نہیں نکلی	
	آنکھ کہتی ہے کہ دیدار حال تھا ہے	
	نہ خوشی تھی ہے لے لے لے لال تھا ہے	
	ہاں یہ رُت پیر ہوا سادہ کی	
	یری کس حسن انسان کو تماشہ ہو جاتا ہے	
	یہ کہہ گیا بُت نا آشنا کے مجھے	

شمار	مطلع	صفحہ
۲۰۳	کچکے پچتاے ہم آنکھوں میں ٹھہرنے کیلئے	۱۹۲
۲۰۴	تصویرِ شوخ یار کی کیا چال کر گئی	۱۹۳
۲۰۵	دل سے نکل کے آہ کی قبرستِ سنور گئی	۱۹۳
۲۰۶	شاہِ خوبان جو ترا چاند سا لکھڑا دیکھے	۱۹۵
۲۰۷	گوشِ زرد گرمی پُر درد کہانی ہو جاے	۱۹۵
۲۰۸	مہربان مجھ پہ جو وہ ظلم کا بانی ہو جاے	۱۹۷
۲۰۹	ہمنے شبِ غم کو نسی آفت نہیں دیکھی	۱۹۸
۲۱۰	شب کوئی مثالِ شبِ فرقت نہیں دیکھی	۱۹۹
۲۱۱	کیا کیا شبِ غم ہمنے مُصیبت نہیں دیکھی	۲۰۰
۲۱۲	ہے خبر کھیلے پہرہ بے نقاب آنے کو ہے	۲۰۱
۲۱۳	بُوے لیلے جو صبا لائی ہے	۲۰۱
۲۱۴	کیا پری بن کے بہار آئی ہے	۲۰۲
۲۱۵	دل و دلدار میں یکجائی ہے	۲۰۳
۲۱۶	میکہ بے پر جو گھٹا چھائی ہے	۲۰۴
۲۱۷	ترا شاہ ہے ہم رہیں شراب ہے	۲۰۵
۲۱۸	رُکی رُکی جو چھری دستِ نازنین میں رہی	۲۰۶
۲۱۹	عدم سے سچے ہستی تیرے کوچے کی ہوالائی	۲۰۷
۲۲۰	یہ کہنا اُس سے لے قاصدِ محوِ خود پرستی ہے	۲۰۸
	پاکون پھیلا ہے میں بل میں تیرے کیلئے	۱۹۲
	اندھری اندر آنکھ سے دل میں تیر گئی	۱۹۳
	بن بن کے نعلتِ فرخِ کپری کے بھر گئی	۱۹۳
	کیون نہ وہ ادجِ قسمت کا ستارا دیکھے	۱۹۵
	تم تو انسان ہو پتھرا بھی پانی ہو جاے	۱۹۵
	آسمان کو ہو یہ صدرِ خفقاںی ہو جاے	۱۹۷
	اب کہہ نہیں سکتے کہ قیامت نہیں دیکھی	۱۹۸
	دیکھی ہے مگر ایسی مُصیبت نہیں دیکھی	۱۹۹
	اتنی ہے کی صبحِ قیامت نہیں دیکھی	۲۰۰
	صبح سے پہلے مرے گھر آفتاب آنے کو ہے	۲۰۱
	دشتِ بجنون میں بہار آئی ہے	۲۰۱
	ہر کلِ چشمِ تماشائی ہے	۲۰۲
	کس مزے کی مری تنہائی ہے	۲۰۳
	یہ بھی پینے کے لئے آئی ہے	۲۰۴
	یہ دُور عیش کا تا دُورِ افتاب ہے	۲۰۵
	تو پُت پُت کے متنا دلِ خزن میں ہی	۲۰۶
	کہان تھا آشیانِ میرا کہانِ مجھ کو اُملائی	۲۰۷
	کہ تیرے دیکھنے کو آنکھِ بدلت سے ترستی ہے	۲۰۸

شمار	مطلع	صفحہ
۲۲۱	آنسوؤں میں منتِ دل بخت جگر آنے لگے	۲۰۹
۲۲۲	بیان بھی آپ باز آتے نہیں مستانہ چالوں سے	۲۱۰
۲۲۳	چھٹر پڑتے ہوتے اب ہونے لگی بیداد بھی	۲۱۱
۲۲۴	ناز بھی ہوتا رہے ہوتی رہے بیداد بھی	۲۱۲
۲۲۵	اس شان سے وہ آج سپے امتحان چلے	۲۱۳
۲۲۶	دن کی آہیں نہ گئیں رات کے نالے نہ گئے	۲۱۴
۲۲۷	اظہارِ حال پر مجھے قدرت نہیں رہی	۲۱۵
۲۲۸	یہی غرض تھی جو زلفوں کو این بڑھائے ہے	۲۱۶
۲۲۹	بچپن سے انکی آنکھ میں شوخی بلا کی ہے	۲۱۷
۲۳۰	مانا کہ مریض آپ کا بیمار بہت ہے	۲۱۸
۲۳۱	خانہ دل میں غمِ عشق کی ہمانی ہے	۲۱۹
۲۳۲	تم ہے غیر کی جاہت کا ہوتا ہے بیانِ سہم	۲۲۰
۲۳۳	یہ بچپن ہے کہ دل کا ذکر کرنا ہو مشکل ہے	۲۲۱
۲۳۴	کیا بلا عشق کی بیسماری ہے	۲۲۲
۲۳۵	سیر ہوئی میرے پہلو میں جو دم بھر ٹھٹھے	۲۲۳
۲۳۶	کس لطف سے سلوک کا اظہار ہم سے ہے	۲۲۴
۲۳۷	شرم ایسی ہے نقابِ رخ یار کے لئے	۲۲۵
۲۳۸	بہا کر خون میرا مجھ سے بولے	۲۲۶
	کانوں سے سنتے تھے آنکھوں سے نظر آنے لگے	
	بس اب تو بھر گیا میدانِ محشرِ بالوں سے	
	سمجھ لو منہ پہ ہے کٹھی ہوئی فریاد بھی	
	سب گوارا ہے جو تم سننے رہو فریاد بھی	
	فتنوں نے پاؤں چوم کے پوچھا کہاں چلے	
	میرے دلوں میں چاہئے والے نہ گئے	
	اُن کو یہ وہم ہے کہ محبت نہیں رہی	
	کہ آج سارے زمانے پہ این وہ چھائے ہے	
	بجلی میں ابتداء سے تڑپ اتہا کی ہے	
	صحت کیلئے شربتِ دیدار بہت ہے	
	میزبانی کے لئے بے سرو سامانی ہے	
	جو کچھ کہتے تو کہتے ہیں لڑائے ہو زبان ہے	
	وہ کہتے ہیں دکھاؤ چیر کہہ پو کہاں ہے	
	دل گیا جان کی اب باری ہے	
	دد بنکر آپ اٹھتے تیر بنکر بیٹھتے	
	اک تو ہی کامیاب ہائے تم سے ہے	
	آئینے بھی ترستے ہیں دیدار کے لئے	
	کہ لے جینے سے اپنے ہاتھ دھو لے	

صفحہ	مطلع	نمبر شمار
۲۲۵	کچھ اور فائدہ نہ رہی دل لگی تو ہے	۲۳۹
۲۲۵	نازد انداز اٹھائے ہوئے دامان ہو گئے	۲۴۰
۲۲۶	گئی جس بزم میں لیتی ہوئی آئینہ گئی	۲۴۱
۲۲۷	آنکھ جس دن سے لگی آنکھ لگائی نہ گئی	۲۴۲
۲۲۸	نشیل ہے مگر نام خدا ہشیا رکھی ہے	۲۴۳
۲۲۹	مری جان تری عیش منزل یہی ہے	۲۴۴
۲۳۰	ستم ہے تیرا فسانا ستم ہے	۲۴۵
۲۳۰	اپنے ہاتھوں سے نکالوں اپنا دل تو یہی	۲۴۶
۲۳۱	تم سے نادانی ہوئی یا مجھ سے نادانی ہوئی	۲۴۷
۲۳۲	وہ پہلو میں ہے اور پہلو مرا خالی کا خالی ہے	۲۴۸
۲۳۳	اندھے ہوئے جاتے ہیں ترے دیکھنے والے	۲۴۹
۲۳۴	اب یہاں کیا ہے خدا کا نام ہے	۲۵۰
۲۳۵	مثلِ بلبل گلِ اسیرِ دام ہے	۲۵۱
۲۳۶	جان بے چسپہ قضا ایسی اور کسکی ہے	۲۵۲
۲۳۷	ہاے کیا شے لذت دیدار ہے	۲۵۳
۲۳۸	بوسہ لینا بھی مجھے دشوار ہے	۲۵۴
۲۳۹	ہیکار ہے وہ شمع جو محفل میں نہیں ہے	۲۵۵
۲۴۱	کبھی نہ پوچھا ملاں کیا ہے کبھی دیکھا کجا کیا ہے	۲۵۶
		ہاں ہاں گناؤ تیر مراد ہی تو ہے
		سر محفل وہ اداسے جو خزان ہو گئے
		خود نمائی سے تری شکل چھپائی نہ گئی
		لاگ کی آگ کسی طرح بجھائی نہ گئی
		اڑ لیتی ہے دل کیا کہے ختم یا کیسی ہے
		مٹاتا ہے کس کو ارے دل یہی ہے
		ترپ کر اُن کا فرمانا ستم ہے
		چیر کر پہلو کو رکھ لوں دل میں بیکان تو یہی
		کھو کے دل میرا تھیں ناحق پشیمانی ہوئی
		لطافت سے مرا محبوب تصویر خیالی ہے
		اور برق جمال ب رُخ روشن کو چھپالے
		جان بھی نذرِ بے خود کام ہے
		رُخ پہ بکھری زُلفِ عنبرِ دام ہے
		اک سو اتیرے نظر ہو شرابا کسکی ہے
		وقت دید آنکھوں میں جان زار ہے
		بھول سے نازک سوار خسار ہے
		کیا لطف ہے ہن داغ کا جو دل میں نہیں ہے
		ہری طرے سے بخیالی بنانے کو خیال کیا ہے

نمبر	مطلع	صفحہ
۲۵۷	راست دل سے مے اس دے دے نلے نکلے	۲۴۲
۲۵۸	اپنے رہنے کا ٹھکانا اور ہے	۲۴۲
۲۵۹	فیضِ آصف سے دکن میں بہا آئی ہے	۲۴۳
۲۶۰	بہانا تھا نہ آنسو چشم تر سے	۲۴۴
۲۶۱	وہ ہم کو ہم اُن کو اگر دیکھتے	۲۴۵
۲۶۲	لطفِ صحبت سے دُشوق سے دن رات ہے	۲۴۶
۲۶۳	بہرِ آصف مے لب پر جو دعا آئی ہے	۲۴۶
۲۶۴	تیرا یا ہے یہ کہتا کہ نضا آئی ہے	۲۴۸
۲۶۵	نہ جانے نیند اُڑی کس کی فغان سے	۲۴۹
۲۶۶	کرگی سرخو آج امتحان سے	۲۵۰
۲۶۷	دیدار کی ہوس ہے نہ شوقِ وصال ہے	۲۵۱
۲۶۸	اور اُن آنکھوں نے میرے دل کی حالت کی	۲۵۲
۲۶۹	دیکھنے پر اُن کے تبکیں ہے بیمار کی	۲۵۳
۲۷۰	انگہ سے قتل کریں یہ ادا نہیں آتی	۲۵۴
۲۷۱	ہم سے درد کی اُن کو دوا نہیں آتی	۲۵۵
۲۷۲	انہیں عادتِ ہمین لذتِ ستم کی	۲۵۶
۲۷۳	جلی جاتی ہے شوق اُن کے ستم کی	۲۵۷
۲۷۴	اب کون پھر کے جاتے تری جلوہ گاہ سے	۲۵۸
	گھر سے اپنے وہ کلیجے کو بٹھانے نکلے	
	قیس ہے آشیانا اور ہے	
	برہمتی دولت کی گھٹا چارٹ بھاٹی ہے	
	کہ میں درد دیا وہ ایسے برے	
	عجب سیر اہل نظر دیکھتے	
	سالہا سال الہی یوہین برسات رہے	
	درد دیوار سے آمین کی صدا آئی ہے	
	میں سمجھتا ہوں مے دل کی دوا آئی ہے	
	خفاہیں آج اپنے پاسبان سے	
	ٹپکتا ہے یہ تیغِ خون چکان سے	
	آزاد ہر خیال سے مستِ خیال ہے	
	ہو نہیں سکتی دوا بیمار سے بیمار کی	
	جاٹ سی کچھ پڑ گئی ہے شربتِ دیدار کی	
	لگائیں تیغ وہ کیونکر لگا نہیں آتی	
	جفا تو آتی ہے لیکن دوا نہیں آتی	
	ادھر شمشیر ادھر تفتِ دیرِ جھکی	
	بڑھی جاتی ہے آبادی عدم کی	
	اوشو خچتم پھونکدے برقِ نگاہ سے	

صفحہ	مطلع	ترتیب
۲۵۹	کیون بھاگتا ہے سایہ زلفِ سیاہ سے	۲۷۵
۲۶۰	کیا ہو گیا یہ گر کے تمھاری نگاہ سے	۲۷۶
۲۶۱	کوئی اُمید کی نہیں جاتی	۲۷۷
۲۶۲	روتے روتے ہنسی نہیں جاتی	۲۷۸
۲۶۳	دیکھئے دیکھئے پھر لوٹ نہ جائے کوئی	۲۷۹
۲۶۴	خاک سے اٹھ نہ سکوں لاکھ اٹھائے کوئی	۲۸۰
۲۶۵	رو چکے منہ آنسو دن سے دھو چکے	۲۸۱
۲۶۵	خطا سے پہلے ہی عفو قصور ہوتا ہے	۲۸۲
۲۶۶	جسے قریب سمجھتا ہوں دور ہوتا ہے	۲۸۳
۲۶۷	ستم ہے چھوڑ گئے وہ حلال کر کے مجھے	۲۸۴
۲۶۸	میرے دل میرے جگر کا کام ہے	۲۸۵
۲۶۹	مرض میں خیال میسا تو ہے	۲۸۶
۲۷۰	مچو پہرہ میں کہیں اپنی خبر ہوتی ہے	۲۸۷
۲۷۱	زبان کچھ اور کہتی ہے نظر کچھ اور کہتی ہے	۲۸۸
۲۷۲	ایک غنچے پر خدا کتنے گلستان ہو گئے	۲۸۹
۲۷۳	منہ اپنا چھپاتے ہوئے دامنِ بحر سے	۲۹۰
۲۷۴	اتنا ہو کہ مجھے نظر اُن کی نظر سے	۲۹۱
۲۷۵	درد دے ایسا کہ تاثیرِ درد پیدا کرے	۲۹۲
	اے دل بٹے نہ کام کہیں دردِ آہ سے	
	بھر مٹ میں بھلیوں کے ہرے دلِ آہ سے	
	دل کی حالت کہی نہیں جاتی	
	دل گیا دل لگی نہیں جاتی	
	پھر نگاہِ آپ کی بجلی نہ گرے کوئی	
	صورتِ اشکِ نظر سے جو گرائے کوئی	
	قابلِ دربارِ عزمِ ہم ہو چکے	
	کریم کے جو کرم کا ظہور ہوتا ہے	
	ساکے دل میں یقین کو غرور ہوتا ہے	
	نگاہِ پھیر لی محوِ جمال کر کے مجھے	
	عاشقی کیا ہر شے کا کام ہے	
	بڑا ہوں جو بیمار اچھا تو ہے	
	کتنی گہری مے ساتی کی نظر ہوتی ہے	
	تری چوں تو او بیدار کچھ اور کہتی ہے	
	یکرُودن پر دُعا سینے دُفعِ پیکان ہو گئے	
	جاتے ہی شبِ وصل چلے دہرے گھر سے	
	ہو جائیں گے آگاہ مرے دردِ جگر سے	
	دل اگر تڑپے تو یارب کچھ فرسید کرے	

ترتیب	مطلع	صفحہ
۲۹۳	سرخ روی بے پے کیونکر خاییدار کرے	۲۷۶
۲۹۴	مار ڈالنا سکر اکھ ناز سے	۲۷۷
۲۹۵	شب بھر جو آپ زلف معنہ بنائینگے	۲۷۷
۲۹۶	چاہے دنیا نہ عقیقی چاہے	۲۷۸
۲۹۷	ہٹا کے اپنے چہرے سے نقاب لے یا توڑی سی	۲۷۹
۲۹۸	مرنے والے خوب چھوٹے گردش آیام سے	۲۸۰
۲۹۹	سان پر تم نے اگر تیغ جفا رکھی ہے	۲۸۱
۳۰۰	بنی ہے جان پہ جانے کی تم نے خوب کہی	۲۸۲
۳۰۱	جانا ہوا ہے صبا جو دینے نصیب سے	۲۸۳
۳۰۲	غنیمت ہے جو پہلو میں دل نشا دہائی ہے	۲۸۳
۳۰۳	میرے قاتل کا زمانے سے جدا انداز ہے	۲۸۵
۳۰۴	تو جب توڑیے پیدایہ صدا ہوتی ہے	۲۸۶
۳۰۵	یون تو انگلی ہر ادا ہو شرابا ہوتی ہے	۳۸۷
۳۰۶	رکھیں نہ آپ گل کو مرے دل کے سامنے	۳۸۸
۳۰۷	لایا نصیب ناوک قاتل کے سامنے	۳۹۰
۳۰۸	اُس نے تاکا تھا جگر تیر نظر سے پہلے	۳۹۱
۳۰۹	یون نہ ٹپکا تھا ہودیدہ ترے پہلے	۳۹۲
۳۱۰	چھٹر دیکھو تم کسی دن خیر بیدار سے	۳۹۳
	خون ہو جب دل توڑنا کب مدعا پیدا کرے	۲۷۶
	ہاں مری جان پھر اسی انداز سے	۲۷۷
	بگڑی کسی غریب کی کیونکر بنائینگے	۲۷۷
	جو تجھے چاہے اُسے کیا چاہے	۲۷۸
	نکلے دے خدا را حسرت دیدار توڑی سی	۲۷۹
	سو ہے تین پاؤں پھیلائے ہے آرام سے	۲۸۰
	ہم نے بھی گردن تسلیم جھکا رکھی ہے	۲۸۱
	مرا یہ حال پھر آنے کی تم نے خوب کہی	۲۸۲
	نعتیہ کہنا مر اسلام خدا کے حبیب سے	۲۸۳
	ابھی اس میں خدا رکھے کسی کی یاد باقی ہے	۲۸۳
	تیر برہمی - تیغ - جو سمجھو - نگاہ ناز ہے	۲۸۵
	ہاے کیا چیز ہے ہو شرابا ہوتی ہے	۲۸۶
	جو ذرا شوخ نکلتی ہے قضا ہوتی ہے	۳۸۷
	بسل شگفتہ ہو گا نہ بسمل کے سامنے	۳۸۸
	آیا ہمارے دل کا کیا دل کے سامنے	۳۹۰
	دل تڑپ کر یہ چکارا کہ ادھر سے پہلے	۳۹۱
	دیکھنا آگ لگی پھر اسی گھر سے پہلے	۳۹۲
	دل تڑپ جائے دھکی لیں لب فریاد سے	۳۹۳

صفحہ	مطلع	ترتیب
۲۹۲	چٹکیان دل میں نہ لے کہد یہ پنی یاد سے	۳۱۱
۲۹۵	بوسے گل دور سے لینے مجھے آئی ہوتی	۳۱۲
۲۹۶	ایسی بجلی کوئی اسے چرخ گرائی ہوتی	۳۱۳
۲۹۷	ہین دو گلابیان پشراپ طہور کی	۳۱۴
۲۹۸	صور نگہ خیال کو سو بھی ہے دور کی	۳۱۵
۲۹۹	ان پھولوں سے نہ جائیگی بوسے خاک بھی	۳۱۶
۳۰۰	ہاتھ اپنا اور درمیں صہرا بھی سے ہے	۳۱۷
۳۰۱	مگر مشکل تو یہ ہے دل بڑی شکل سے ملے ہے	۳۱۸
۳۰۲	پردہ پوشی ہوئی جس سے تے عریاؤں کی	۳۱۹
۳۰۳	نہ نکلی ہے نہ بیلی پردہ محل سے نکلی گی	۳۲۰
۳۰۴	جہاں پنی جان نکلی گی تو وہ بھی دل سے نکلی گی	۳۲۱
۳۰۵	ہم کو بھی انتظار کس کا ہے	۳۲۲
۳۰۶	یہی دانے کا دانہ ہے یہی پانی کا پانی ہے	۳۲۳
۳۰۷	نہ مروت انھیں میری نہ محبت میری	۳۲۴
۳۰۸	کچھ حقیقت نہیں اتنی ہے حقیقت میری	۳۲۵
۳۰۹	دل گئی خاک میں اک عمر کی حسرت میری	۳۲۶
۳۱۰	ٹھنڈا کیا جو تم نے مجھے غیر جل گئے	۳۲۷
۳۱۱		



ہے لاکھ لاکھ شکر خدا سے طویل کا
 یارب توں کو کعبہ دل سے نکال سے
 نگہیں جو قفسے دی ہیں تو ہنا کر مہر او
 خود فرش خاک پر ہے نظر عشق پاک پر
 پیاسا کسی کے شربت یدار کا ہون میں
 اللہ تک پہنچ کا ذریعہ یقین ہے
 بت چاہتے ہیں کعبہ دل کو کرین خراب
 کسی مجال ہے تیرے اوصاف کچھ کے
 راہ طلب میں خار کوئی تشنہ و زحمت
 ہر کس کے آہواں سرمہ ہے ہیں ہیں

جسے دوزخ میں ہے برا اٹھ جلیل کا
 ساقیہ بن کا عطا ہے غیب کا
 موعود جمال کرے سول جمیل کا
 اللہ سے عرصہ تھے عبد ذلیل کا
 چھٹا نہ دے بہشت معے طویل کا
 جنت کو دخل ہی نہ گزرتے دلیل کا
 قصہ ناسمین لکھ اوصاف فیل کا
 یان ہے قلم شکستہ پر جبریل کا
 ہاں آلو تو اسے رکھا میل کا
 پسند اگلے میں ہے کسی چشم کھیل کا

<p>یارِ قبولِ عام ملے اس کلام کو دل کی جگہ بغل میں ہو دیوانِ جلیل کا</p>	
<p>کہ روزِ خواب میں دیکھیں جمالِ احمد کا خدا دکھائے مزارِ اس کے سالِ احمد کا کہو فلاں کے کہ دیکھے کمالِ احمد کا گیانہ ایک بھی خالی سوالِ احمد کا کہ ہے غلام یہ آشفستہ حالِ احمد کا نصیبِ تھین ہے ہمیشہ وصالِ احمد کا زبان پہ نام ہو دل میں خیالِ احمد کا زہے نصیب جو ہو پاؤں مالِ احمد کا کہو کہ دیکھ لین آ کر جمالِ احمد کا اُنھوں تو ساتھ ہو یا ذوالجلالِ احمد کا</p>	<p>جے یہ دل میں الہی خیالِ احمد کا تڑپ رہا ہوں اسی آرزو میں برسوں سے کیا ہے کس نے اشارے سے چاند دو ٹکڑے خدا نے بخش دی اُمّت کو نعمتِ دارین فلاں کے درپے ایذا خیز نہیں اس کی جو لوگ شوقِ زیارت میں جان دیتے ہیں فراق میں ہی صورت ہے اک تسلی کی اسی کے واسطے عشرت میں مستِ رازی ہے کلمہ طور پہ جانے کی کیوں کریں تکلیف ادھر ادھر نہ بھٹکتا پھرون قیامت میں</p>
<p>خدا وہ روزِ مبارک تجھے دکھائے جلیل کہ آئے قاصدِ فرخندہ فالِ احمد کا</p>	
<p>طاہرِ سدرہ تک نشانہ ہوا دل سے غم غم سے دل جدا نہ ہوا ہاسے پامال دلِ حنا نہ ہوا سچ تو یہ ہے کوئی مرانہ ہوا بات گویا ہوئی، گلانہ ہوا</p>	<p>نادک اس کا کبھی خطا نہ ہوا کوئی دونوں میں بے وفائہ ہوا تیسرے قدموں سے کیوں جدا رہتا اڑ گیا رنگِ رخ بھی خوش کے ساتھ بات کرتے جو کاٹ ڈالو گے</p>

دل سے صبر و قرار سب بھاگے	گمراہک دانغ دل بھانہ ہوا
دب گئے قدرے تیرے سب فتنے	حشر بھی آج تک بپانہ ہوا
نہ جلا یا نہ مار ہی ڈالا	کوئی وعدہ ترا و فائدہ ہوا
باؤن پھیلا کے بخت یوں تے	ہاسے نالہ مرا اے سانا ہوا
تجکوفت سر ہے شیشے سے وعظ	مجھ کو حسرت ہے دل مرا نہ ہوا
آج ہی آج تجکو آنا ہے	کل خدا جانتے میں ہوا نہ ہوا
ہم ترستے نہ پھول کی بو کو	تجھ سے آنا بھی لے صبا نہ ہوا
اب تو صورت بھی اُس کی یاد میں	دل کو بچھڑے جوے زمانہ ہوا

دل مرا بھی مرا ہوا نہ جلیل

آشنا ہو کے آشنا نہ ہوا

بیوفا یار با وٹنا نہ ہوا	دل ہوا دل کا تہ عائد ہوا
زلف کا عمر بھر رہا سودا	مثل سایہ کبھی جدا نہ ہوا
نہ کھچی تھی ابھی کمان اُنکی	بوئے تیور وہ دل نشا نہ ہوا
کہتے ہیں پھر چے گی کیا ہندی	گر کبھی خونِ مدد سنا نہ ہوا
غم دیا تم نے داغ ہجر دیا	سچ ہے کیا کیا مجھے عطا نہ ہوا
آئی اے دود آہ کوتاہی	بڑھ کے تو گیارہ سنا نہ ہوا
بوئے جھنجھلا کے جب گلانا کٹا	اک مصیبت ہوئی گلانا نہ ہوا
اور تھوڑی سی ہمت لے ساتی	ایک ساغسے کچھ بھلا نہ ہوا
نہ لاما یا سرد قد افسوس	شجر آرزو دھڑا نہ ہوا

<p>لے مسترداغ کیا ہوا نہ ہوا بین تو مت کیش قضا نہ ہوا داغ مرہم سے آشنا نہ ہوا قطع الفت کا سلسلہ نہ ہوا</p>	<p>درد کا ہے فزہ محبت میں جان لینے کو بھی ادا کیا کم منہ دوا کا نہ درد نے دیکھا اور سب بیڑیاں تو مر کے کٹیں</p>
<p>دل کے ہاتھوں جلیل کیا نہ ہوا</p>	<p>ہاتھ تک جوڑنا پڑے ہم کو</p>
<p>شعلے سے لپٹ جاؤ ہوا نہ ہو نہیں سکتا آنکھوں کے مرا راز نہاں ہو نہیں سکتا وہ بھی یہ کہیں ضبطِ فغان ہو نہیں سکتا ایسا تو ہوا دار مکان ہو نہیں سکتا خوش ہو نہیں کسی دل پر گراں ہو نہیں سکتا برباد تو آہوں کا دھواں ہو نہیں سکتا تم جانتے ہو مشک نہاں ہو نہیں سکتا قسمت بھی کہتی ہے کہ ہاں ہو نہیں سکتا نازک ہے بہت نقل مکان ہو نہیں سکتا رونے سے تو کم سوز نہاں ہو نہیں سکتا حال دل بیتاب بیان ہو نہیں سکتا</p>	<p>خطا چاند سے چہرہ پر عیاں ہو نہیں سکتا رُکے سے رُکین اشک کے وان ہو نہیں سکتا یا رب کچھ اس انداز سے نالان ہو مر دل میرے دل صدا چاک میں تم کیون نہیں رہتے ہونے دو اگر ضعف کے آنکھوں میں بک ہون لمجائے گا اُس لفت سے جب حد سے بڑھے گا بو لفت گیسو کی جو پھوٹی تو خطا کیا جب وصل کی درخواست کرتے ہیں ہنکار تصویر تری آنکھ سے کیا جائے نکل کر اس آگ کو درکار ہے تلوار کا پانی تم دیکھ لو خود ہاتھ مرے سینے پر کھڑک</p>
<p>کہتا ہے جلیل اب تو یہ اندازِ خموشی حال آپ کا محتاج بیان ہو نہیں سکتا</p>	<p></p>

کیا کبھی غم اپنا بیان ہو نہیں سکتا فرما گئے وہ دیکھ مجھے داغِ جُدائی شمشیرِ کُھنٹ وہ ہر تین مینِ المہ لب ہون مجھ کو تو یقین ہے کہ چپے گا نہ مرا خون ہے خشک گلا اُنک مے لیکے پتھرِ کُرو تاثیر ہے روحِ فزا دیکھ لی اسے شیخ حق یہ ہے کہ دیدار کو درکار ہیں آنکھیں تدبیر سے فطرت کا بدلنا نہیں ممکن زاہد سے کہو خدمت سے چاہیے برسوں وہ چال چلے تم کہ کئے کرت گئے لاکھوں درپردہ گری برقی نظرِ خرمِ جان پر	چپ رہوں یہ بھی مری جان ہو نہیں سکتا یہ پھول کبھی نذرِ خزان ہو نہیں سکتا اب تم وہاں ضبطِ بہان ہو نہیں سکتا قاتلِ کُمان ہے کہ گمان ہو نہیں سکتا یوں خنجرِ بید اور دان ہو نہیں سکتا اتو یہ کہو سینہ جوان ہو نہیں سکتا ہونے کو ترا جلاوہ کہاں ہو نہیں سکتا وہ آفتِ جانِ راحتِ جان ہو نہیں سکتا دودن مین کوئی پیرِ مغان ہو نہیں سکتا اس ناز سے خنجرِ بید دان ہو نہیں سکتا وہ آگ لگی جس مین دھوان ہو نہیں سکتا
--	--

کیا عشقِ بتان مین مینِ جلیل آپ ہی نالان

ناقص سے بھی ضبطِ فغان ہو نہیں سکتا

دل کی بیٹابی نے جو چاہا کیا اپنے جو کچھ کیا اچھا کیا کہتے ہیں افسوس مین نے کیا کیا جو ادھر گزرا کھڑا دیکھا کیا مین ادھر خنجرِ ادھر تڑپا کیا چال کی غم سے کئے فقرا کیا	مجھ کو بدنام آپ کو رسوا کیا حُسن نے ہر عیب کا پردا کیا یاد اب تک ہے آنھیں میری فنا میری دھشت بھی تاشا ہو گئی چال قاتل کی قیامت کر گئی ہان نہ کی تسکین نہ کی پروا نہ کی
--	---

<p>مین قلم کو صبح تک دیکھا کیا جب اشارہ کر دیا لوٹا کیا اللہ اللہ تم نے بھی برد کیا در جب اٹھا تو غشس آیا کیا پھر کہو گے چار مین رسوا کیا لطف کیا تم نے اگر برد کیا جان اپنی بیچ کر سودا کیا منّت اپنا ہاتھ بھی جھوٹا کیا اُن کا وعدہ مین نے خود پورا کیا</p>	<p>وہ عدد کو رات بھر گھورا کئے کیا سدھایا ہو کسی نے دل کو بھی ہاے وہ کہنا کسی کا قبر پر شکر ہے بکیں نہ ہو کر ہم رہے میسے نہ لے پر ابھی ہنستے تو ہو کہدو تصویر خیالی بھی چھپے دیکے سرو سے لئے تلوار کے جاؤ بھی گردن نہ میری کٹ سکی کھینچ کر پہلو مین بوس لے لیا</p>
<p>ہاے دیکھا سوے غیر اسے جلیل اور تو اسے سخت جان دیکھا کیا</p>	
<p>جس نے دیکھا تجھ کو بس دیکھا کیا آہ کی فریاد کی، نالا کیا پھر یہ کہتے ہو کہ مین نے کیا کیا وہ ادھر اور مین ادھر تڑپا کیا تو تو زائد بے پیے لوٹا کیا سامنے میسرے تجھے گھورا کیا جو حین گزرا کھڑا دیکھا کیا تم نے کس دل سے مرا نکوا کیا</p>	<p>حق نے پیدا ہی تجھے ایسا کیا کیا بتائیں دل لگا کر کیا کیا لینے مین غصے کے جیلا کیا اُسکو یاد غیر مجھ کو رشاک غیر دھیان مین حوڑن کے عویش ہی پھوڑو دن کجنت آئینے کی آئینہ دل سے میلا لگ گیا بازار مین غیر شاکی ہو تو ہو وہ غیب سے</p>

<p>اچھا ہے جواب آرسی کا منہ بند کیا کلی کلی کا کچھ ہو ملجائے دل کسی کا یاد آگیا روٹھنا کسی کا اور منہ دیکھیں وہ آرسی کا دشوار ہے ضبط اب ہنسی کا</p>	<p>ہے آنکھ میں رہتی تیری تصویر کچھ بول کے اُسے باغ میں آج بدنام ہوں چوری کا لگے داغ منہ بھیسے کمریوں چلی جوانی کیا ہے میری تلون منہ اُن کا غیون کو صبا نے گدگدایا</p>
<p>دیکھو نہ جلیں کو مسٹاؤ مٹ جائے گا نام عاشقی کا</p>	
<p>راہ کو گمان ہے میکشی کا مہتاب ہے پھول چاندنی کا منہ مڑ نہ گیا اگر پھری کا اللہ سے لطف نہ نہ گی کا دل ٹوٹ نہ جائے آرسی کا حسنہ نکلا وہ دل کسی کا دم دیکھتے تھے فقط پھری کا رنگ سہا ہے میری دوستی کا اب رنگ جے گا کیا مہی کا دھبہ یہ بُرا لگا مہی کا مٹ جائے بلائے دل کسی کا</p>	<p>محبو تو مرض ہے بے خودی کا ہر رنگ ہے تیرے آگے پھیکا چل جائے گا کام کچھ کسی کا ہر وقت ہیں موت کی دعائیں آئینہ بنا رہے ہو دل کو ہم کہتے تھے جوئے میں نہیں پھول کہیے ابھی اک ادا یہ کٹ جائیں مشتی نہیں دشمنی کسی کی بوسے کو جگہ ملی لبون پر پیاے پیاے تھے پھول سے نوٹھ اٹھلا اٹھلا کے اُن کو چلنا</p>

پاتے ہیں جو مجھ کو جی سے نزار
ہوں ایک سے سب جین کیونکر
پہلے تو تھے محو دید و موئے
سمجھے تھے نہ ہم کہ تم پہ مرنا
شوخی مضمون کی لے اُڑی ہے
کھینچیں جو وہ تیر دل بھی دے ساتھ
نالے بلبل کے تھے کہ چھریان
اُٹھنے نہ دیا کسی کے در سے
پھولوں سے کہو کہ روتی ہے اوس

کہتے ہیں مزہ ہے عاشقی کا
ہے رنگ جدا، کلی، کلی کا
اب لیتے مزہ ہیں بنو دی کا
ہو جائے گا روگ زندگی کا
عالم ہے شعر میں بری کا
حق کچھ تو ادا ہو دوستی کا
دل ٹکڑے ہوا کلی، کلی کا
احسان ہے مجھ پہ لاغری کا
اب اس سے مزہ نہیں ہنسی کا

کہتے تھے نہ ہم جلیل تم سے
انجام بُرا ہے دل لگی کا

دل پردان کو زلفوں سے نکلتے دیکھا
داغ کو جلتے ہوئے اشک کو ڈھلتے دیکھا
دل میں آ بیٹھے تو پھر اُن کو نہ ٹلتے دیکھا
فلاک پیر کو نیزنگ کہاں سے آیا
تیری محفل میں بھی عالم ہے رنج عاشق کا
ٹھہرے ہو گئے دلِ غیاثرے ہاتھوں سے
نہیں معلوم بدلنے پہ ہے قسمت کیلی
ڈھالکے شانے سے دو پٹا جوڑ کا سینے پر

ہم نے ان کا لون کو طاؤس اُگتے دیکھا
رنجِ دل ایک تجھے پھولتے پھلتے دیکھا
ہاں جو دیکھا بھی تو جی لے کے نکلتے دیکھا
کہیں تم کو تو نہیں آنکھ بدلتے دیکھا
ایک دم میں اسے سوزِ گدلتے دیکھا
ہمنے تو ان کو کلیجا ہی مسئلے دیکھا
آج بے دقتِ نہیں پرشاک بدلتے دیکھا
بولے وہ مجھ سے کہ گر شے کو سنھلتے دیکھا

تارنگہ میں گوندہ لو پھر عاشقوں کے دل	رونا یہ کس لئے ہے مرا ہاں کیا ہوا
کچھ تفرقہ نہیں ہے خزان و بہار میں	پشلی کلی صدا ہوئی گلزار کیا ہوا
مجرم نہیں ہیں حشر میں حشر کے پوچھئے	یہ کون لٹ لے گیا بازہ کیا ہوا

کیا بیگنہ بلے جو کہا اسے حشر میں
میرا جلیل نام گنہگار کیا ہوا

گھٹا دیا رتبہ ہر حین کا مشا دیا رنگ حور عین کا
نہیں ہے یہ چاند چودھویں کا شبابے میرے مرہ جبین کا
یہ راستے وصل کی مری جان بھڑکے دین دل میں ہزار دلی مان
نہیں نہ نکلے زبان سے ہاں ہاں اسے یہ موقع نہیں نہیں کا
تباہ وحشت میں ہون میں درد رہی بگڑ جائے یہ بنا گھر
جو دل میں رکھوں تجھے سنگر تو دل نہ رکھے مجھے کہیں کا
نہ قتل سے سیسہ ہاتھ کھینچو، لہو بہا کر ہتھار دیکھو!
بڑے گی اڑ کر جو چھینٹ اسکی بنے گی وہ پھول آئین کا
ستم تھا بچپن کا وہ زمانہ غضب وہ دل کا پسند آنا
وہ گود میں میری لٹ جانا چل چل کر کسی حسین کا
ہمتیں سے روئے زمین معطر، تمہیں سے سچ فلک منور
تمہیں تو ہو پھول یا سمن کا تمہیں تو ہو چاند چودھویں کا
ادھر صبا نے یہ گل کھلایا چمن میں کلیوں کو گد گدایا
ادھر ہنسی نے ستم یہ ڈھایا کہ منہ لیا چوم اس حین کا

یہ رات اتنی جو بڑھ گئی ہے سیاہی اتنی جو چڑھ گئی ہے
 کہین کھلا ہے ضرور جو ڈاکسی کے گیسوے عنبرین کا
 جو غیسے کر یار تو ملا ہے تو دیکھ کیسا ڈبو رہا ہے
 بچکے مرے آنسوؤں کا دریا مجھے پسینا تری جبین کا
 نہ بھر جاری سحابے ہے نہ چاہ لبریز آبے ہے
 وہ دامن ترکا اک لقب ہے یہ نام ہے میری آستین کا
 جو دیکھ لے اسکی صورت انسان اگر ہو کا فر تو لائے ایمان
 جال کیا ہے بُت حین کا، کمال ہے صورت آفرین کا
 نہ شوقِ نظارہ مجھ سے پوچھو یہ کہنے سوتا ہوں روزِ شب کو
 اٹھوں جو میں صبح کو الہی تو منہ دکھانا کیسی حسین کا
 کچھ ایسی کی مین نے جیبہ سائی کہ مٹ گئی بخت کی بُرائی
 ملا جو اس در سے داغِ سجدہ ستارہ چمکا مری جبین کا
 زبان سے ہو شکر ادا کہان تک بڑا ہی تھا دلنواز ناوک
 کچھ کس آوا سے جسگر پہ بیٹھا، مزہ ملا یارِ ہنشین کا
 پھر عدم سے نہ کوئی ہمدم کہ حال یارِ دن کا پوچھتے ہم
 عجیب دلچسپ ہے وہ عالم کہ جو گیا ہو گیا دہن کا
 عرق عرق ہے جو رُسے گلگون یہ خوب موقع ہے اب چونک
 میں سرِ نوشت اپنی دھوہی ڈالوں پسینہ لیکر تری جبین کا
 جلیل کیا بات اس سخن کی غزل میں ہے تازگی چمن کی
 جو شمع ہے شمعِ نستر کی، جو لفظ ہے پھول یاسین کا

اشک بھی نکلے مری آنکھوں سے یہ کہتے تھے
 وعدہ محشر کے چھینٹے دے رہے ہیں اسلئے
 رنج تو رنج ہو خط کی سبزی در لیکھ کی
 آئینہ پیش نظر رہتا ہے یہ اچھا نہیں
 تو سلامت ہے تو قاتل پناہ تل بڑا کمان
 قیس کے لبوس عرانی پہ سیلے روٹری
 سامنے کی چوٹ کھا کر بچ گیا تھا دل مرا
 میں نے لیکر جب سے دیکھا تو نکلا دل مرا
 ہاتھ کے ساتھ آنکھ بھی بسل پہ پڑتی ہے ضرور
 بام سے کسے دکھایا جلوہ برق جمال
 اس قدر مضبوط کیوں باندھا گیا بند نقاب
 ہمت و ہمت کہلے لائے تھے حینون میں آ
 خون میں ڈبی ہوئی بلکین دران پرخت دل
 زخم دینا بخیمہ کرنا دونوں ہر قاتل کے ہاتھ

حال اب دیکھا نہیں جاتا ہوس بیمار کا
 تاکہ مر ہی جاے پیاسا شربت پیدار کا
 ایک لک کانٹے میں عالم ہی بیان گزار کا
 پھر بڑی ہوگی جو چکا پڑ گیا دیدار کا
 اب گلے تک آگیا پانی تری تلوار کا
 جا بجا پیوند دیکھا زخم دامن دار کا
 پھکے کسے جان راگیو خمدار کا
 گر پڑا تھا آج اک بھول نکلے ابھی مار کا
 جوڑ یہ اچھا نکلا آپ نے تلوار کا
 غش پڑا ہونین ادھر پایا دھردیوار کا
 دل شکستہ ہونہ وعدہ آپ کے دیدار کا
 دل ہمارا اک تماشا ہو گیا بازار کا
 پھولوں میں ملتا ہے ہر کانٹا مرے گزار کا
 دھار ادھر تلوار کی ڈورا ادھر تلوار کا

کون سحر سامری کا نام لیتا ہے جلیل

چل رہا ہے ان دنوں جادو نگاہ یار کا

حال کیا دیکھیں چمن میں زنگیں بیمار کا
 کوچہ جانان میں عالم ہے یوہن گزار کا
 روگ کوئی دے گیا ہے حسرت پیدار کا
 اور پھر چھوٹے کاوسے دیدہ خونبار کا
 چاند اڑا لیجائے گا سونا تے رخسار کا
 یوں کھسے منہ شب کے سونا اور زیر آسمان

ہم اگر ڈوبیں تو دہن اسکو کچھ پروا نہیں
چاہتی ہے میند اس نے نہ پائے آنکھ میں
دل کی حالت پر نہ کیونکر آنکھ بھرتی تری
لے زلیخا نقد جان اسین گروہ سے جانے گا
بیٹھ کر پرے میں بھی سفاکوں کی شش ہے
وہ نہ خود دیکھے نہ کوئی دیکھنے پائے اسے
خون پانی ایک کرنے کو ہینڈ نون ملے آج
طور کی ہوئی سے کیا پوچھیں نہ کیوں سننے لگے
رفتہ رفتہ چھپتی جاتی ہر نگاہوں سے نقاب
نازین محسوس دیکھے ہونگے بہتیرے مگر
وصف آنکھوں کا مسخر کر رہا ہے بزم کو
وصل کی شباداب کسکو ہرانا ہر خیال
ضعف میں اتنی سبکداری بھی کچھ تھوڑی نہیں
اب بجلے اشک خون حسرت پکیتی ہے یہاں
ہم کو موقع مل گیا گردن میں باہنیں والدین
ہم تو اپنی سخت جانی کی جاسے کٹ گئے
میساری کی تلافی آپ نخلستے ہوئی

جیسے پانی بہہ گیا ہر چشم دریا بار کا
پاؤں پھیلا نا تو دیکھو حسرت دیدار کا
در دہوتا ہی ہے کچھ بیمار کو بیمار کا
حسن یہ سفسف ہے کچھ سودا نہیں بازار کا
خون اب کرتا ہے ظالم حسرت دیدار کا
شرم کیا ہے آنکھ کی پرہیز ہے بیمار کا
خون سے زخم کا پانی تری تلوار کا
اُن کو تو نشہ چڑھا ہے شربت دیدار کا
جیسے جیسے نور چھتا ہوتے رُخسار کا
دست قاتل میں چکنا دیکھے تلوار کا
بندہ گیا کیا شعر میں جادو نگاہ یار کا
خواب بکھا تھا کسی دن طالب بیدار کا
رنگ ہلکا ہو چلا ہے چہرہ بیمار کا
تم جو بگڑے کیا بنایا دیدہ خونبار کا
بیٹھے رونا دروہ ہے تھکے گلے کے ہار کا
ناز سے کہتے ہیں وہ کیا کاٹ ہے تلوار کا
کھا کے غوطے بھی دہن تر ہوا میخوار کا

چند بیتوں کی غزل ہوتی ہے ابھی بے حلیں
کون دیکھے گا یہ دفتر آپ کے اشعار کا

گمانِ جامِ شرابِ ہلورین نے کیا
 بگڑ گیا جو خیالِ سرورین نے کیا
 ہر ایک سوچ میں ہو کیا تصورین نے کیا
 تجھے بھی صبرِ دلِ ناصبورین نے کیا
 تھامے حُسن کا چرچا ضرورین نے کیا
 کوئی بتائے تو بیجا غرورین نے کیا
 خیالِ حور نہ شوقِ تصورین نے کیا
 ہر اک کو نازِ ہر نشے میں جو درین نے کیا
 علاجِ دردِ دلِ ناصبورین نے کیا
 جو دلیں آگ لگی قصدِ طورین نے کیا
 نظر کا نورِ جگر کا سرورین نے کیا
 وہ مسکرا کے جو کدے تصورین نے کیا

دکھائی آنکھ جو زاہد کو آج ساقی نے
 غمِ حبیب بھی نازک مزاج ہے کیسا
 وہ قتلِ عام کو نکلے ہن اک تماشہ ہے
 وفانہ صبر نے جب کی تو کس سے ہوسید
 اب اس کو پردہ درسی سمجھو یا کچھ اور کہو
 نقاب اٹھا کے وہ کہنا ترانہ بھولے گا
 کوئی تو بات تھی اے شیخ جسکی لذت میں
 شباب بھی ہے وہاں خیر سے شراب بھی ہو
 لگا کے سینے سے تصویرِ دلِ ربانیری
 یہ منتہائے تمنائے دیدِ جانان ہے
 کسی کے نامہ و پیغام سے لئے دو کام
 جلیلِ خون کا دعویٰ تو کرنے بیٹھے ہو

جلیل جبے مجھے خوشی صبحی کی
 وظیفہ سحری یا غفورین نے کیا

جان اب میہان سے گویا
 شمع میری زبان سے گویا
 کہین اسکا نشان ہے گویا
 وہ ابھی سے جوان ہے گویا
 وہ ادا ہے کہ جان ہے گویا

عشق اب میری جان ہے گویا
 سوزِ دل کہہ رہی ہے محفل میں
 جس کو دیکھو دہی ہو گرم تلاش
 ہے قیامت اٹھانِ ظالم کی
 چھینے لیتی ہے دل تری تصویر

<p> اک دل اسین لاکھ زخم سراق مانگے جائیں گے تجھ کو ہم تجھ سے جی پہلنے کو لوگ سننے ہیں آدمی وقت کار دنیا ہے تیری کس بات کا بھروسا ہو دل میں کیسے وہ بے تکلف ہیں ہاے اُس عالم آشنا کی نظر اچھے اچھون کو بچانس رکھتا ہے چپ ہون میں فی سب کھٹکتے ہیں بے دفائی پر مرتے ہیں مشوق کوئی اُس پر نگاہ کیا ڈالے تیری صورت تو کہتی ہے قاتل خبر ویاں ماہ پیکر سے آج ہے دید کی اجازت عام دار پر وار کرتے جاتے ہیں </p>	<p> ٹوٹا پھوٹا مکان ہے گویا منہ میں جب تک زبان ہے گویا دردِ دل داستان ہے گویا میہاں میسرِ بان ہے گویا تیری ہر بات جان ہے گویا اُنکا اپنا مکان ہے گویا ہر نظر میں جہاں ہے گویا زالِ دنیا جو ان ہے گویا بے زبانی زبان ہے گویا دلربائی کی شان ہے گویا تمکنتِ پاسبان ہے گویا خود ترا امتحان ہے گویا یہ زمین آسمان ہے گویا موت کا امتحان ہے گویا کچھ ابھی مجھ میں جان ہے گویا </p>
<p> اس سخن کا جلیل کیا کہنا مصحفی کی زبان ہے گویا </p>	
<p> ہاتھ نازک تھے کندِ خنجر تھا دل کسی بات سے نہ باہر تھا </p>	<p> سخت جانوں کا کیا مقدّر تھا آپ آتے تو آپ کا گھر تھا </p>

زانو رشکِ حور پر سر تھا
 سخت نازک مزاجِ دلبر تھا
 بستر اپنا رہا کسی در پر
 حسرت آباد اب وہ ہے مشہور
 اُس پر الزامِ قتل کیا آتا
 مختصر حالِ زندگی یہ ہے
 اُن کی رخصت کا دلِ یادِ نہیں
 تیری بنیاد جب تھی لے چرخ
 کیا ہی گھل مل گیا ہوش سے
 خاک نہنتی مے سے دل میں
 مثل بھوٹے کے اکھین بھوٹ بہن
 تم مرے گھر جو آنے والے تھے
 دیدیا دل کسی کو خوب ہوا
 جھوٹی تعریف سے ہیں مطلب
 سیر دنیا کا لطف کیا آتا
 خطِ ساغر کی تھی نہ پہلے خبر
 ابرِ رحمت جو ہو گیا مشہور
 سر و گل سے چمن تھا مینانہ
 جب انھیں شوق تھا سنورنے کا

مرنے والے کا کیا مقدر تھا
 خیر گزری کہ دل بھی پتھر تھا
 ہم کو تکیہ مگر حسدِ اپر تھا
 جس گلی میں ہمارا بستر تھا
 ہاتھ میں تیغ تھی نہ خنجر تھا
 لاکھ سودا تھا اور اک سر تھا
 یہ سمجھیے کہ روزِ محشر تھا
 ہم ستم کش تھے وہ سنگر تھا
 ہاے وہ بُت جو دل کا پتھر تھا
 ایک شیشہ تھا ایک پتھر تھا
 ذکر بھی درِ دل کا نشتر تھا
 کھولے آغوشِ صبح تک در تھا
 روگ جی کا فساد کا گھر تھا
 دل میں جو ہے وہی زبان پر تھا
 بڑھ کے محشر سے خوفِ محشر تھا
 شیخ سمجھا تو ایک دستر تھا
 کسی میکش کا دامن تر تھا
 کوئی مینا تھا کوئی ساغر تھا
 ایک ایک آئینہ سکند تھا

دیکھتے دیکھتے سمت رہا تھا	آئوؤں کی تھی کیا بساط مگر
کیسی آزاد زندگی تھی جلیل دیر دل پر جب اپنا بستر تھا	
<p>پھر برابر ہے نفس میں کہ نشین میں رہا بعدِ مردن نہ اندھیرے مدفین میں رہا رات بھر چین سے میں وادیِ امن میں رہا طوق کا ہاتھ ہینوں مری گردن میں رہا ایک تنکا بھی نہ بلبیل کے نشین میں رہا لعل دگوہر کا خزانہ سے دامن میں رہا کچھ اداؤں نے لیا کچھ تری چتون میں رہا جا کے دودن ترا دیوانہ جو گلشن میں رہا آنکھ سے میری گریا کے دامن میں رہا پھول اجاب میں کا ٹاڈل دشمن میں رہا عمر بھر طوقِ محبت مری گردن میں رہا یہ ہوا حال کہ اک پھول گلشن میں رہا ہاے وہ ہاتھ جو شب بھر تری گردن میں رہا اور آرام چھپا گوشہ مدفین میں رہا دغ بن کر مر مضمون دل دشمن میں رہا</p>	<p>جب تھے عشق کا چھند مری گردن میں رہا زندگی بھر جو خیالِ رنج روشن میں رہا زلف میں پھنکے خیالِ رنج روشن میں رہا کیا خوشامد تھی کہ صحر کو نہ جاؤں گھر سے نالہ کرش کیا ہوئی گھر بھونکا تنکا بنا دیکھا جب تک آتے تھے شکون میں جگر کے ٹکڑے سامری چھوڑ گیا تھا جو بلا کا جادو پھول سب مشغلہ جامہ درمی سیکھ گئے قطرہ اشکِ محبت کا نصیباً دیکھو ہر جگہ ایک نئی شان دکھائی اُس نے سرو قد یار سے ملنے کا یہ انجام ہوا سُن جو پایا کہ وہاں ہار کی فرمائش ہے صبح ہوتے ہی ہوا جامہ درمی میں مصروف لوگ آرام کی خاطر ہے دنیا میں خراب پھول بن کر مے اشعار بٹے یاروں میں</p>
	<p>فیس و فراہ کا بھرتہ ہے ہر دلیلیں یہی سودا تھا یہی کھیل لڑکپن میں رہا</p>

چلبلا مشق کوئی ہاتھ آئے گا جلیل
خود بخود دل آج پہلو میں اچھل کر رہ گیا

غم نہیں قاتل ترا خنجر جو چل کر رہ گیا
معرکہ میتابی دشوخی کا دیکھا ہم نے آج
دست قاتل کی نزاکت پاؤں کی بھیر ہے
کیا بلا ہوتی ہے اے اللہ یہ دل کی لگی
اور بھی قاتل جلانا تھا خاکِ کبخت کو
اسکو بھی قاتل سمجھنا چاہیے آپس کی لاگ
غل ہو جب پائے ساتی پر گرا چکر اسکے میں
یار سے جب تک نہ ہولنا بھی تاک خیر ہے
ساتھ دے کوئی کہان تکا سپے بد عہد کا
درد کی میرے کبھی بیدرد نے پروا نہ کی
آتشیں رخسے اٹنی تھی نہ محفل میں نقاب
دشت گردی کا نتیجہ تو نے دیکھ لے جنوں
آگ دل کی بجھتی ہر پانی کے چھینٹوں کہیں
کیا اشک پر لگا یا ہے ذرا دیکھے کوئی
دیکھنا یہ کون آیا نرم میں دامن کشان
چشمِ دل کو ناز تھا اپنے رفیقوں پر مگر
ضبط کی گردن پہ خونِ بلبل ناشاد ہے

مرنے والوں کا قلع ہے دم ٹھک کر رہ گیا
دل اچھل کر رہ گیا دبس چکر رہ گیا
تیسرا خنجر تھا مگر دو ہاتھ چکر رہ گیا
شمع پر پروانہ آیا، اور چکر رہ گیا
تو دل پر خون مرا تلون سے ٹکر رہ گیا
یہ جرب بیٹھا جگر پر دل اچھل کر رہ گیا
آج محفل میں یہ اچھا دُور چکر رہ گیا
شمع سے پروانہ لپٹا اور چکر رہ گیا
کی دھانے پر خنی وعدہ بھی ٹکر رہ گیا
آخراں اگر جو دیکھا ہاتھ ٹکر رہ گیا
آج آئی شمع پر پروانہ چکر رہ گیا
پاؤں کے ہاتھوں باغِ قیس چکر رہ گیا
شمع ردت ہی رہی پروانہ چکر رہ گیا
آنکھ ساتی نے جو پھیری جام چکر رہ گیا
شمع بجھ کر رہ گئی، پروانہ چکر رہ گیا
اشک ڈھل کر رہ گئے نالہ ٹھک کر رہ گیا
منہ سے جب نالہ نہ نکلا دم ٹھک کر رہ گیا

ہاے دل تھا جو اپنی زندگی کی کائنات لیکے وہ چلتے ہوئے مین ہاتھ ملکر رہ گیا

حربِ مطلب یا رسے کہتا مین کیونکر اچھیل
لب کا گھلنا تھا کہ اک نالہ ٹکڑا رہ گیا

تو جو میری لاش پر سایہ فگن ہو جائیگا
ہم نہ سمجھے تھے کہ اے صیاد تھے دور مین
دشتِ غربت مین دشا پتی ہو مثلِ نقشِ پا -
اب تو لبوس بدن ہے کوئے جانان کا غبار
ایکے دن بھولوں سے ہنس کر ہم بلا مین پڑ گئے
زخم و پیکان و نوں ملکر دینگے قاتل کو دعا
برہہ پوشی کے رہن مغلج کیون تیرے شہید
کیا غضب سے سیر گلشن کو چلے ہو بے نقاب
کر چلی ہے آپ سے باہر مجھے انگلی تلاش
ظلم کی فریاد کیون کرتے اگر ہم جانتے
ہاتھ اٹھیں یا نہ اٹھیں آگئی جہن بہار -
آج تم ملنے کو کہتے ہو یہ کس کو ہے اُمید
اے نہ ہے قسمت کہ لیلیٰ ملنے آئے قیس سے
قیس نکلا تھا ہو جنگل کی کھانے کیلئے
آپ چھو دیکھیں کسی غنچے کو اپنے ہاتھ سے
ہاں خدا کے واسطے چٹکی نہک کی رک نہ جائے

اے مرے قاتل وہی میرا کفن ہو جائیگا
سب قفس بھر جائینگے خالی چمن ہو جائیگا
جس جگہ ہم بیٹھ جائینگے وطن ہو جائیگا -
بعد مرنے کے یہی اپنا کفن ہو جائیگا
کیا خبر تھی مدعی سارا چمن ہو جائیگا
کوئی تو ہو گا زبان کوئی دہن ہو جائیگا
خون کی چادر جو پھیلے گی کفن ہو جائیگا
باغبان لٹ جائیگا صدقے چمن ہو جائیگا
یہ سفر اپنا سفر اندر وطن ہو جائیگا
آپ کی تائید پر چسپ رخ کہن ہو جائیگا
مثلِ گل خود پرنے پرنے پر رہن ہو جائیگا -
آج کیا کوئی نیا چسپ رخ کہن ہو جائیگا
کس کو یہ اُمید تھی صحرا چمن ہو جائیگا
کیا خبر تھی وادیِ غربت وطن ہو جائیگا
غنچہ گل ہو جائے گا اور گل چمن ہو جائیگا
بے مزہ اے یار زخموں کا دہن ہو جائیگا

تیر مرگان چلے جدا دل پر باغ میں سب کس گئیں کلیان دل یہ کہتا ہے کچھ خطا کر کے ہو گیا ماہِ چترخ دو کڑے	عسفرہ یار نے جدا کی چوٹ نہ اٹھی دامن صبا کی چوٹ کھائیے دستِ دلریا کی چوٹ تھی یہ گشتِ مصطفیٰ کی چوٹ
غیر کیا سمجھے دردِ دل کو جلیل آشنا جانے آشنا کی چوٹ	
ردیف نامے مثلثہ	
اُن سے ملنے کا ہے سوالِ عبث میں نے تم سے کہا تھا دل کا پیام سکے ہندی یہ ہو نہیں سکتا ناصحتوں کے خیال میں گویا حسن کی شان ہو فانی ہے ہو چکا کام درد مندوں کا دل میں آٹھوں پہر جو رہتا ہو ہم ازل سے اسیر گیسو ہیں ہو چکے قاتلِ جہان مشہور دل لگاتے ہی ہم مڑے بدنام سنہ سے دشنام تک نہیں دیتے	جان بچنے کا ہے خیالِ عبث تم نے مجھ سے کیا مالِ عبث دل کو کرتے ہو پائمالِ عبث خوش حالوں کا ہے جمالِ عبث تم کو اس پر ہے افعالِ عبث اب میجا ہے دیکھ بھالِ عبث اُس سے کہنا ہر دل کمالِ عبث تم یہ پھیلا رہے ہو جالِ عبث اب مجھے کرتے ہو حلالِ عبث اب ہے اندیشہ آملِ عبث اُن سے بوسے کا سوالِ عبث

اُن کی آنکھیں بلا کی ہیں جیاد
ہاتھ وہ تو گلے میں ڈالے تھے
آپ نے خون کر کے عاشق کا

جو کڑی بھرتے میں غزال عبث
میں ہوا طالب وصال عبث
کی مہین رورو کے آنکھیں لال عبث

بدر کو دیکھتا ہے کون جلیل
تم کو ہے خواہش کمال عبث

ردیف حمید عربی

چمک کر بولی وہ برقی نظر آج
ہنیں گرم رہے دشمن کے گھر آج
بھڑک اٹھی ہے دل میں آتش عشق
الہی دل میں ہے کون آنے والا
نہ انجیل میں نہ ان کے گیسو دنیا
غضب سے وصل میں دھڑکا سحر کا
دعا کو ہاتھ اٹھا ہے ہن جو میں نے
انہیں میں بھول کل سمجھے ہوئے تھا
میرے نوکا نظارہ تیرے ہوتے
فغان دل سے ہر لب تک نیوالی
ہنیں کٹتی ہنیں کٹتی شمعِ نسیم
پے تعظیم دردِ دل جو اٹھا

کہ لون کی خرمین دل کی خبر آج
یہ پھر کہتی ہے کیا نیچی نظر آج
کچھ اشک گرم دیتے ہیں خبر آج
اُٹھلا ہے جو درِ چاک جگر آج
نگاہیں لے گئیں دل کو کدھر آج
اُچھلتا ہے مرا ہاتھوں جگر آج
گرا پڑتا ہے قدموں پر اثر آج
پھینچو لے ہو گئے داغ جگر آج
بہت چوکی بہت چوکی نظر آج
ذرا تم تھام کر بیٹھو جگر آج
نہیں ہوتی نہیں ہوتی سحر آج
مرے دل میں ہو اسکا گزر آج

ت
ث
ج
ح
خ
د
ذ

<p>زہے قسمت دہ آئے میرے گھر آج تمہیں آئے نظر دیکھا جدھر آج کہ لونگا میں کیلجے کی خبر آج ہنسے کیا کیا لب زخم جگر آج دہا ہے زہیہ آغوش اثر آج لپٹ کر دل سے دہا ہے جگر آج ہوئی شاخِ متنا بارور آج دھواں کچھ بے اٹھا داغ جگر آج ادھر کی ہو گئی دنیا ادھر آج کہ ہے شعلہ نکلن داغ جگر آج یہ کیا سوچھی جو آنکھ ادھر آج ہرے پھر ہو گئے زخم جگر آج</p>	<p>کہ ہر سجدہ کروں کعبہ کہہ رہے نگاہیں پوری ترین امتحان میں یہ مجھ سے کہہ رہا ہے ناوکبہ ناز پڑی تلوار قاتل کی جو ادھی مرے پہلو میں ہے دلدار میرا خدا جانے ارادہ کیا ہے اس کا کہین دہ مستلم میرا نہ بخت کہاں تک ضبط سوز ہجر لے دل بدلتے ہی نظر بدلا زمانہ کہو ان سے بچائیں دامن اپنا وہ شکر آئینہ خانہ نشین تھے جلیل آمد ہے شاید فضل گل کی</p>
---	--

جلیل آنکھوں سے کیوں بہتے ہیں آنسو
 یہ کس سے لڑ گئی تیسری نظر آج

ردِ تہذیبِ فارسی

<p>بیتقداری کا ہے ایسا حلق پر تلوار کھینچ ہو سکے تجھ سے اگر قاتل تو ہاں تلوار کھینچ لے مصوّر صفحہ دل پر شہید یا رکھینچ</p>	<p>وضع داری کا ہے مشا عشق کا آزار کھینچ تیرے کھینچنے سے غریبوں کا بھلا ہوتا نہیں پارہ کاغذ کو میں لیکر کہاں رکھتا پھرن</p>
--	--

<p>آپ ہی نے تو کہا تھا آہ آتبار کھینچ کھینچنا ہے تو نقاب چہرہ دلدار کھینچ حشر تک تو انتظار لے دیدہ بیدار کھینچ آنکھ کہتی ہے نہ کانٹوں میں مجھے آیا کھینچ ہے کدورت کا تقاضا پیچ میں دیوار کھینچ تیر مرگان چھوڑ تیغ ابرو و خدا کھینچ دم بدم نالے نہ تولے بل گلزار کھینچ</p>	<p>دل گیا یا بھن گیا دل اس میں میرا کیا قصور دستِ وحشت سے کہو پیسے گریبان میں ہے کیا کر نظر سپر کہ ہم کس کے ہیں مشتاقِ جال اُن کی پلکوں کا دلِ وارفتہ تراہجو و صفت وہ یہ کہتے ہیں کہ میں عشاق سے کونکر ملوں سانسے آیا جو دل غمزے نے قاتل سے کہا پھول ہیں جنہ جن میں ہیں بہت نازک مزاج</p>
---	---

میں وہ مجنون ہوں کہ دل کہتا ہے مجھ سے جلیل
 پھاڑ کر دامانِ صحراد میں کھسار کھینچ

رؤفیتِ حلی

<p>ہمیں سے اُڑتے ہیں مہربانیت کی طسوج اتارتا ہوں نہیں شیشے میں پری کی طسوج ہمارے زخموں پر ہنسیے مگر ہنسی کی طسوج کہ منہ جو چوم لیا کھل گئے کلی کی طسوج دلوں میں دوڑتے پھرتے ہیں غشی کی طسوج مٹی بھی اُڑ گئی اُن ٹوٹوں سے ہنسی کی طسوج جوان ہوتے ہی اُڑنے لگے پری کی طسوج نہ گھورتے تمہیں آئینے آرسی کی طسوج</p>	<p>وہ ہنستے بولتے ہیں سب سے آدمی کی طسوج دکھا رہا ہوں دلِ صاف آرسی کی طسوج یہ چھپر کیا ہے کہ وہ خون رشے دیتے ہیں ہمارا پیار ہے اُن کیسے نسیم بہار قرارِ مع عشاق میں کہاں اُن کو ہمارے ہر دم میں نے جننے دیا کسی کا نہ رنگ بڑی شباب کی شوخی تو اور لگ گئے پر جو دیکھ لیتے حد و میری شکل حیرانی</p>
--	--

بے بین ناصح و دوہٹا بھی اب مرے غمخوار
 بہار پھولوں کی ناپائدار سہے کتنی
 ادھر میں لیتا ہوں بوسے لبوں کے اور ادھر
 پھرین جو زرع میں آنکھیں تو رخ بدل کے کہا
 وہ رشک لہ رہا جلوہ گر بہان جب تک
 ہمیں نے چال سکھائی حلال کرنے کی
 تمہارے سامنے لیلیٰ یہ رنگ وپ کہان
 یہ کیا اداس ہے کہ لی چٹکی اور اٹھ سکے چلے

اسکین نہ غم کو بھی رونا پٹے خوشی کی طرح
 ابھی تو آئی ابھی اڑ گئی ہنسی کی طرح
 شہ پہ سال اڑی جاتی ہے سی کی طرح
 کہ ہاں پسند ہے بکو یہ بے رخی کی طرح
 ہماری آنکھیں رہیں فرش چاندنی کی طرح
 ہمیں سے نوک کی لیتے ہو تم پھری کی طرح
 بجھی بجھی سی ہے چھوٹی ہوئی مہر کی طرح
 جو آسے ہو تو ذرا بیٹھو آدمی کی طرح

جلیل گوشہ عزت کو مست ستم جانو
 کرے گا کوئی رفاقت نہ بکسی کی طرح

یون تو بس ہے ترسا را اہان میسری طرح
 میں نہ ہو پوچھو گھا جو کئے یا رنگ کچھ غم نہیں
 بادن پھیلائے ہیں کیا کیا میرے اشک آہنے
 اللہ اللہ کوے جانان کی زمین ہو وہ زمین
 شاخ کیا ہر برگ گل سے دل ہے وابستہ مرا
 میں نہ پھولوں کو بھی دکھا باغ میں کانٹوں کو بھی
 کل اگر بجلی سے تھوڑا آج صرصر لے اڑی
 وہ جوان جسے تھے ہیں کہتے ہیں یہ ناز سے
 بنو دی کے ہیں منے جسے گئے ہوش و حواس

پر تڑپنے لوستے والا کھان میسری طرح
 میرے نالے تو نہیں کھانا تو ان میسری طرح
 ہیں مصیبت میں نہیں آسمان میسری طرح
 سیکڑوں بیٹھے ہیں گھر چھوٹے جہان میسری طرح
 گر کوئی بانڈھ تو بانڈھے آشیان میسری طرح
 نازنین تیری طرح ہیں ناتوان میسری طرح
 ہونہ دشمن کبھی یا رب آشیان میسری طرح
 کیا کرے گنا ظلم پیر آسمان میسری طرح
 کون سو گیا لٹا کر کاروان میسری طرح

<p>چاہنے والا ملے گا پھر کہاں میری طرح لے رہا ہے کوئی بسمل، چکیاں میری طرح توجھکا پڑتا ہے کیوں لے آسمان میری طرح ہونہ کوئی بھول پامال خزان میری طرح دیکھنا اڑتا پھرے گا آشیان میری طرح کوئی ہو سکتا ہے کجاوہ بیان میری طرح میں چلون اٹھ کر تو تو بھی دان میری طرح</p>	<p>قتل سے رکتے جو تم ہو میں سمجھتا ہوں اسے میں یہ سمجھا قتلقل مینا کو سن کر ساقیا میں تو دل کو ڈھونڈتا ہوں کوچہ و لدا رین ہاں لے فشرگی اس دل کی جکا قول ہے ہیں یہی آہیں تو گھرا پنا چمن میں نہ چکا میں وہ ہوں دیکھی ہیں برسوں جس نے آنکھیں آگیا میرے اناجہ چشم سے کہتا ہے وہ طفل حسین</p>
---	---

یار کی تصویر سے پہلے گا دل کیونکر جلیل!
 میری قسمت سے ہے وہ بھی بیزبان میری طرح

<p>پھاڑ ڈاسے حبیب دامن باغبان میری طرح کہتے تھے جو ہے کوئی آرام جان میری طرح پھٹ پٹ تجھ پر بھی ظالم آسمان میری طرح در نہ سودائی ہے کیا سارا جہان میری طرح شمع محفل کی بھی کتنی ہر زبان میری طرح درد دل کرنے لگے وہ خود بیان میری طرح تو ہی اب تم بھی پہنو بڑیاں میری طرح خاک چمکائے گا تلے آسمان میری طرح کاش میرا بخت بھی ہوتا جو ان میری طرح کوئی زخمی ہے تو کوئی نیچاں میری طرح</p>	<p>تو جو لے بل کرے آہ و فغان میری طرح کیا زمانہ ہے وہی ابک فتن جان ہو گئے مرثون سے یہ کدورت لے زمین کے یار کچھ تو ہے زاہد جو چاہے جون کے حسن کا سوز دل کا حال کہہ سکتا ہے کوئی اس بزم میں اُن سے تاثیر محبت سنتے سنتے میرا حال دیکھو دیکھو آگئی وہ پاؤں تک لہنے راز لیسے میسر شاکل دامن میں کہتی ہے زمین ہاتھی ہو رہا ہے بھر میں لطیف شباب غنچہ و گل پر بھی قاتل کر گیا ہے ہاتھ صاف</p>
---	--

اپنے دل میں تجکو رکھ کر رات بھر سیرا دیوں میری نادانی کہ ہے اس سے نہ ملنے کا گلہ کوئی کیا سمجھے اندھیرے میں نکلتے ہیں کیوں جلوہ جانان یہ کہتا ہے سا کر آنکھ میں وہ مے دل میں کہیں ہو کر بہت ہی خوش ہوئے دیکھے کیا کام کرتی ہے نرا کٹ قریب قریب پر تو رخ کا تماشا جلوہ گہ میں دیکھئے وصل کا وعدہ اور ایسا میزہ کیا بات ہے یوں تو آواز جس میں گرمیاں ہوتیں نہیں	کون ہو سکتا ہے تیرا باباں سیری طرح چاہنے والا ہے جہاں اک جہان سیری طرح اپنے سائے سے بھی ہیں ایسے گمان سیری طرح ہو تو لے کوئی عیان ہو کر نہاں سیری طرح کہتے ہیں سب کو لے یا سب کاں سیری طرح آج انکا بھی ہے گویا امتحان سیری طرح لوٹی پھرتی ہیں ہر سو علیان سیری طرح کیا کسی کو اور بھی ہی ہو زبان سیری طرح ہے یہ کوئی دجلا گرم خان سیری طرح
---	--

رنگ میرا چھا گیا سائے چمن میں لے جلیل
بلبلین بھی ہو رہی ہیں گلستان سیری طرح

ردیفِ خاموشی

ہے گلے میں جو ان کے چڑا سخی کیوں نہ دونی بہار ہو تم پر کس قدر شوخ ہے شراب کا رنگ کنے دھوئے ہیں ہاتھ مہندی کے موسم گل ہے پھول پھولے ہیں	آج آنکھوں میں ہے زما نا سخی سبز رنگ اور اسپہ چڑا سخی ہو رہا ہے مقام میں نا سخی ہو رہا ہے جو آج دیا سخی دیکھنا باغ کیا ہے سرخ نا سخی
--	---

<p>کون کرتا ہے خون کا دعوے خوش جالون کا ایک نگ نہیں خون کرتی ہے پار سائی کا وہی قاصد مکان ہے قاتل کا کس نے لپٹا کے آج پیار کیا</p>	<p>آپ کیون کر رہے ہیں پھر اسخ یا سمن ہے سفید لاسخ سبز بتل مین ہے جو صبا سخ جسکے در پر پڑا ہو پڑ داسخ ہو رہے ہو جو تم سدا پاسخ</p>
--	---

<p>لب زنگین کے وصف سے ہیں جلیل میسرے دیوان کے سب جز اسخ</p>

رہلیف دال ہملہ

<p>موتے سے ہو دیکھ لین رخسار محمدؐ اس درجہ بڑھی گرمی بازار محمدؐ سوتے سے جگادے مری قیمت کا الہی قیمت بل صد چاک کی دم بھر میں سلجھ جا لطیف شب معراج بڑھانے کیلئے ہیں جنت کو کہیں ڈھونڈنے جانا تو نہیں ہے ماتمی ہے سزا کے عوض سائش کوئین کہہ دو کہ بلا یمن نہ مجھے خلد میں رین گزے جو شہر سلم ادھر عاشق گیسو</p>	<p>اللہ کا دیدار ہے دیدار محمدؐ اللہ ہوا آپ حشر دیدار محمدؐ سوتے میں دکھائے مجھے دیدار محمدؐ ابھین جو کہیں گیسو خمدار محمدؐ دہ لٹکے ہوئے گیسو خمدار محمدؐ دیکھو نہ وہ کیا سہا پس دیوار محمدؐ صد نہ کر کہ ہوں بھی تو گنہگار محمدؐ اچھا ہوں تو مسایہ دیوار محمدؐ لینے کو بڑھا مسایہ دیوار محمدؐ</p>
--	---

<p>سیراب نہ ہوتے دیدارِ محمدؐ ہو جائے ٹھکانا پس دیدارِ محمدؐ</p>	<p>پی جلے اگر چشمہ کوثر بھی وہ سارا یہ نمٹ نہیں یارب جو کہوں درجہ گئے</p>
<p>قبیلے کی نہیں سمت جو معلوم تو کیا غم ہن یاد جلیل ابروِ حسنہ دیدارِ محمدؐ</p>	
<h2 style="text-align: center;">ردیف الہندی</h2>	
<p>غنیچہ و گل کو ہے بلبل پر گھنٹ جھکو تم پر حسار کو گل پر گھنٹ جھکو تھا ناتوس کے گل پر گھنٹ جھکو ہے صرت ایک بلبل پر گھنٹ جس قدر ہے ساغرِ گل پر گھنٹ جن کو ہے دور تسلسل پر گھنٹ بیچ و خم کو اس کی کاکل پر گھنٹ ہو جے اپنے قنائل پر گھنٹ تھا جے صبر و تحمل پر گھنٹ دولت و جہاں و بجل پر گھنٹ</p>	<p>باغبان کو غنیچہ و گل پر گھنٹ غور سے دیکھو تو کچھ بیجا نہیں میسے نہ لے پردہ بہت بستے لاکھوں لے قیاد اسکے ہن اسیر تاج شاہی پر نہیں جم کو غرور تم اٹھا کر حشر سمجھا دانا نہیں راستی کو ہے قد موزون پر ناز کیا کروں اس سے قنائل کا گل اب دہی بے صبر دل مشہور ہے تا کجا اسے اہل دنیا تا کجا</p>
<p>نارِ دولت ہے امیرون کو جلیل ہم فقیروں کو تو گل پر گھنٹ</p>	

ردیف ذال معجمہ

<p>مریض غم کے لئے ہے عبت دُعا تعویذ گلے کا اپنے اسے نامہ پر بنا تعویذ اثر دکھائے کہین میری قبر کا تعویذ جورات بازو جانان سے کھل پڑا تعویذ سپر بنا وہین بازو سے یار کا تعویذ مری غزل بھی کوئی نقش حبیبے یا تعویذ کسی نے گھول کے گویا پلا دیا تعویذ لے ہین تجکو بھی کیا طالع رسا تعویذ</p>	<p>کرے گا وہ کسی عامل سے لیکے کیا تعویذ کمر سے نامہ اگر گر پڑا تو کیا ہوگا خدا کرے وہ چلے آئین فائے کیلے گمان ہوا کوئی تارا فلک سے ٹوٹا ہے نگاہ بد کی جو حاسد نے تیغ چمکائی منادیا ہے اک شعسہ ہو گیا تسخیر توہا سے آتے ہی در و جگر روانہ ہوا جگہ ہے زلف حیدان مین رات دن تیری</p>
--	---

جلیل شیشے مین آرائہ وہ پری زخار
بہت عمل کئے سکھتے ہزار ہا تعویذ

ردیف زائے مہملہ

<p>جانانہ کہین تم دل مضطر سے نکلا کر دوڑے ابھی پانی ترے خنجر سے نکلا کر اُس گھر مین چلے جائینگے اُس گھر سے نکلا کر تڑپا کئے نالے دل مضطر سے نکلا کر اللہ کے گھر پہنچے ترے گھر سے نکلا کر</p>	<p>نکلیں اٹھاتے ہین بہت گھر سے نکلا کر قاتل جو چلین پیاس مین ہم گھر سے نکلا کر ہستی و عدم دونوں ہمارے ہی لئے ہین افس کہ مڑ کر بھی تو دیکھا نہ اُترنے دُنیا ہی سے ہم اٹھ گئے اٹھ کر تے در سے</p>
--	---

<p>جائے گی کہان زلفِ معنبر سے نکھر مُنہ گھر کا نہ پھر دیکھ سکے گھر سے نکھر کہتی ہے کہ صحرا کو چلو گھر سے نکھر بل آگئے بالون میں مقتدر سے نکھر گھبرائے سے پھرتے تھے ہیں گھر سے نکھر فتنوں نے جگایا، تری ٹھوکر سے نکھر کیا سیر ہے دیکھو تو ذرا گھر سے نکھر چلے سینے کہیں عرصہ محشر سے نکھر جب جانیں کہ جاؤ دل مضطر سے نکھر بل تیر میں آیا ترے خگر سے نکھر جاتا نہیں آئینہ کہیں گھر سے نکھر پوچھو کہ گئیں کیوں دل مضطر سے نکھر</p>	<p>بڑھ چلتی ہے جب آؤ کہنا ہے وہ بیدرد آنسو تھے کہ وحشی ترے اندر سے تباہی کیا ناک میں دم و حشر دل سے ہے کہ ہر دم زلفِ نکی سنواری تو وہ سیدھے ٹٹے مجھ سے ہاں سچ ہے نہیں تم نے سنے رات کے نالے دیکھا نہ گیا یہ بھی کہ میں قبر میں سوتا دروازے پہ اک خلق بڑی لوٹ رہی ہے ڈرتے ہیں وہ محشر سے تو سمجھاتی ہے شوخی قابو سے نکلنے میں تو مشاق بہت ہو سیدھے ہوئے تیور تو نظر ہو گئی ٹیڑھی جب آئینہ رد کہہ کے بلایا تو وہ بولے اچھا ہوا، برباد رہیں رات بھر آہیں</p>
--	--

کچھ کہئے جلیل ان سے ضرور آپے بگڑی

نرخ کوئی جاتی بھی ہے تیور سے نکھر

<p>نچے مار ڈالا مری جان ہو کر مرے مُنہ کو تکتا ہے حیران ہو کر لے رخ کے بوسے پریشان ہو کر لٹایا ہے کیا کیا پشیمان ہو کر بری ہو گئے تم تو انسان ہو کر</p>	<p>چلے ہائے دم بھر کو بہان ہو کر یہ صورت ہوئی ہے کہ آئینہ پھرن بگڑنے میں زلفِ رسا کی بن آئی پس ذرخ گردن ٹھکانا ستم تھا جوان ہوتے ہی سے اڑا حُسن تم کو</p>
---	---

<p> لپٹ جاگلے سے گریبان ہو کر وہ کہتے ہیں دکھلا دو قربان ہو کر ہے دل ہی میں دل کا ارمان ہو کر ہوا چاک میسر اگر گریبان ہو کر تری یاد ہو کر مری جان ہو کر میں راضی ہوں جو تیکو آسان ہو کر رہی تیغ گردن پر احسان ہو کر </p>	<p> نہ کچھ اب بہت پیار کرنے دے خنجر میں قربان کہنا بھی مشکل ہے مجھ کو نہ نکلے کبھی گھر سے رائے عصمت نہ آخسر بچا پردہ راز دشمن حواس آتے جاتے رہے روز وعدہ کرم میں مزہ ہے ستم میں ادا ہے جُدا سر ہوا پر ہوس ہم نہ نکلے </p>
<p> بتوں کو جگہ دل میں دیتے ہو توبہ جلیل ایسی باتیں مسلمان ہو کر </p>	
<p> ایک دن مُنہ سے نکلا ہے گانا لالہ بن کر آنکھ میں آنکھ کا تل دل میں ہویدا بن کر بڑی مری سر میں سما جاتی ہے سودا بن کر آئینہ خانے میں آیا میں تماشا بن کر کیا بنایا مری جان تم نے میساج بن کر پھوٹ نکلی ہے وفا خون تماشا بن کر رنگ تصویر سے اُڑ جائے گا غفا بن کر کوئی دل بن کے رہا کوئی کلیجا بن کر موت کا کیا رہ بگاڑیں گے میساج بن کر آنکھ کھل جاتی ہے آغوش تماشا بن کر </p>	<p> رازِ دل چھپ پنہیں سکتا ہے تماشا بن کر خالِ رُخ جلوہ نما ہوتا ہے کیا کیا بن کر ناز سے کہتی ہے وہ زلف چلیا بن کر جتنے آئینے ہیں سب نکلتے ہیں صورت میری میں ہی بیمار نہیں آنکھ تو دیکھو اپنی قتل کے بعد مرے چہرے پر نگت کیسی دہن یار کا نقشہ نہ اُڑانا بہزاد نکلے سینے سے مرے تیرے دیکھان نہ کبھی اُن پہ مرتے ہی رہیں گے دہن منہ والے خواب میں یار کے آنیکا جو آتا ہے خیال </p>

<p>آنکھوں میں بہتے ہیں وہ آنکھ کا تار بن کر بال کھولے ہوئے حور آئی ہے لیسے بن کر حشر اٹھا ہے تے کوچے سے میا بن کر مہر بن کر میر نو بن کے ستار بن کر سوکھے گھاٹ اس نے اتار ہیں دریا بن کر موڑ گیا رنگِ رُخ یا رنشا نا بن کر حُسنِ یوسف دم عیسیٰ پر بیضا بن کر کام کر جاتے ہیں بیسار سجا بن کر</p>	<p>اُن کو پرے میں بھی ہے شوقِ نموداری کا شامِ غربت کی اد قیس سے لپچھے کوئی دیکھنا کشتہ رفتار بجے اُٹھتے ہیں عارضِ ابرو و خال آپ کے کیا چکے ہیں آبادی تری تلوار کی دیکھی ہم نے دل کو ناوک سے اڑانا کوئی آسان تھا کھٹ سست و لرزِ رخ آپ کے مشہور ہوئے پیار کی آنکھ جلا لیتی ہے ہم کشتوں کو</p>
---	--

عشق کا کل سے نہ چھوٹے کی کبھی جان جلیلی
 عمر بھر ساتھ رہے گا ترے سایا بن کر

<p>اُسی گھورتی ہے دیدہ موئے بن کر پر نکالے مرے مضمون نے عفا بن کر باغِ مینِ فضل بہار آئی ہے سودا بن کر ستم آرا وہ بنے انجمن آرا بن کر لہریں لیتی ہے طبعیت مری دریا بن کر پتلیان قیس کی پھر نے لگیں لیلیٰ بن کر ایک قطرے نے ڈوبیا ہیں دریا بن کر نوک کی لینے لگی حصارِ تما بن کر چاند کے ٹکڑے کے چاند کا ٹکڑا بن کر</p>	<p>اور اترائیں گے وہ برقِ تجھے بن کر گوشہ گیری سے بھی شہرت مری کچھ کم نہ ہوئی پہرین پھاڑ کے بگل کی نکل بھاگی ہے بزمِ مینِ مٹھ کے کیا کیا نہ اٹھائے نفقے دُرمضمون کا ہے وہ جوش کہ التماس حسرت دید کی تاثیر سے کہتے ہیں ایک پچان نے کیا خون ہائے دل کا دل میں چھپنے سے ادا اور ہوئی مرگان کی بانگِ حُسن کا افلاک کو دکھلانا تھا</p>
--	---

<p>ماک الموت ہوے تم تو مسیحا بنکر جان نکلی مرے دشمن کی تمنا بنکر کہیں حیرت کہیں وحشت کہیں سودا بنکر تیغ یا ر آج روانی پہ ہے دریا بنکر نقد ٹھہرا ہے بگر جائے گا سودا بنکر روح پھونکی ہے صبا نے دم عیسیٰ بنکر دل میں پتا ہے مرے دل کی تمنا بنکر راہ سکتے ہی رہے چشم تمنا بنکر</p>	<p>مار ڈالا نگہ لطف سے اک عالم کو اپنے مرنے کا کسے غم ہے غم اس کا ہے مجھے عشق بہروپ تھا جو چشم دل دسریں ہا ہاتھ دھونا ہو جسے جینے سے اپنے دھو کے بوسہ دے لو تو یہ دل زلف میں اپنی رکھو پھول ہن تازہ دم ایسے کہ ہنسے دیتے ہن یار نے گھر سے نکلنے کی قسم کھائی ہے نقش پا کو نہ شکر نے پلٹ کر دیکھا</p>
---	--

حشر کے روز نبیؐ کا قد بے سایہ جلیل
سایہ ڈالے گا سر خلق پہ طوبیٰ بنکر

<p>بولے آیا ہے بڑا دیکھنے والا بنکر آج نکلا ہے مرا گیسوؤں والا بنکر گھر میں آئے ہو مے گھر کا اُجالا بنکر مُنہ کو آئے جو کلیجا بھی تو نالا بنکر تنے آئینے کا ارمان تو نکالا بنکر اُدھر آیا ہے مرا گیسوؤں والا بنکر لطف دے نالہ موزوں قد بالا بنکر کان میں اُن کے پُرکان کا بالا بنکر پھوٹ بہتی ہے مری کچھ بھی چھالا بنکر لعل گلتی ہے طبیعت مری لالا بنکر</p>	<p>آئینہ چھلکی جو دم دید پیا لا بنکر اور بگڑے گا اب شفتہ مزاجوں کا مزاج تم سلامت رہو برقع کے اُٹھانے والے ہم ہن اس درد کے قائل جو چھپا چھپے اب بگڑ کر مری آنکھوں کو دکھا دو آنکھیں کیا مزہ ہے ادھر اُٹھی ہے دھواں دھاگٹھا تم بڑھاؤ جو مراد دل تو بڑھے حسنِ نعتان بڑھ گیا حسنِ سماعت سے مے شر کا حسن ٹوٹا خار کا محمد سے نہیں دیکھا جاتا داغ کھانے سے نکلتے ہن مضامین رنگین</p>
---	--

فرخ سُن جب پھپتا نہیں ہوکا پڑتا ہے
ٹھکانا پوچھتے ہیں سب تمہارا مجھ سے آکر
تھیں کو شمع محفل آج کہنا زیبیتا ہے
فقط تم ہو جسے عشاق کے حلقے سے نفرت ہے
تمہارے سب ناز کے بھی مشتاق رہتے ہیں
تمنا تھی وہ بکھوئی کرتا اپنے کپے میں
کردنِ توفیق چسپ کر کی تو زلفِ لکھی تیری ہر
تھیلے رہو راہِ عدم کیوں اتنی جلدی ہے
رگ گل سے ملاتے پھرتے ہیں مئے کمر اپنا
حرم کیا بتکدہ کیا میں اُسے گھر گھر پکارا یا

نقابِ سُخ نہیں برکتا ہے ماہِ کامل پر
کوئی تصویرِ دہانی لگا دین میں دردِ دل پر
کہ اپنے حُسن سے چھائے مئے ہو ساری محفل پر
وگر نہ بار بار دیکھا ہے ماہِ کامل پر
اُچھلتا ہے کلیجا ہاتھ رکھتے ہو جو تم دل پر
مڑے سے لٹتا پھرتا زمین کوے قاتل پر
تصدقِ رات کا ہے جسمے دقِ ماہِ کامل پر
ذرا دم لے لیکھا خاک کیا رکھا ہے منزل پر
وہ دُور سے ڈالنے آئے گلشن میں خدا دل پر
یہی اب جی میں آتا ہر کرد تاکِ دونِ دل پر

جلیل اسلہ میں موقع نہیں رام لینے کا

تھکن اپنی مثالینا پہونچ جانا جو منزل پر

تو کل کا یہ منشا ہے کہ اطمینان پیدا کر
نہ کچھ سامان پیدا کر نہ کوئی شان پیدا کر
کچھ جو دل کو زبردل میں نہ ارباب پیدا کر
جل سر پہ ہوں دل میں ذرا سا وقتِ فرصت کا
مزہ تصویر کا اسوقت آئے گا مصوّر کو
ہو دیوانہ منعم بیٹھ کر پردیوں کی صحبت میں
ملا ہے یہ سن اسکو کتابِ نوجوانی سے

نہ ہو سامان کا پابند یا سامان پیدا کر
محبت ہے بڑی قلت یہ تا مکان پیدا کر
کسی پر جانِ نیا ہے تو پہلے جان پیدا کر
جو کچھ کرنا ہے پیدا جلد لے نادان پیدا کر
کہیگا اُس سے جہِ خلاق کہ سین جان پیدا کر
اگر انسان بننا ہے کوئی انسان پیدا کر
حیا میں شان پیدا کر ادا میں آن پیدا کر

وہ لذت قتل میں پائی کہ لب پر دیا آئی بڑے دھڑلے باؤں بھیلے ہیں وحشت نے وہ جس غمت سے جس رست سے اچھلے غمت سے بھڑک اٹھی تھی جس سے آتش شوق دل موٹی بھڑکتی آگ میں لے دل تپنگا کو دپڑتا ہی سما میں گے کہاں ظالم خرام ناز کے سفتے وہ کہتے ہیں تجھے اس حال پر شوق شہادت تری صورت کا نظارہ بہت شوارستا ہوں مٹے ل کو وہ کھوئیں میں کون پیدا تھا ہے زلایا خود مجھے ہنس ہنس کے اسی رشا ہوتا ہے وہ گویا آئے میں عکس کو اپنے سکھاتے ہیں	الہی اور بھی میرے لئے اک جان پیدا کر تقاضا مجھے ہے کوئی کھلا میدان پیدا کر جو یوں پیدائے ہو جان تو کھو کر جان پیدا کر وہی انداز باتوں میں تھے زبان پیدا کر تجھے بھی عشق کرنا ہے تو تہی جان پیدا کر جو چلتا ہے تو پہلے حشر کا میدان پیدا کر جگر میں خون پیدا کر دین میں جان پیدا کر خدا کے واسطے صورت کی آسان پیدا کر کوئی دن میں کہیں گے جان لیکر جان پیدا کر کہا تھا تجھے کس نے باد طے فان پیدا کر یہ تیور یہ ادایہ نکلت یہ شان پیدا کر
--	--

جلیل اکثر کہا کرتا ہے وہ عیسیٰ نفس مجھ سے

کہ ہم مرنے جلایں تو سخن میں جان پیدا کر

سوز فراق سے ہے بنی اپنی جان پر ساتی پھر آ رہی ہے گھٹا آسمان پر ہنسے جو غم سے تو اسی کے مکان پر دل کی خبر تو لیتے ہیں یاد اپنی بھیج کر جلنے سے میں بچا تو فلک کو جلن ہوئی میں کیا بتاؤں آبلہ پانی کا جسر	اتنا کہا تھا بڑے چھلے زبان پر بجلی گری گئی پھر مری تو بہ کی جان پر بجلی گرائی جانی ہو کون میری جان پر انکی خبر نہیں جو گزرتی ہے جان پر بجلی زمین سے اٹھ کے گری آسمان پر کانٹوں سے پوچھ لو کہ ہے سکی زبان پر
--	--

گل کان میں لگے تری داستان پر
 دان جسے چڑھ گیا ہے فقرو زبان پر
 اڑاڑ کے اپنی خاک پڑی آسمان پر
 رستم کا بھی نہ زور چلا اس کمان پر
 کچھ کچھ ابھی تاکل سکی مزہ ہے زبان پر

درد اپنے دل کا بلبل نالان سناے جا
 اک دن کہا تھا میں نے محبت کا ہو بُرا
 ہم بھی وہ تھے کہ شکستہ رستم کا عوض لیا
 اپنے قدر خمیدہ کو مسیدہا نہ کر سکا
 ہمنے پیا تھا بادہ وحدت ازل کے دن

بعدِ فنا ہے نام بلند اپنا اسے جلیل
 زیرِ زمین بھی جا کے رہے آسمان پر

تائے ہیں سجدہ ریز قدم کے نشان پر
 اور گل وہ ہیں کہ جو کبھی نیکی نہ کان پر
 دل میں اگر چھپاؤں تو ہنسی ہے جان پر
 کچھ عشق منحصر نہیں بورٹھے جوان پر
 وہ رہ کے دانت ہستی ہے آسمان پر
 جو دل میں ہے وہ آہیں سکتا زبان پر
 ہو لطف پھٹ پھٹے جو زمین آسمان پر
 بھولوں کو آہی ہے ہنسی باغبان پر
 سہرا چھاون بھولوں کا میں اس نشان پر
 جیسے ہو بھڑ شام کوئے کی دکان پر
 آوازے کس رہی ہے زمین آسمان پر
 لیکن یہاں کسے ہے بھروسہ زبان پر

کیون کر ترا دماغ نہ ہو آسمان پر
 آہ و فغان سے بنگئی بلبل کی جان پر
 ترپون جولاؤں نام محبت زبان پر
 سینے سے چرخ پیر لگائے ہے چاند کو
 رہتی ہے اسکے ہاتھوں جو گردش میں ہے آیا
 اوصاف اپنے صن کے مجھے نہ پوسچھے
 پہونچی ہے زیرِ عرش برین خاک عاشقان
 دودن کی ہے بہار چین اسپہ ناز کیا
 گلہائے دل کو گلے باندھوں آہ کے
 چشم سیاہ مست کا پلکوں میں ہے وہ رنگ
 اس مہ جین کے زیرِ قدم جسے آئی ہے
 معلوم ہے سوال نکیر میں کا جواب

لاکھوں تڑپ کے مر گئے تیور وہی رہے چُن چُنکے پھول توڑے تین بل کے سامنے دل توڑ کر مین تلسے پہ نالہ اگر کروں مین سوزِ دل چھپانے مین کم شمع سے نہیں	قربان جاسیے تری اس آن بان پر بجلی نہ کوئی ٹوٹ پڑی باغبان پر پھٹ پھٹ کے آسمان گرے آسمان پر کاٹوں زبان آہ جو آئے زبان پر
--	---

مصنوع تازہ ہو کہ نہ ہو لیکن اسے جلیل
ایسا کہو کہ حرف نہ آئے زبان پر

روایتِ اے ثقیلہ

چکر نہ زلفِ یار کو تو لے صبا بگاڑ عاشق کو ہر سوچ ہے مصیبت کا ساننا مین کیوں کروں کسی کو مین مکانِ دل موقوف ایک دو پہ نہیں یار کا عتاب ہوتی تھی عاشقوں مین بڑے لطف سے بہر ایسے مریضِ عشق کا کس سے علاج ہو نازک مزاج یار کا برتاؤ کیا کہوں اچھون مین عیب بھی ہو تو داخلِ مہر مین ہے	اندھیر ہو گا اُس سے اگر ہو گیا بگاڑ اچھا تر ملاپ نہ اچھا تر ا بگاڑ مین کیوں کہوں کسی سے کہ تو گھر مرا بگاڑ اس سے جدا بگاڑ ہے اُس سے جدا بگاڑ بیٹھے بٹھائے آپ نے کیوں کر لیا بگاڑ پیدا کرے مزاج مین جس کے دوا بگاڑ دودن رہا ملاپ تو برسوں رہا بگاڑ رکھتا ہے سو بناؤ تری زلف کا بگاڑ
--	---

اچھا ہوا جلیل سے تم صاف ہو گئے
اغیار نے تو ڈال دیا تھا بُرا بگاڑ

ردیفِ نوائے معجزہ

سلطانِ عسکر کے نورِ نظر سلطانِ الہند غیبِ نوازؔ
 ایمان کے شجرِ عسکر کے شمسِ سلطانِ الہند غیبِ نوازؔ
 اللہ نے رُحِ بلاص دیا۔ دلیوں کا تھین سرتاج کیا
 وہ سب میں تار سے تم ہو قسطنطنیہ سلطانِ الہند غیبِ نوازؔ
 تم قبلہ جان تم کعبہ دین۔ مین خاک نشین تم عرش نشین
 تم دستِ عطا میں دستِ نگر سلطانِ الہند غیبِ نوازؔ
 ارشادِ ہواب بندہ پروریہ فیضِ دِعا کا چھوڑ کے در
 مین جاؤں کہاں مین جاؤں کدھر سلطانِ الہند غیبِ نوازؔ
 لجاے مُرادِ دلی در نہ میرا ہے یہیں جیسا مرنا
 چو کھٹ ہے پتھاری اور یہ سلطانِ الہند غیبِ نوازؔ
 بیچارہ دختہ و زارِ ہون مین تم دیکھ لوسینہ نگارِ ہون مین
 درکار ہے چارہ در دِ جگر سلطانِ الہند غیبِ نوازؔ
 لے خواجہ سلطانِ معین الدین مقبول ہو عرضِ جلیلِ خزین
 ہو جاے ادھر بھی ایک نظر سلطانِ الہند غیبِ نوازؔ

ردیفِ سینِ مہملہ

کیا خنما ہیں دلِ عمرِ دل کے آس پاس	تا ہے ہون جس طرح مکہ مکرمہ کے آس پاس
------------------------------------	--------------------------------------

<p>گنتے پڑے ہین سیکڑو قاتی کے آس پاس پڑاؤن کا ہجوم ہے محل کے آس پاس خجڑے وہ پھرتے ہین بسمل کے آس پاس دل بیچ میں ہر آدمی بسمل کے آس پاس بجلی سی کو نڈتی ہے جو محل کے آس پاس دو چار پھول رکھدے عنادل کے آس پاس آنے نہ پائے گرد بھی محل کے آس پاس</p>	<p>دولہا کی ہے رات کہ یہ قتل گاہ ہے عشاق بار پاتے نہیں بزم یا رین منشا یہ ہے کہ ہاتھ لگائے نہ اسکو موت گھڑی مرے حینون کا میل لگا ہے آج لیٹے یہ آہ گرم کسی دل جلے کی ہے حاجت دامن کی ہے نہ دانے کی باغبان بنون کے ہتباہ سے لیل کا ہے یہ حکم</p>
--	--

ہشیارے جلیل یہ الفت کی راہ ہے
 ہین راہزن لگے ہوئے منزل کے آس پاس

ردیفِ شینِ معجمہ

<p>بیل ہین ایک ہم کہ ہے صیاد کی تلاش ہے روزا کے ستم ایجاد کی تلاش اب تو ہے جھکو تیشہ فریاد کی تلاش خالی نہ جائے گی مری فریاد کی تلاش بیہنا دہ ہے بہت برباد کی تلاش میں کیوں کروں کسی ستم ایجاد کی تلاش رگ رگ کو ہوگی نشرِ فضا کی تلاش زخمیر کی ہے سنسکرہ حداد کی تلاش</p>	<p>صیاد کو ہے بیل ناشاد کی تلاش آفت میں جان اس دل یدِ طلب ہے کٹتے نہیں پاڑے دن ہجر یاد کے تاثیر منہ چھپائے ہے تو کیا ہوا آوارگانِ عشق کو تم ڈھونڈتے ہو کیا کچھ کم نہیں مرے لئے جو رجفائے دل جوشِ جنون یہی ہے جو مژگان کی یاد میں اکے نئی طرح کا ہوا ہے جنون مجھے</p>
--	---

بچپن ہے یہ تیر نشانے کے واسطے کافی ہے سسے واسطے صورتِ تگر خیال رنج و الم ہو درد ہو داغِ فراق ہو ہین امتحانِ غیر میں کیا کیا رکاوٹیں قسمت نے دی نجات نہ محکو تلاش ہے	اُس کی نظر کو ہے دلِ ناشاد کی تلاش مانی کی جستجو ہے نہ بہزاد کی تلاش ہر ایک ہے عاشقِ ناشاد کی تلاش خنجر جو لگ گیا تو ہے جلا د کی تلاش دلبر ملا تو ہے دلِ ناشاد کی تلاش
---	--

لاتے تھے لے جلیل وہ مضمونِ عرش سے
کچھ پوچھے نہ حضرتِ استاد کی تلاش

ردِ قیاس و مہملہ

اگر مرغِ جان کے حق میں یونِ نام کے خواص پوچھیں کسی طبع کے بادام کے خواص میں دیکھتا ہوں گردشِ ایام کے خواص اکسیر سے ہین بڑھکے تھے نام کے خواص نامِ خدا یہ ہین دلِ ناکام کے خواص سُن تو چکا میں پیرِ مغانِ جام کے خواص اُسے کہاں سے جامِ اِحرام کے خواص لکھ ہوئے بخطِ جلی جام کے خواص	اگر سے تیری زلفِ پیام کے خواص بیمارِ چشم یا ر کو شاید مفید ہو اے شوخِ عثوہ گر تری چشمِ سیاہ میں آیا یہ لب پہ اور گیا دردِ دل مرا آہ و فغان و نالہ و بیتابی و تپش مُنہ سے مے لگا دے کہ ہو جائے امتحان حیران ہوں کہ پیرِ مغان کے لباس میں گرے مزارِ جہم پہ تو اُسے ہین نظر
--	---

اوصاف کچھ نہ پوچھے ہم سے جلیل کے
ہین اُس میں ایک رند سے آشام کے خواص

ردیفِ صبا معجمہ

کیا نصیب کے زبردست ہیں خالی عارض
اے فلک کچھ لیا تو نے زوالِ مردہر
اس نظر سے کہ نہ آئینے کی لگجائے نظر
رات ہی کو تو تسم نور نشان ہوتا ہی
دلِ برداغ کے مڑتے جوتائے اپنے تھے
دل بھی مینِ یون کر دیا جان بھی اپنی صدتے
آپ کے حُسن کو قدرت نے بنایا صیاد
دل یہ کہتا ہے کہ دن رات رہے پیش نظر
گرم فریاد ہے جلتا ہے تڑپتا ہے پسند
کیا کہیں تم سے گزرتے ہیں دن اپنے کیونکر
شبِ ہجر اور شبِ وصل کی تشبیہ یہ ہے
کہ دو پھولوں سے نزاکت تو اسے کہتے ہیں
ٹوٹنا بجز رخ سے تاروں کا اسی شوق میں ہے
تجھ پہ جو آنکھ پڑی چھوڑ گئی تل اپنا

جنکو حاصل ہے شبِ روز وصالِ عارض
اور کیا تجکو دکھائیں وہ کمالِ عارض
روز کا جل سے بناتے ہیں وہ خالی عارض
بکھرے بالوں میں کئی دیکھے جالی عارض
آج ہوتا کسی معشوق کا خالی عارض
یہ ہے گیسو کی طلب وہ ہے سوالِ عارض
دامِ ودان ہے چین میں خط و خالی عارض
یہ بہارِ حُسنم گیسو۔ یہ جالی عارض
انے بھی دیکھے ہیں شائیکے خالی عارض
صبح سے بیٹھے ہیں لے کے خیالِ عارض
وہ تو ہے سلسلہ زلفِ یہ خالی عارض
ذہن میں آئینہیں ملکتی ہے مثالِ عارض
چاہتے ہیں کہ بنیں آپ کے خالی عارض
پہلے اتنے تو نہ لے یا رتھے خالی عارض

ذاتِ واحد کے تصوّر میں رہو محوِ جلیل
یا دِ گیسو ہے نہ اچھی نہ خیالِ عارض

رویفے طے مہملہ

اُلفت کا عہد کر کے نباہیں غلط غلط کیونکر وصالِ غیر کا الزام دیجئے قائل نہیں میں اسکی محبت کا نامہ بر اغیار دردِ عشق سے آگاہ بھی نہیں اے دل خیال کو چہ گیو کو چھوڑے کہتے ہیں عاشقوں میں نقلی بلا کی ہر	وہ بھی مری طرح مجھے چاہیں غلط غلط کہتی ہیں انکی پاک نگاہیں غلط غلط تو نے سنی ہوں یار کی آہیں غلط غلط کروٹ بدل بدل کے کراہیں غلط غلط طے ہو سکیں یہ تیج کی راہیں غلط غلط پہنچیں کسی کی عرش پر آہیں غلط غلط
--	---

جلی سے کون آنکھ لڑائے گا اے جلیل
دیکھی ہوں تو نے اسکی نگاہیں غلط غلط

رویفے طے معجمہ

بیٹھ جا کر سرِ منبرِ دعا عطا سے تو جائز نہیں یہ جائز ہے بند کرتا ہے درِ توبہ کیوں داعظوں کی مین کروں کیا تعریف میکشون ہی کے لئے ہے یہ بات دیکھ کس رنگ سے اٹھی ہے گھٹا کس طرح پیتے ہیں پینے والے	ہو گیا تو تو مرے سرِ دعا عطا روز کھاتا ہے مرا سرِ دعا عطا کھول کر دعا عطا کا دفتر دعا عطا گھر میں میخوار ہیں باہر دعا عطا جو ہے دل میں ہی لب پر دعا عطا ہتہ کراب دعا عطا کا دفتر دعا عطا دیکھ لینا لب کوثر دعا عطا
---	--

<p>موت بھی آتی ہے تو حیلے سختیاں زندون پہ کرتے کرتے آتشِ ترکا جو پڑ جائے مزہ زند آپسے جو باہرین تو ہوں شیشہ دل کا خدا حافظ ہے ذکرے وعظ میں جب آتا ہے ایک آنکھوں سے لگاتا ساغر</p>	<p>آگیا زندون میں کیونکر واعظ عقل پڑ پڑ گئے پتھر واعظ چونکہ وعظ کا دفتر واعظ تو ہو جائے سے باہر واعظ تیری ہر بات ہے پتھر واعظ بھومتا ہے سرِ منبر واعظ پڑھ جو لیستِ اخطا ساغر واعظ</p>
---	---

محفلِ وعظ میں کیوں جاؤں جلیلی
 ہیں مجھے شیشہ و ساعنر واعظ

ردِ نفسِ مہملہ

<p>دردِ جگر کی جب ہوئی دل کو اطلاع کیا فائدہ کہ ان سے کرین عرضِ حال ہم بھولوں کو دیکھ دیکھ کے کیا کیا تھے چہچہ ہوتا ہے دل میں شہادت جو جو بسن پیرِ مغان سے راز چھپانا فضول ہے جانا ہے جب بہار کو جائیگی باغ سے ہکو تو راہِ عشق میں چلنے سے کام ہے دُزدِ نگہ ترا ہے وہ شاطر کہ آنکھ سے</p>	<p>پھر خاک ہوگی اُس بتِ قاتل کو اطلاع ممکن نہیں کہ دل کی ہنودل کو اطلاع دمِ قفس کی تھی نہ عناد دل کو اطلاع شہرِ گ پھر کے دیتی ہر قاتل کو اطلاع ہر بات کی ہے مرشدِ کامل کو اطلاع ہوا ہے صبا بھی نہ عناد دل کو اطلاع منزل کی ہوگی رہبرِ منزل کو اطلاع کاجل اڑا لے اور نہ تو تل کو اطلاع</p>
--	--

<p>ہو جائے کاش ساقی محفل کو اطلاع دربان تو کیا ہوئی نہ سلاسل کو اطلاع ہلتے کو ہے نہ صاحب محل کو اطلاع</p>	<p>رندان بادہ نوشن کا نشہ اُتر چلا دستی ترے نکل گئے زندان سے اس طرح مجنون ہے ساربان مگر لطف دیکھئے</p>
<p>یہ ہے کمال انکی لطافت کائے جلیل دل میں رہے وہ اور نہ ہو دل کو اطلاع</p>	
<p>ردیفین مجتبہ</p>	
<p>دشمن کو بھی خدا نہ کیسا دکھائے داغ شبنم ہزار دھوئے نہ لٹے کا جائے داغ کوئی دوائے درد ہو کوئی دوائے داغ کہتا ہی ہو فلسفہ ابھی ابتدا ہے داغ اب تو خوشی سے بھول لیں بجا ہے داغ اور آگے آگے دیکھئے کیا گل کھلائے داغ اتنے سے دل پہ ہنسنے ہزاروں ٹھائے داغ اک درد بھی ہو زمین ہائے سوائے داغ</p>	<p>دنیا میں ہر لمبے ہے بڑھ کر لمبے داغ نظرت میں ہو جو عیب تو اسکا علاج کیا آئین تو آئین نامہ و پیغام اس طرح اس شکوے پر کہہ دل میں جلن انتہا کی ہو بلبل کا رنگ موسم گل نے بدل دیا انگھرا آگ کا دل سوزان ابھی سے ہو جس پر چمن ہو صد تے وہ غنچہ یہی تو ہے کرتا ہے گر علاج تو من لے یہ چارہ گر</p>
<p>داغ فراق داغ کو برسوں ہوے جلیل اب تک زبان اہل زبان پر ہے ہائے داغ</p>	
<p>ردیفین (دو بحرین)</p>	

<p>دل گیا زلف پریشان کی طفسر پھر بڑھیں زلفیں سو روئے نگار اے اہل تیری تواضع ہے محال باؤن لگ جاتے ہیں آتے ہی بہار آکھ اٹھتے ہی سو روئے حبیب لیکے دل میرا یہ کہنا ہے وہ بت حشر کر آے وہ کشتوں میں ہپا پی گیا دل کا مرے سارا لہو</p>	<p>میں چلا گئے سے بنایان کی طفسر پھر گھٹا اٹھی گلستان کی طفسر جان جانے کو ہے جانان کی طفسر ہاتھ بڑھتے ہیں گریبان کی طفسر رخ کیا افکون نے دامن کی طفسر اب نظر اپنی ہے ایمان کی طفسر جب گئے گورِ غریبان کی طفسر اک ذرا دیکھو تو پیکان کی طفسر</p>
--	--

انہی رحمت کی طفسر دیکھو جلیل
کیون نظر کرتے ہو عصیان کی طفسر

ردیفیات

<p>سر نیاز تھا جب وقف آستانہ عشق کسے جو کام فون کا وہ ہے فناء عشق لٹا رہی ہے مری چشم تر خزانہ عشق وہ کہہ رہے ہیں لپٹے غم سے فناء عشق مگر ابھی ہے بہت دور آستانہ عشق بنار اہون میں دل کو نگار خانہ عشق یہ حُسن کا ہے فناء وہ ہے فناء عشق</p>	<p>بڑے مزے کا زمانہ تھا وہ زمانہ عشق لگاتے تیر جو دل پر وہ ہے ترانہ عشق ٹپکے ہے ہیں دُرائی لکڑی مرگان سے زبان کاٹی ہے تم نے جو اپنے کشتوں کی گیا ہے تا یہ فلک گو ترپکے دل میرا لے ہیں درخ الم ان میں رنگِ خون دیکھو نہ پوچھے ارنی اور لن ترانی کو</p>
---	---

وہ تاک تاک کے سینے پہ کیوں نہ وار کرین	چمن ہو یا نہ ہو اللہ سے دعا یہ ہے
کہ مرغِ دل ہو مرا اور آئینہٴ عشق	نہ اینڈ اینڈ کے پھولوں کی بیج پر سوتے
کبھی سنا نہیں تم نے مگر فناۂ عشق	صدائے قیس یہ صحرا سے اب تک آتی ہے
کہ ڈھونڈتا ہوں میں پرانے میں خزانہٴ عشق	نگاہ اس لئے ہے اُسکے خالِ عارض پر
کہ میسے دام میں آجائے کوئی فناۂ عشق	سنا ہے قیس بہلتا تھا لڑکپن میں
نہ جب تک کہ سکوننا تا کوئی فناۂ عشق	کرین نہ خانہٴ خرابی کی قدر کون عشاۃ
اسی کے دم سے ہے قائم بنائے خانہٴ عشق	

دعا ہے بیخدا بھی عجب دعا ہے حلیل
خدا کرے تجھے مستِ شراب خانہٴ عشق

کہاں ہم اور کہاں اب شراب خانہٴ عشق	نہ وہ دماغ نہ وہ دل نہ وہ زمانہٴ عشق
ہوا ہے شہرِ خوشان میں جب گز میرا	سنا کیا ہوں لبِ گور سے فناۂ عشق
خیالِ رخ پہ ہے موقوفِ دل کی آبادی	کبھی نہ گل ہو الہی چراغِ خانہٴ عشق
بھسکے ہوئے ہیں جیناں سیتنِ دل میں	خدا کرے کبھی خالی نہ ہو خزانہٴ عشق
گئی دماغ میں جس کے کیا اسیر اسے	عجب کند ہے بڑے شراب خانہٴ عشق
کہیں ہے دماغ کا ٹھنڈا کہیں ہے سوز کا ذکر	سنو نہ تم کہ بہت گرم ہے فناۂ عشق
غلط ہے صاحبِ دولت کو گر غنی کہیے	غنی وہ ہے جسے اللہ نے خزانہٴ عشق
جو بھر غم میں گرا ہاتھ دھو کے جینے سے	اسی کے ہاتھ بھی آیا دُرِ یگانہٴ عشق
تمام عمر اسی صحرا کی خاک چھانی ہے	جو تم سنو تو سناؤں کوئی فناۂ عشق
بنے ہیں جب سے وہ یوسف ہر ایک کا کہتے	کھلا ہوا ہے بیان بھی دُرِ خزانہٴ عشق

کسی پہ دل کا تھا آنا کہ بخود چھائی جبکہ ان کے دل میں یہ آتی ہے کچھ نہیں نالے چمک کے دارغ یہ کہتا ہے دل کی آہوں سے یہ جانیئے کہ لگی ہاتھ دوست کو نہیں	سمندر ہوش کو آفت ہے تازیانہ عشق تو مجھ سے کہتے ہیں چھڑو کوئی زانہ عشق ہوا سے بچھ نہیں سکتا چراغ خانہ عشق لے جو خرمن ہستی سے ایک دانہ عشق
---	---

بیان ایاز ہے آقا غلام ہے محمود
جلیل کیا میں کہوں تم سے کارخانہ عشق

ردیف کاف عربی

لے درد دکھاؤں لی اجاب کہاں تک تاروں میں نموداری ہنسا کہاں تک دیوانے کو سمجھائیں گے اجاب کہاں تک سوچو تو ذرا آگ پہ سیاب کہاں تک ترپے گا الہی دل بیتاب کہاں تک پانی کی طلب ماہی بے آب کہاں تک بھولیں مجھے بھڑے ہوئے اجاب کہاں تک یہ دیکھتے ہیں صبر کی ہے تاب کہاں تک منہ دھوئیگا شبنم سے یہ ہنسا کہاں تک ہو پروش ماہی بے آب کہاں تک برہمنی صحبت اجاب کہاں تک	ترپوں صفت ماہی بے آب کہاں تک افسان کی چمک چمکے شب بھسکے لے ہے جہ فضل گل آئے گی چمک جائے گا سوا شکل ہے کہ دل دست خانی میں ٹھہرے کاندھوں پہ جہانے کو سنہلے نہیں دیتا لے چشم ابا کلا شک بھی دل میں نہیں باقی اک داغ نہیں سکتے کیلجے میں ہیں نامور عاشق کا ستانا نہیں منظور نہیں ہے قدرت کا دیا داغ کبھی مسٹ نہیں سکتا بے شربت دیدار کے دل زندہ رہے خاک کرتے ہیں گلہ چرخ سے غنچے بھی چمک کر
--	---

<p>مرنے سے کوئی خوش ہو تو مرجانا ہی اچھا آخر کھٹ مجنون نے لیا دامن لیسلا ہو دست پری میں جو پھلکتا ہوا ساغر وہ آپ تو شوخی سے بنے جاتے ہیں بجلی نازک سے رگ جان مری اے طبیب تر دست ہمت ہے تو خود فیصلہ کر لینگے ہم اُنے کہد و شب ہجران میں اجل آ کے سلاوے موتی پہ ہے اے جلوہ جانان بحث الزام</p>	<p>بتیاب رہوں صورت سیاب کہاں تک دربار جنون میں ادب آداب کہاں تک انسان ہوں میں صبر کی پرتاب کہاں تک مجھ سے ہر یا رشاد کہ بے تاب کہاں تک نشر زنی جنبش مضرب کہاں تک غیر سے تو منت کش احباب کہاں تک چشم نگران منتظر خواب کہاں تک بجلی جو گرے لائے کوئی تاب کہاں تک</p>
---	--

رہنے دو جلیل اب کوئی سنتا نہیں اسکو
افسانہ دردِ دل بیتاب کہاں تک

<p>دل کو پیش ہجر کی ہوتا ب کہاں تک کچھ اور وہ تڑپا گئے یوں دیکے تسلی لینا ہے اگر دل کو تو آغوش میں آؤ لے چرخ شبِ غم کی سحر اب نہ لے گی یان کو چ کی آتی ہے صدا چار طر سے ہے تیری جوانی کہ بھٹی پڑتی ہے ظالم یان ساتھ تڑپنے کے ہے رونے کا مزہ بھی باز آؤ تغافل سے جوانی پہ نہ بھولو دو دن کی یہ زینت نہیں لے چرخ گوارا</p>	<p>ہم پہلو آتش رہے سیاب کہاں تک بتیابی دل لے مرے بیتاب کہاں تک تم دور ہو اچھلے دل بیتاب کہاں تک دھونڈے گائے شعل ہتھاب کہاں تک دو ہاتھوں سے ہو ماتم حباب کہاں تک پھر کوئی سنبھالے دل بیتاب کہاں تک تڑپے گی بھلا ماہی بے آب کہاں تک ہوتی ہے کوئی دم میں سحر خواب کہاں تک بالا لے لہر چا در ہتھاب کہاں تک</p>
--	--

کھول چھی طرح آنکھ ذرا رنگ چمن دیکھ لنا ہے قیامت میں تو آجائے قیامت غم کھاکے رہو مت اگر زیست ہے منظور بکھری ہوئی زلفیں رُخ روشن سے ہٹاؤ اے ضعف خدا کے لئے کچھ تو اسی مدد کر	اے زکس محذور شکر خواب کہان تک بھڑے ہن بھڑے ہے اجاب کہان تک یارانِ قفس بے خوئے خواب کہان تک بس ہو چکی سیر شب ہتاب کہان تک تڑپاے گا مجھ کو دل بیتاب کہان تک
--	---

چل بیٹو جلیل اب کسی میخانے میں چھپکر
یہ وعظ سربمبند و محراب کہان تک

ردیف کاف فارسی

وہ بھی دیکھنے جاتے نہیں گلزار کا رنگ کیا کہوں تیسرے نہونے سے اُداسی گھر کی خون عاشق کے تصدق سے ہے اے تیر فگن سر کو ٹکراتے گزرتی ہے مجھے وحشت میں چشم بیمار بھاری تو ہے اچھی لیکن شوخیں ہیں آپ تو باتیں بھی ہیں شوخی سے بھری ایک بوسے پہ بھی پوچھا نہ کسی نے دل کو تم ہو یوسف مگر اب کوئی زلیخا تو نہیں اشکِ غن سے جو کیا کرتی ہے لبِ بل چھڑکاؤ آ فیصل جوانی کی خبر دیتا ہے	کہتے ہیں گل نثارِ لیں مے رخسار کا رنگ اب تو دیکھا نہیں جاتا درو دیوار کا رنگ لبِ مشوق سے بڑھ کر لبِ سوفا کا رنگ دیکھے آ کے کسی دن درو دیوار کا رنگ نظر آتا نہیں اچھا دل بیمار کا رنگ لب پہ جھنے نہیں پاتا کبھی اقرار کا رنگ آج پھیکا ہے بہت عشق کے بازار کا رنگ حُسن کا مول کو دیکھ کے بازار کا رنگ سچ تو کہتی ہے مئے مے سے ہر گلزار کا رنگ ہلکا ہلکا یہ تھے پھول سے رخسار کا رنگ
---	--

دم رخصت لگا کر تیسرے بولے مزد ہے برق و باران میں اسی کا کوئی ثبات ہو دل جس سے پہلے سمجھتے کچھ نہیں رندوں کو داغ مبارک گالیان غیرون کو ان کی لب جان بخش سے وہ کوستے ہیں ہزاروں دلبر اور اک دل کرین کیا عدم کو جاتے ہیں تو شہ نہیں ساتھ	نشانی اپنی کچھ تو ہم دے جائیں پے بھی جائیں تو بہ بھی کئے جائیں جو آنا ہے زبان ہم کو دے جائیں مناسب ہے کہ اب سمجھا دے جائیں وہی یہ گھونٹ شربت کے پے جائیں یہ مطلب ہے کہ مر مر کر سچے جائیں اسی کھنٹ کے ٹکڑے کئے جائیں اجازت ہو تو دوبارے لئے جائیں
--	--

جلیل اب جنتِ دل کو کر دِ صبر
نہیں ایسے جو یہ بہلا لئے جائیں

نفس میں ہوں کہ طائرِ آشیان میں وہ بلبل ہوں جو چھوڑے آتش گل پتھر کر کون پیچھے رہ گیا ہے چمن یوں ہی رہے گا نذرِ صرصر ہرے ہیں یار کی محفل میں اغیار دل پر سوز کی اندر سے گرمی میں بے عشقِ لطیف داد خواہی کر اور موٹٹ کی ہیں بختیں ہوم اشک میں ملتا نہیں دل	ترا کرتے ہیں ذکر اپنی زبان میں لگا دے آگ بجلی آشیان میں جس چلا رہا ہے کاروان میں ہے اک تنکا بھی جنتِ آشیان میں جہنم کا سماں دیکھا جنان میں اثرِ جل جاے گر آئے فنان میں مزد ہے درد کا سارا فنان میں برا جھگڑا ہے یہ اردو زبان میں مرا یوسف ہے گم اس کاروان میں
---	---

<p>لپکتی ہے گری پڑتی ہے بجلی،</p>	<p>ہے ایسی کونسی شے آشیان میں</p>
<p>جلیل اس باغ میں کانٹے کی صورت</p>	<p>کھٹکتا ہے نگاہ باغبان میں</p>
<p>کوچہ زلف سے ملتا ہی نہیں یا خدا دل بھی گیا دلبر بھی جکو چاہوں وہ بُرائی چاہے حالِ دل سُنکے چُرانا آنکھیں جانِ دل دونوں تصدق تم پر لوگئیں جبے نگاہیں باہم جھوٹے وعدے بھی نہیں کرتے آپ بے جھپک بھسنے لگے آنکھوں میں دردِ دل سُنکے وہ کچھ تو کہتے جان کے ساتھ ہے زلفوں کا خیال</p>	<p>دل کو سکتہ بھی ہے سودا ہی نہیں درد کیسا ہے کہ جاتا ہی نہیں ہاے بینکی کا زمانا ہی نہیں کیا کہیں آپ نے دیکھا ہی نہیں تسے بڑھ کر کوئی پیارا ہی نہیں میرے اُنکے کوئی جھگڑا ہی نہیں کوئی جینے کا سہارا ہی نہیں اب کسی سے نہیں پروا ہی نہیں ہاے اُسے کوئی کہتا ہی نہیں سر سے جائے یہ وہ سودا ہی نہیں</p>
<p>دل حسینوں میں پھر الہامِ جلیل</p>	<p>کہیں ایون کا ٹھکانا ہی نہیں</p>
<p>دیکھا ہے وہ جمالِ بختِ خوشِ جمال میں ابر سے یار سے جو ملاتا ہے آسمان باد بہار کان میں کیا جھپک کے کہہ گئی آنکھوں پر کچھ کے زلف جو میں شکبار ہوں</p>	<p>اُسے قیاس میں نہ کسی کے خیال میں کیا ایسے چار چاند لگے ہیں ہلال میں پھوڑے نہیں ساتے شکوے نہال میں موتی پر دریا ہوں تیرے بالِ بال میں</p>

دشمن سے بھی بگڑ گئی شاید مری طرح کیا تمہارے نظر کی طرح وہ نظر نہ آئے چشمِ یہ میں سے کماؤ نہا کہ کھینچ کر دشمن کے ساتھ آئے ہیں میت پر اس لئے ڈر ورن سے اور بڑھ گئیں آنکھوں کی تو خیاں قاتل سے یہ جواب ملا کہ کے مدعا خال ہے جام بھرتے شراب اس میں ساقیا ہے کہنی کی قید میں عالم شباب کا	کچھ کچھ جھلک خوشی کی ہے میرے لال میں اور رات دن پے مری چشم خیال میں کیا کیا نکالتے ہیں وہ شائین غزال میں نہلائیے مجھے عرقِ انفعال میں پھل بل کھا ہے میں ہر ہنچکے جال میں رکھ دی زبان کاٹ کے دست سوال میں رکھ دے اس قاتل کو طاقِ ہلال میں اکیا سیر ہے کہ بدرجہا ہے ہلال میں
---	---

فکرِ سخن میں ہو گئے کچھ ایسے ناتوان
آتے نہیں جلیلِ خدا اپنے خیال میں

عدو سے ہم صفتِ شمع جل کے جاتے ہیں وہ جاتے ہیں کہیں جائیں کرین دلِ مال یہ مرنے والوں کو پاس دے ہے انکے حضور جواب کے آئیں تو دامن سے باندھ دوں ارمان دہائی ضبط کی آنسو پی نہیں جاتے ہیں اشکِ گرم کے دھبے تون کے دہن نکل گیا ہو نہ آنکھوں کی راہ دل میرا پھرین جو زرع میں آنکھیں نہ بگمان بولا نہ نکلی بوند لہو کی جو بنتی رنگ جٹا	تمہاری نرم سے کیا بھول بھل کے جاتے ہیں یہ کیا خفا ہے جو تلوں سے مل کے جاتے ہیں ہنا کے جاتے ہیں کپڑے بدل کے جاتے ہیں پھر ان کو دیکھوں گی کو نکھر نکل کے جاتے ہیں بھیسے مریے دو جام پھٹکے جاتے ہیں کہان کہان یہ سر کے اچھل کے جاتے ہیں یہ کہ کڑھوٹنے آنسو نکل کے جاتے ہیں یہ آپ ہم سے کہان لٹل کے جاتے ہیں وہ ملنے آئے تھے دلِ تھل کے جاتے ہیں
---	--

ترا حضرت دل کو ہے اُن کی مٹھی میں جو چھوڑ دین بھی ہاتھوں اُچھل کے جاتے ہیں

اُنھیں مُناٹینگے اشارہ صُف کے جلیل
جانے رنگ وہاں لعل اُگل کے جاتے ہیں

<p>وعدہ کر کے وہ ہاے جاتے ہیں کیا ڈرے ہیں نگاہِ دشمن سے دستِ رنگین وہ رکھ کے سینے پر لٹ گئے پر بھی حوصلہ ہے ذہنی وہ چلے ریشل دم خفا ہو کر تیغِ لپٹی ہوئی ہے کشتوں سے سرِ چڑھے تھے بہت جو حضرت دل ہیں جو مشہور قاتلِ عالم میسرے رونے پہ بدگمانی سے دل میں کوئی نہیں سوائیسے ہم نے پوچھی تھیں صل کی راہیں دور میں تیسے کس کو ہے آرام آپ فختار ہیں سنین نہ سنین سابقہ ہے لحد میں حور وں سے شیعِ تربت بنے ہیں وہ مے بعد ہم تو جاتے ہیں اُس گلی سے جلیل</p>	<p>روگ دل کو لگاے جاتے ہیں میرے دل میں سماے جاتے ہیں آگ دل میں لگاے جاتے ہیں ناز تیسے مٹھاے جاتے ہیں اب نہ آئینگے ہاے جاتے ہیں ککے روٹھے مناسے جاتے ہیں خاک میں اب ملاے جاتے ہیں دیکھو وہ مُنہ چھپاے جاتے ہیں روزِ طوفان مٹھاے جاتے ہیں تیر کس پر لگاے جاتے ہیں آپ رستہ بتاے جاتے ہیں سوئے نشتے جگاے جاتے ہیں ہم تو اپنی سناے جاتے ہیں اب بھی ہم آزاے جاتے ہیں ابتک آنو بہاے جاتے ہیں مگر آنکھیں بچھاے جاتے ہیں</p>
--	---

بیدار تیرے دوزخ میں کیوں ات بھر ہوں میں
 ناولک چلا نہیں ابھی چٹکی سے جھوٹ کر
 ممکن نہیں جو وصل تو ٹھہراؤ قتل کی
 رونے سے اور شوق بڑھا کو سے یار کا
 آئینہ جب ہٹے تو نظ سے نظر سے
 بسے میں ان کے پڑ کے جو پائی ہے آبرو
 اٹھتے ہی ان کے لوٹ گیا میں تو بول اٹھے
 دل کو تو مٹھ کر کرتی ہے گردش اس آکھ کی
 وہ اور زلف چھپے یہ بکھرے آئینے
 میں نے تھکائے غم کو جسگر بھی بھلا دیا
 راتوں کو بچنے کی ہوئی عادت برا ہوا

کیا کوئی فتنہ لے خاک فتنہ گر ہوں میں
 پہلو سے دل بکا رہا ہے ادھر ہوں میں
 کب تک ہوں ادھر میں راہ ادھر ہوں میں
 ہر شک کہہ رہا ہے چلو ہمسفر ہوں میں
 ٹٹی سی بیچ میں ہے ادھر تم ادھر ہوں میں
 موتی کو ہے یہ ناز کہ عالی گھر ہوں میں
 کیوں کیا خدا نخواستہ درجہ جگر ہوں میں
 اور دل ہے سپہ لڑ کہ بد نظر ہوں میں
 اللہ کس خیال میں شام و سحر ہوں میں
 بجا نہیں اگر یہ کہوں بے جگر ہوں میں
 اب تو وہ اپنے منہ سے کہینگے قمر ہوں میں

فیض امیر باعثِ شہرت ہے اے جلیل

شاگرد نامور کا ہوں یوں نامور ہوں میں

خوب آئی ہے ترے وصل کا پہلو دل میں
 کیا نزاکت ہے نہ پہلو میں کبھی تو آیا
 تو نے صدا چاک کیا اس لئے شانے کی طرح
 ان سے بھی حالتِ دل بنہیں بکھی جاتی
 گھر تو پھوٹا ہی تھا کہین چھوڑ دیا حق اپنا
 بے گئے آنکھوں سے ہیر بھی ہے اک آگ لگی

دل کو سینے سے لگائے ہوں کہہ تو دل میں
 نہ تھے وصل کا آیا کوئی پہلو دل میں
 کہ سنو جا میں سا کر ترے گیسو دل میں
 یہی باعث ہے جو رکے نہیں آنسو دل میں
 چٹکیاں لینے بھی آتا نہیں اب تو دل میں
 پھونکے یہ مجھے رہتے جو آنسو دل میں

خوش ہوں بس میں کہ چڑا ہی نہیں سکتا کوئی خون ارمانوں کا کرتا ہے یہ کیا کرتا ہے الفت زلف میں لاکھوں ہی اٹھائے جھٹکے قیس دلیلے کو ہم دست گریبان دیکھا سیرا سہم کوئی دیکھے مری بیتابی کی کون سب میں ہے ترا چاہنے والا دل سے ہنسنے پہلو میں پری خانہ بنا رکھا ہے زلف جانان میں دوازی ہر قیامت کی جلیں	بھری اُن گیسوؤں نے شک کی خوشبودل میں جی نہ گھبرائے کا تنہا جو رہا تو دل میں فرق آیا اگر اب تک نہ سرسودل میں دل سودا زدہ گیسو میں ہر گیسو دل میں بیٹھے بیٹھے جو بدلتے ہیں زانو دل میں صاف کھلجائے اگر غور کرے تو دل میں روز آ رہتے ہیں دو ایک پر دل میں وان کھلے شانے یہ پان گئے گیسو دل میں
---	--

یو فاؤن کی محبت بھی مجھے جلیل
غیر ممکن ہے پشیمان ہو تو دل میں

ضبط گریہ میں ہے کیا عجز ہو تو دل میں تیری پلکوں سے تھیں وابستہ امیدیں کی دھیان اتوں کا تے سب رُلا دیتا ہے دھیان بندھتے ہی نگاہوں میں اندھیرا چھایا وہ جو پہلو میں ہیں بیٹھے ہوئے کھٹا ہی نہیں غصے میں اور ادا تیری بھلی لگتی ہے شوق دیدار سے آنکھوں میں چلے آتے ہیں چتوین دیکھ کے تڑپائے ہم ساری رات جس تو دل کی ہے یہی کہ پھٹک جاتے ہیں	آنکھوں سے آئیں لپٹ کر بھی آنسو دل میں آنکھ کیا تیری پھری پھری گئی جھاڑ دل میں یہی موتی ہیں جو بناتے ہیں آنسو دل میں سایہ گیسو کا رہا آنکھ میں گیسو دل میں دل ہے پہلو میں رہا ہے کہ پہلو دل میں تو رسی چڑھی ہے اتر آتے ہیں برودل میں لاکھ روکوں نہیں کئے مرے آنسو دل میں آنکھ آنکھوں میں ہی آنکھ کا جادو دل میں بات کا بھی کوئی آتا ہے جو پہلو دل میں
--	--

کوئی اٹھتا ہے تو باتوں میں لگاتے ہیں

سلامت دست و دست کیا کرین ہم جاگے گلشن میں
جس کے سیر کو پھر سنہ چھپانا کیا ہے دامن میں
بنو تم شمع محفل میں جلون کیا فائدہ اس سے
ستم ہے تو ہم گل ابے بھی یوں ہی گزر جائے
کھڑے ترست کہیں حشر تھیں دل سے وہ کہتے ہیں
ابھی کیا ہے بہار آنے پہ کھل کھیلین گے متوہ
جلا کر کر دیا تھا طور کو جس آگ نے سُسمرہ
چمن میں بھول جتنا بھول والوں کو مبارک ہو
بہار آخر ہے اب چار ماہ گرم اے بلبل
تھیں جانو کہاں چھپ چھپ کے تم راتوں کی جلتے ہو
کہو تم اپنے جو بن سے کہ اٹھ کر فیصلہ کرے
خران کے دوڑیں نہ ہیر جب دیکھیں گے دیکھیں گے
کبھی روتا ہوا گزرا ہے شاید کوئی دیوانہ
اٹھاتا ہے یہیں آ آ کے آفت فتنہ محشر
نشین کیا چمن ہی ٹھکانا گیا بجلی سے لے بلبل
سوا اسکے کہ دو چار اور بھی شاق ہو جائیں
یہ نکت گل سے گانو کی یہ صورت تھیں جو بن کی
یہ ٹھکانا ہے مرے غم میں تڑپ اٹھانا ہو کوئی

وہی کھلایا یونگی دم بھر میں جو کلیان میں امن میں
دکھا دے عارض زکین لگا دے آگ گلشن میں
تہا کے ساتھ جائیں میرے دشمن دشمن میں
مے صیاد دم بھر کو قرض لٹکا دے گلشن میں
مرے بچپن کیونکر نیند آئی جس سکون میں
اڑیٹے خوب گلچرے تھیں سے بھول گلشن میں
شرارت بنکے اب سہاگنی ہے ان کی جہون میں
یہاں بھی اے جُون کونے گریبان میں دامن میں
خران کے آتے آتے تو لگا دے آگ گلشن میں
تہا کے نقش پا کچھ کہہ ہے ہن کو سے دشمن میں
رہ گیا تاکجا جھگڑا جوانی اور بچپن میں
چرخ اسوقت تو بھول کا جلتا ہے گلشن میں
ہزار دن چاک آتے ہیں نظر صحرا کے دامن میں
یہ پوچھو کونسی دولت گئی ہی ہم سے مدفن میں
ہو اسب کچھ مگر گرمی نہ آئی تیرے شیون میں
نتیجہ کیا ہے اسکا تم جو اٹھتے ہو جلن میں
جوانی تم پہ کیا آئی بہار آئی ہے گلشن میں
الہی کروٹیں لینے لگی کون لاشیں فن میں

مبارک تجھ کو اسے شوق شہادت وقت آہو بچا خدا رکھے تھا ہے ہی ہین سنب دانہ و بیل مراد لکھو گیا اچھا ہوا جانے دو ذکر اس کا	دھاک سی دہی ہے آج تو جو گت گردن ہین تھین ہوشم غفل ہین تھین ہوشم غفل ہین یہ کیا ہے ہے چھپائے بیٹھے ہو تم جسکو دامن ہین
---	---

جلیل ایسا کہان کوئی تون کا چاہنے والا
برہمن بنے ہم برہمن رہے دیر برہمن ہین

بوتر پانے کی باتن تھین ہین سبت کی چتون ہین چن میں نشان تو باندھنے کو باندھے سب ہین ہزاروں لاکھوں ارمان تھے نہ نکلا جئے جی کئی دراپنہ کر و حشمت میں کئی کئی تھے سے تھا ہے مٹا کیا کی جو میں نے لے لئے رخسار کے لیے خوشی یا رشک تو جب ہو کہ محکو ہوش ہو اسکا جوان مہتے ہی ان کے ٹھڈی سائین رگے بھنے تھا ہے ناتوان پر کیا حد میں سختیاں ہوتین جبکہ یا ہوش تب جانا کہ میرا تیرا قسم تھا سنا ہے کر لئے اپنے ٹھکانے ہم صفیرون نے ہین وہ ہین کہ مر کر بھی نہ چھوٹے بقیراری سے ابھی سے لگ گئی پتی تری آواز میں بلبل سنا تھا حشر میں مڑے اٹھین گے ایک سے ستر گل و بیل نہیں بولین صبا ہے بھی دوسر گشتی	اثر آئے تو اب آئے کہان سب سے شمعون ہین مڑہ جس کے اے بیل ہوا بندھ جائے گلشن ہین اب اس کی فکر ہے کیونکر سانی ہوگی مرن ہین گر سیاں ہین ہے ایک لکھا ہوا دایاٹ ان ہین گر تے کیون ہو کیا گلچین ہین ہوتے ہر گلشن ہین مے پہلو مڑے ہٹے ہین یا آغوش دشمن ہین صبا کا دور دورہ ہے بہا رانی ہر گلشن ہین فرشتے آئے لیکن خاک کچھ پایا نہ مرن ہین سنا تھا جفسانہ لیلی و مجنون کا بچپن ہین کوئی نازک سی ہم بھی شاخ چھانین چلا گلشن ہین ابھی سے لاش مرن پر بھی ہوا لاش مرن ہین یہی حالت ہے تو پھیلے پھیلے کی خاک گلشن ہین یہاں تم نے ہزاروں بھر دے ایک لاکٹ مرن ہین ہین سے سب کھٹکتے ہین ہین ہین خاک گلشن ہین
---	--

نہ جب ملتے تھے وہ ہم سے اب ملنے کی صورت ہے
ہماری لست رانی کیا ہے بجا ہر صفر دن سے
اُدھر وہ پیار سے دُفن پیر سے ہاؤر کئے ہیں
گر بیان چاک بھولوں کو جو دیکھا ہم نے یہ جانا
نہ اُن کا رخ نظر آیا نہ اُن کی زلف ہاتھ آئی
اُدھی بیکسی سب کو بہین سر بھوڑا اپنا
صفائی ہاتھ کی جیسے کہ تہود کو کسے قاتل
خدا باد رکھے دور قاتل میں ہے من ایسا
کوئی بھانکے نہ جھانکے مُفت میں نہ نکلے تہین

جوانی میں ہوئی تنگین حیات تھی جو راکب میں
ہماری گلشن تانی دیکھے گلشن ہے گلشن میں
ادھر میں بار احسان ہے با جانا ہوں دُفن میں
تسے خوشی ہوا کھانے نکل آئے ہیں گلشن میں
شکوہ پھوڑ کر چلتے ہوئے شیخ دُبر میں
لگے ہیں لعل کیا ایسے ہمارے رنگ دُفن میں
لگی لیٹی نہ رہ جائے کوئی رگ میری دُفن میں
ہزاروں پاؤں پھیلائے ہوئے تھے ہیں دُفن میں
مری آنکھوں کے ڈھیلے رکھ دو اڑنے کے روز دُفن میں

پر دتے ہو جو تم کو تار میں لپیچ کے دانے
جیل میں چھاپا ہے رشتہ بورد شد شیخ دُبر میں

نظر اٹھا کے کوئی دیکھتے یہ تاب نہیں
جواب خشک سنون سا قیام تاب نہیں
شباب کا ہے مزہ یاد گو شباب نہیں
میں اپنے ضعف کے ہاتھوں تر پین سکتا
وہ میسر شکوے پہ کہنا نقاب اٹھاتے ہے
سنا تھا ہم نے کہ ٹھنڈک سے نیند آتی ہے
نکاسے کا نام نہ لہو پڑھئے نمز سے کرتا ہے
یہ ایک گھیل ہے جو قتل عام کرتے ہیں

وہ ان عتاب سے کیا کم اگر نقاب نہیں
شراب کے کدے پر نہ کہہ شراب نہیں
یہ خواب تو ہے مگر بھولنے کا خواب نہیں
وہ جانتے ہیں مے دل کو خطر اب نہیں
نہیں نہیں مجھے تم سے کوئی حجاب نہیں
مگر یہ دیدہ تر آشوب خواب نہیں
وہ ان عتاب سے کیا کم اگر نقاب نہیں
کسی پہ کچھ نہیں عین عتاب نہیں

مرے سوال پر ایسا سکوت کیا کہتا
 کئے کی شرم جیسے ہے وہ پاک پہلے شیخ
 ہمیں تو دور سے آنکھیں دکھائی جاتی ہیں
 چاکے تک سرخ روشن کی ہوشیا کے ہاتھ
 مری نظر تھی کہ تجھ پر پری ہزار دن میں
 پئے بغیر چڑھی رہتی ہے حینون کو
 یہاں سوال یہی ہے کہ ہاں نہیں کچھ ہو
 خدا کا ہوتا ہے کچھ بے دہن نہیں وہ بُت
 وہ اپنے عکس کو آواز دے کے کہتے ہیں
 اسے بھی آپ کے ہونٹوں کا پڑ گیا چھسکا
 غور ان کا جو ٹوٹا تو عاجزی سے مری
 نہ اپنے گل پہ بہت پھول بلبل نادان
 تڑپ کے آہ جو کی مین نے خود تڑپ اٹھے
 چین ہو پھولوں سے کیا خاک میکہ کا جواب
 یہ راز بھی شمع سراج کھل گیا سب پر
 مے پلور ہے زندون ہی کے لئے لے شیخ
 جو اسے تری غفلت کا میری بیداری
 جنون ہے جب کے مجھے شور ہے حینون میں

تھے دہن کا مری بات کا جواب نہیں
 پڑگی خاک اُسی پر جو آب آب نہیں
 نقاب لپیٹے اسپر کوئی غاب نہیں
 یہ دو پہر ہے تو ڈھلنے کا آفتاب نہیں
 ترا جواب ہو کیا جب مرا جواب نہیں
 وہاں شام ہے کیا کم اگر شراب نہیں
 وہاں جواب یہی ہے کوئی جواب نہیں
 یہ باس ہے کہ کوئی قابل خطاب نہیں
 ترا جواب تو میں ہوں مرا جواب نہیں
 ہزار پھوڑے چھٹنے کی اب شراب نہیں
 بجز نیاز کوئی ناز کا جواب نہیں
 نقاب یہی ہے ہاں، کچھ یہ نقاب نہیں
 وہ جلتے تھے مرے تیر کا جواب نہیں
 پیالے اتنے ہیں اور بوند بھر شراب نہیں
 میان عاشق و مشتاق کچھ حجاب نہیں
 وہ کیا پیے گا جسے لذت شراب نہیں
 وہاں خیال نہیں، یہاں بھی خواب نہیں
 ہیں جلیں سے بڑھ کر کوئی عذاب نہیں

جلیل خست نہو دور جا مہینائی

کہ اس شراب کے بڑھ کر کوئی شراب نہیں

دہم سہرے ابھی گرم آفتاب نہیں
وہ آدمی ہے مگر دیکھنے کی تاب نہیں
دہن جو تنگ ہے گنجائش جواب نہیں
وہ کہتے ہیں کہ مجھے حاجت نقاب نہیں
نچوڑے تو کہیں بوند بھر شراب نہیں
کسی حین کا تو اٹھتا ہوا شباب نہیں
بہت سے پرے ہیں کچھ ایک ہی نقاب نہیں
یہ خط وہ آیا ہے جکا کوئی جواب نہیں
اس ایک شعل ہے کچھ لذت شراب نہیں
سر نقاب ہے جو کچھ تو نقاب نہیں
کھلی دلیل ہے کہ یہ بھی بے نقاب نہیں
لٹا رہے ہیں وہ حسن ورا بھی شباب نہیں
یہ ماہتاب تو اسے جو آفتاب نہیں
نقاب اٹھ گئی پھر بھی بے نقاب نہیں
ترکا دور ہے شب کو جو آفتاب نہیں
وہاں ہے کونسا فتنہ جو ہر کاب نہیں
شراب کھچے نہ آئے تو وہ شراب نہیں
کہ کوئی جام یہاں خالی از شراب نہیں

وہ سنی کے سبب واقف عتاب نہیں
نگاہ برق نہیں چہرہ آفتاب نہیں
سوال سنکے وہ چپ ہیں کیوں نہیں کہتے
سمجھ گئے ہیں کوئی دیکھ ہی نہیں سکتا
یہ پاک صاف ہیں ہیں کہ ہے تو دامن
جو حشر اٹھا ہے اٹھ ہو کیوں اٹھا تہ ہے
ہر ایک کچھ میں نکل انکی ہے سیائی ہوئی
نمود سبزہ رخ پر سکوت ان کو ہوا
گنہ گنہ نہ رہا اتنی بادہ نوشی کی
بہار دیتا ہے چھن چھن کے نو ہر پہلے کا
تون سے پردہ اٹھانے کی بحث ہے بیکار
ہلال ہی کا تماشا ہے بدر سے پہلے
ہمکے بوسے کے دھبے سے رخ کا کیا گڑا
ہجوم چاروں طرف سے ہے اب نگاہوں کا
نہ حسن والوں سے خالی کبھی زمانہ ہوا
قدم کے ساتھ ہی آنکھیں بھی چلتی جاتی ہیں
مزہ ہے اس لب نوشین کے چوس لینے کا
یہ کہتی ہیں مرے ساتی کی رس ہری آنکھیں

مرثہ کو سخت جگر دل کو عشق سے یارب جو نیند آتی ہے کرتی ہیں پتلیاں فریاد یہ کہہ رہے ہیں نزاکت بھگے مرے اشار جلاد و شیخ کو پی پی کے خوب بادہ کشو! یہ مست کیا ہے پردہ ہی اٹھ گیا سب کا	سب سے بادہ نہیں سب سے کباب نہیں اے یہ آنکھ کا پردہ ہر فرس خواب نہیں کہ ایک حسرت اٹھانے کی ہم کو تاب نہیں شراب کا ہے مرہ کیا اگر کباب نہیں جلیل سے کسی معشوق کو حجاب نہیں
--	--

جلیل سے بھی رملہ دل کے خوش بہت ہو گے
خراب حال تو سے آدمی خراب نہیں

آج سنئے ہیں وہ اپنا مدعا کہنے کو ہیں وہ زبان تیغ سے کیا جانے کیا کہنے کو ہیں خط تو ہم لکھ بھی چکے جا بھی چکا قاصد کا ہاتھ لطف سے خالی نہیں جھگڑے نیاز و ناز کے پاسکے اُن کو بڑھ گئی ہے اور بھی کچھ آرزو رعب کا اس قدر ہے شوق اپنا اس قدر کیا سنوں میں اُنکی اے ہمدم مجھے معلوم ہے حشر کا دن ہو گا کیا کافی ہمارے واسطے آجکل ہے جس سے آفت اٹھ چکا ہے جس سے حشر آپ کے ہم جھنوں کو اور تو ہم کیا کہیں خاک پر ظالم نے کس شوخی سے رکھے ہیں قدم دل پہ ہے اُنکی نظر اور مجھ سے یہ ارشاد ہے	کون جانے دل میں کیا ہر نہ سے کیا کہنے کو ہیں ہم لب زخم جگر سے مر جبا کہنے کو ہیں کچھ زبانی تجھ سے لے باد صبا کہنے کو ہیں جا دیا کچھ کہیں وہ ہم بجا کہنے کو ہیں کل تجھے کیا کہنے کو ہم اور آج کیا کہنے کو ہیں کہہ نہیں سکتے ہیں پھر بھی مدعا کہنے کو ہیں گالیاں و چار دینے اور کیا کہنے کو ہیں ابتداء سے درد دل تا انتہا کہنے کو ہیں آج اُس سے ہم دہی پھر مدعا کہنے کو ہیں خود بھلے ہیں ایسے لیکن برا کہنے کو ہیں دیکھئے گویا کچھ اُس کے نقش پا کہنے کو ہیں بوجھ تو جانو کہ ہم اس وقت کیا کہنے کو ہیں
--	---

جلیلِ جانِ مصیبتِ مین کیوں پھناتے ہو
سنا نہیں کہ حینون کا اعتبار نہیں

قاصد آیا مگر جواب نہیں
خم تو ہے ساقیا شراب نہیں
بن کے بت سب کہہ گزرتے ہیں
صبح ہوتے وہ گھر گئے اپنے
نور وہ ہے کہ کچھ نہیں کھلتا
طور کے ذکر پر چاک اٹھے
گرچہ دنیا ہے آسنہ خانہ
بن گیا ہے نقابِ پیسے کی
نخ سے افشان چٹرا کے کتے ہیں
چاند کو رات کیا چھپائے گی
چڑھ کے اُتریں گی تیوریاں سو بار
کچھ نہیں میسر بشمار گناہ
ڈھلکے کہتا ہے چودھویں کا چاند
سے تو ڈھلکر رہے گی اسے ساقی
بیکدہ بھی بہشت سے لیکن
سُنکے یہ پردے سے نکل آئے
آہ کو سُنکے سُنہ چھپاتے ہو

میرے لکھے کا بھی جواب نہیں
آسمان ہے اور آفتاب نہیں
بے دہانی! ترا جواب نہیں
اسپہ نکلنے کا آفتاب نہیں
ہے تھے رُخ پر یا نقاب نہیں
بات کی انجمن کو تاب نہیں
میراثانی ترا جواب نہیں
کہ اُترتا بکھی عتاب نہیں
آج تارن مین ماہتاب نہیں
زلف رُخ کیلے نقاب نہیں
کچھ یہ چڑھتا ہوا شباب نہیں
وہ اگر برسرِ حساب نہیں
ایک شب سے ہوا شباب نہیں
کچھ یہ معشوق کا شباب نہیں
مفت ملتی یہاں شراب نہیں
تیری تصویر کا جواب نہیں
ایک بھونکے کی بھی نقاب نہیں

<p>ایک طوفان ہے شباب نہیں مے ہے پانی اگر کباب نہیں</p>	<p>ختم ہوتی نہیں ہوس دل کی دل جلے جب مزہ ہے رونے کا</p>
<p>عشق میں ہے جلیں لاثانی حُسن میں یار کا جواب نہیں</p>	
<p>کوئے دو جام ہن شراب نہیں چاند سورج پہ تو نقاب نہیں غم نہیں ہے اگر کباب نہیں شرم تو ہے اگر نقاب نہیں اور ابھی خیسے شباب نہیں آپ کے خط کا بھی جواب نہیں دور ساقی کو افتلاب نہیں دل نہیں شیشہ شراب نہیں رُخ سے اٹھنے کی اب نقاب نہیں دُختِ رز ہے کچھ آفتاب نہیں اب تھین حاجت نقاب نہیں آج خستہ کل آفتاب نہیں رُخ پہ جب دیکھے نقاب نہیں میسرے اُنکے کوئی حجاب نہیں خط کی کیا بات ہے جواب نہیں</p>	<p>دیدہ منتظر میں خواب نہیں کہہ کے یہ بے حجاب اُن کو کیا بطے کو کرینگے رز نگار دیکھ سکتا ہے کون شکل اُن کی دُختِ رز کچھ ہوش اُڑاتی ہے کیا ہی زیبا ہے مصحفِ رُخ پر رندون کو چکر آے جاتے ہیں ہو بل گرم کیونکر اسے ساقی دیکھی اُس کی پیاری پیاری شکل دیکھ سکتا نہیں ہے کیونکہ اشج پڑ گئی میری آنکھ چہرے پر کونسا خال تیسرے عارض کا آتشِ حُسن بھونک دیتی ہے دل سے دل لگایا تو پھر کیا ہے غیب چھوٹے وہ کہہ کے قاصد سے</p>

<p>ایک کا دوسرا جواب نہیں خیریت ہے کہ بے نقاب نہیں آپ کے قد کا بھی جواب نہیں ابھی سب بے شباب نہیں کیا کہیں شیخ کا شباب نہیں اپنے غصے کی جگہ تاب نہیں</p>	<p>دونوں گال اپنے اپنے خن میں فرد حشرون ہی بپا ہے اُس رخ سے ہو کے بے سایہ سایہ انگن سے کیا وہ جانیں سرور کی باتیں دختر رز سے غوب نبھ جاتی میسے دل کے وہ ناز اٹھائیکے کیا</p>
<p>خاک ہو آبرو غزل کی جلیل تیرے ان موتیوں میں آب نہیں</p>	
<p>وہ بدگمان کچھ اور ہوبدگمان کہیں فراتے ہیں کہ لال ہو تیری زبان کہیں کردٹ شب وصال نے آسمان کہیں یہ ناز کی تھیں نہ کرے ناتوان کہیں پرنے میں اس زمین کے ہواکمان کہیں اُن کی نگاہ تیر کہیں ہے کمان کہیں اُس ہے بندھے جو مرا آشیان کہیں ڈر ہے پلٹ نہ جائے تہا ری بان کہیں آزاد ہوا سیر کٹیں بیسٹریاں کہیں ہم بھی تھائے ساتھ ہیں ہم جہان کہیں مجھ سا کہیں نہ بیر نہ تھج سا جوان کہیں</p>	<p>کیون اُس سے نامہ بر مری بتا بیان کہیں تولیت کی جو لب کی تو اچھلا صلہ ملا پہلو دباے بیٹھے ہیں اُنکا ہم اس لئے الشداب تو آنکھ اٹھانا بھی بار ہے انہار کر رہے ہیں کدورت کا خیر ہو ٹپڑھی اگر ہے مجھ سے تو سیدھی قریب جوشاخ چھانٹتا ہوں وہ گرتی ہے ٹوٹ کر وعدہ کیا ہے تم نے تو بھاری ہی ہو تم زلزون کو تم سمیٹ لو ہم اپنی راہ لیں یہ لاگ یہ لگاؤ سلامت کہ رات دن اُس بانی بستم سے یہ کہتا ہے آسمان</p>

اس ضعف نے تو موت کا دھڑکا مٹا دیا
 غم رہ پڑا ہے دل میں مرے خیر اب نہیں
 ہیں مسکے پینے کو یہ دونوں ملے ہیں
 بلبیل یہ تیری آہ کے جھونکے بلا کے ہیں
 دل کو جلا رہا ہے یہ کس پر پڑے گی آہ
 بازار عشق سرد ہے غصے کو دیکھ کر
 دنیا میں حشر اٹھے بھی تو کیا دکھلا اٹھے
 کیا بات بانگین کی خدا رکھے ایک ہو
 میں جان بلب ہوں یا کہ اسکا مال ہے
 گلشن میں جا کے کونسا بھل ہم کو مل گیا
 ناوک کو اس کے دیکھ کے کہتا ہے مرغِ روح
 انبار ہو رہا ہے دعاؤں کا خیسر ہو
 ہم سے تری کہورت دل بڑھتی جاتی ہو
 ادبے وفا قسم تجھے کھانا نہ چاہیے
 حصے میں اپنے کیون نہ ہو مضمون فراق کا

	مضمون بلند و پیت جو ہیں شعر میں جلیب!	
	اپنی غزل زمین ہے کہیں آسمان کہیں	
ہمیں انصاف سے کہہ دیتا ہے کہ ہمیں کیون مری تیغ ستم ابر کرم ہے کہ ہمیں		دشمنوں پر نگہ لطف و کرم ہے کہ ہمیں سر رستے ہیں بقتل میں تو کہتا ہے دشمن

عجب بہار ہے لائے میں داغ ہونے سے
 جوان مجھے ہوا ٹھالو مزے جوانی کے
 چھپے گا کیا دل پر خون کا راز آنکھوں سے
 اُن برووں سے نمایاں ہے صاف نورِ حین
 یہ شوخ آنکھیں تمہاری تو پھاٹے کھاتی ہیں
 غضب کیا کہ سرِ بام وہ نکل بیٹھے
 نگاہ میں نہیں جتنا ہے مالِ مفلس کا
 نیاز ہوتی ہے قاضی کی صبح کو اسپر
 یہاں خزان کا نہ کھکا نہ خوفِ گلچین کا
 وہ آج اپنے جگر پر جو ہاتھ رکھے ہیں

رہا پھر عینِ بہار کے خوش جالوں میں
 کہ وہ کھیل پھل آتے نہیں نہالوں میں
 جو ہوگا شیشے میں آگے کا وہ بیالوں میں
 ستارہ حُسن کا روشن ہے دوہالوں میں
 خواص شیر کے پاتا ہوں ان غزالوں میں
 نہ آنے والوں میں مہو نہ جانے والوں میں
 ہم اپنے دل کو پھر لالہ خوش جالوں میں
 سب شہینہ جو رہ جاتی ہے بیالوں میں
 بہار گل میں سہ ہے یا تمہارے گالوں میں
 خوشی ہے دھوم ہے فریادِ گریالوں میں

یہ سچ ہے شعر کا کہنا جلیلِ مشکل ہے
 کبھی نہ سمجھے کہ ہم بھی ہیں کہنے والوں میں

ہاے یہ سُرخ سرخ لبِ روشن
 شمعِ تربت کا حال کچھ نہ کھلا
 چاند بننا تمہیں مبارک ہو
 پتلیاں بسنے کے پھر رہا ہے کوئی
 زلف کے آبروے مشکِ ختن
 طورِ سینا کبھی منو رہتا
 بیچ میں مانگ ادھر ادھر گسیو

کالی آنکھیں بھی ہیں غضبِ روشن
 کب پڑی گل ہوئی تھی کب روشن
 گھر ہمارا کرو گے کب روشن
 کیا یہ آنکھیں ہیں بے سبب روشن
 رخ سے آیتِ حُلب روشن
 طورِ سینہ مرا ہے اب روشن
 کہکشان ہے میانِ شب روشن

<p> ہوتے ہیں اُن کے لعل لب روشن نام سے بڑھکے ہے لقب روشن ہو گئے اور اُن کے لب روشن کیون ہوا حال تم پر اب روشن جل بجھے ہم ہوئی یہ جب روشن ہوتے ہوتے ہوا یہ اب روشن دن کو موتی ہے شمع کب روشن حال مٹھی ہے ہم پر سب روشن ایسے دیوار و درتھے کب روشن ورنہ یوں آئندہ تھا کب روشن آنکھیں ہوتی ہیں بکھیں کب روشن </p>	<p> چہل کی شب بجائے شمع و چہل رخ کہتے ہیں سب تنگ اس مہ کو داغ چکے ہمارے بوسوں کے شعلہ بار آہ کھینچ لون تو کہوں عشق کی آگ پر پڑیں تپتے صاف ہے دل کا آئندہ پس مرگ سامنے اُن کے چاند کیا چہلکے جلوہ دید کی ہوس ہے فضول آنے والے تھے خدا رکھے تیسرے جلوے کا لقب بَدق ہے دل تو روشن ہوا۔ تصور سے </p>
<p> اک غزل اور اسے چلیں ! کہو کہ طبیعت ہوئی ہے اب روشن </p>	
<p> خالی شمع ہیں قریب لب روشن درُشانی سے ہیں لب روشن چاند سورج ہیں و زو شب روشن حال روشن ہو دل ہو جب روشن ماہ نو کی طرح ہوں لب روشن کو کب بخت ہو گا کب روشن </p>	<p> انجسم و ماہ تو ہیں کب روشن باتوں باتوں میں یہ کھلا عقدہ الشتر اندر سے فیض جلوہ یار سمجھے کیا عشق کو بُت کا فر ذکرِ ابر و گردن تو ہو یہ فروغ اور تارے تو اسے فلک چمکے </p>

<p> ہو گئے داغ سب کے سب روشن آتش گل تو ہے غضب روشن راز کر دین میسر لب روشن نہوئی پر ہا ری شب روشن نام اُلفت میں ہو گا جب روشن منہ ہے کیسا دم غضب روشن دن کو کر دیتی ہے یہ شب روشن مشعل آہ ہے غضب روشن دیکھی ہوگی نہ ایسی شب روشن ہوئے ہنسنے میں دنوں لب روشن چاند کیا ہو بغیر شب روشن اس ختن سے ہوا حلب روشن صبح ہوتی ہے دیکھیں کب روشن </p>	<p> درد دل کی چاک قیامت تھی برق سے بچکے خوش ہو کیا بلبل ذکر کرتے ہیں رُخسے روشن کا لاکھ مہتاب کی جلی مشعل ہون جگر کا دیان نگین کی طرح پھر نہ کہہ دے تمہیں کوئی خورشید زلف سے ہے بہار چہرے کی شبِ عینم ہر بلا نظر میں ہے زلف کھرا کے رخ پہ منسرایا ماہِ کامل کا بچھ گیا نقشہ داغِ دل فیضِ عشقِ گیسو ہے زلف چھوٹی تو اور رخ چھکا منہ چھپا کر گئے ہیں وہ شب کو </p>
	<p> دُور آصف کا ہے جلیل کا نام اب نہ ہوگا تو ہوگا کب روشن </p>
<p> کس چیز کی اللہ کی ہے ترے گھر میں دو روز سے وہ بات نہیں دیدہ ترین رکھ لیں گے ابھی ہاتھ سے تلوارِ کرمین ہے کوئی لذت جو نہیں دردِ جگر میں </p>	<p> مجھ سے وہ بت مجھ کو جو ہے میری نظر میں ایسا نہواب خون نہ باقی ہو جگر میں میں کیوں یہ کہوں اُنے کہ شاقِ عدم ہوں فناغ ہوں ترے عشق میں راحتِ طلبی سے </p>

منظور ہے پانی ترے خنجر کا چسبنا
 آنکھیں سبھی اچھی مگر اس آنکھ کی کیا بات
 عالم جو ان آنکھوں میں ہے دیکھی جھلک لکھی
 مسائل نے نیا جوڑ کبوتر کا نکالا
 ہلکی سی تلوار مگر آپ نہ باندھیں
 سینے میں ابھی دل ہو بھی دل سے ہو غالی
 ہنسنے کے سوا اور وہاں کام ہی کیا ہو
 سورج کا بڑا شور تھا لیکن شب بھران
 چھٹا نہیں کچھ آنکھ میں ہنسکا مٹے عشر
 کیونکر یہ کہوں زہر کی راتیں ہیں اندھیری
 فرستہ ہی نہیں بنے سنور سے کسی قسم
 کیا خوب ہوا شتر گنگا رون کا داعظ

اچھا ہے رہے چور اگر زخم جگر میں
 صورت میں جو اعجاز ہو جادو ہو اثر میں
 کچھ زلف سر شام میں کچھ رٹے سحر میں
 خط باندھ کے بھیجا ہے تجھے تیرے پر میں
 کیا کم ہے نزاکت کی ادا ہے جو کر میں
 یہ بات ہے یا سحر میں یا تیری نظر میں
 جب کے نک بھگے وہ زخم جگر میں
 منہ ڈالے رہا وہ بھی گریبان سحر میں
 دیکھا ہے وہ کچھ ہنسنے تری راہ گزیر میں
 ہوتی تو ہے وہ نہ کے چاک در و جگر میں
 کیونکر وہ ملین قید ہیں آئینے کے گھر میں
 سب آگ میں ڈالے گئے زندگانی تر میں

ہنسنے تو یہ بہر وہ چلیں آج ہی دیکھا
 تسبیح ترے ہاتھ میں زتا رکھ میں

ثابت کہیں سے بھی نہیں پاتا جگر کو میں
 بھر دو تھکا سیم دوز سے تمے نامہ بر کو میں
 جی میں یہ آ رہا ہے کہ دل رکھ کے سامنے
 دل داغدار رات اندھیری جنوں کا زور
 بیدار کیا کہوں ترے تیر نظر کو میں
 زندہ رہا جو وصل کی سنکر خبر کو میں
 سیدھا بناؤں آپ کی ٹیڑھی نظر کو میں
 لے کر چراغ ڈھونڈ رہا ہوں سحر کو میں
 بکلا ہوں اپنے گھر کسی کی خبر کو میں

<p>کیا کیا ملا رہا ہوں نسیم سحر کو میں رکھوں کہاں چھپا کے دلِ نوحہ گر کو میں لاؤں کہاں سے اہلِ جن بالِ دہر کو میں شاہِ گردن کا جب نگہِ فتنہ گر کو میں سمجھے ہوئے ہوں لذتِ زخمِ جگر کو میں یا اب ترس ترس کے رہوں اک نظر کو میں بس ہو تو چھوڑ جاؤں دلِ نوحہ گر کو میں تم شام کو ملے تو طون گا سحر کو میں مرے پہ آج باز نہ رہا ہوں کمر کو میں رکھتا ہوں اپنے ساتھ دلِ نوحہ گر کو میں</p>	<p>سوئے میں گھٹکی ہے جو وہ زلفِ مشکو چوری تو اس نے کی ہے مگر اب یہ سوچ ہے صیاد سے چھڑا کے تو لائے مجھے نصیب انکارِ ظلمِ حشر میں دے گا مرہ تمہیں پھر منہ پہ تیغ کے مجھے ملے جلے تو ہی پاتا تک کر مجھے برسا میں تیرا آپ ہے یکسی میں کون جو دے گا بعدِ مرگ بخود کرے نہ وصل کی لذت محال ہے قاتل پہ آج کھول رہا ہوں ہین دل کا حال بزمِ طرب میں محکو بٹھاتے ہو جان لو</p>
--	--

اب آپ مجھ سے آنکھ چراتے ہیں کیوں جلیلی
 پہچانتا ہوں خوب پھیلی نظر کو میں

<p>آئے تو دن ہوا بھی نہ بادِ سحر کو میں دیتا رہوں دعا بُتِ بیدارِ گر کو میں ہو جاوے دلِ نشانہ تو رکھ دن جگر کو میں الزام کس تصور پہ دون چشمِ ترکو میں کس کے گلے لگاؤں دلِ نوحہ گر کو میں ہاں استدر کہ تمام لون اپنے جگر کو میں پردہ اٹھے تو ڈال دوں اپنی نظر کو میں</p>	<p>رکھوں چھپا کے یوں گلِ داغِ جگر کو میں یارب بنا لے خوگرِ سہوار تو مجھے یہ اپنا حوصلہ ہے کہ قاتل کے ملنے دل میں سکت نہیں کہ وہ اشکون کو دکھائے گا ہنگشتہ دل کے ہیں جتنے حین ہیں جانا ہی جب تھیں ہے تو رکنے سے غامد اچھا نہیں کہ ہو رُخِ محبوب بے نقاب</p>
---	--

رکھوں کھٹا ہوا لب زخم جگر کو میں
آئی صدا کہ ڈھونڈ رہا ہوں اثر کو میں
ایسا نہ جانتا تھا تری رہز جگر کو میں
چنتا ہوں پارہ دل و تخت جگر کو میں
دیکھو نگا منہ سحر کا جو ہوں بلی سحر کو میں
جس وقت دیکھتا ہوں کسی نوہ گر کو میں

پھر کون کہہ سنا یگا قاتل کی داستان
مجھ کو بھی فکر نالہ دل کی کہ کیا ہوا
ہے ذرہ ذرہ حشر کا میدان بنا ہوا
قاتل کی رہز رسے یہاں برگہ گل کہاں
صبح شب وصال کا دھڑکا فضول ہے
کیا بدگمانیاں ہیں کہ جلتا ہوں شاکسے

جب تک بغل میں ہے دل یدار سان جلیل
کیون جاؤں ڈھونڈنے کسی پیدا گر کو میں

پہلے گلے لگا لون نسیم سحر کو میں
پھلجاسے ہاتھ چھو بھی اگر لون سحر کو میں
پاتا نہیں ہوں سینے کے اندر جگر کو میں
تم مجھ کو دیکھتے ہو تنہا ری نظر کو میں
کرتا ہوں روز چاک گریبان سحر کو میں
تھوڑی سی خاک دیدن نسیم سحر کو میں
اتنا بھی ہے بہت کہ نہ تم سوں خبر کو میں
دون اب پتا کہاں کا تھے نامہ بر کو میں
معدوم جانتا تھا تمہاری کمر کو میں
کہتے ہیں مانتا ہوں تمہاری نظر کو میں
کرتا ہوں چاک جیب کو دھنتا ہوں سر کو میں

پوچھوں گا پھر بہار چین کی خبر کو میں
قیمت کا اپنی رنگ یہ بارع جان میں ہے
تم اپنے تیر ناز سے پوچھو تو کیا ہوا
سمجھو نہ یہ کہ دل کی طرف سے ہوں خبر
دشت کا جب مفر ہے کہ ہر رنگ ہو کوئی
سرب ایل بارع پوچھینگے بربادیاں مری
تم خط پہ خط لکھو گے یہ کس کو یقین ہے
خط کی خوشی نے تو مجھے دیوانہ کر دیا
باندھی چوکیے قتل پہ تھے تو کھل گئی
شاید ابھی وہ دیکھ کے آئے ہیں آئینہ
درست جنوں نے کھینچی تصویر شمع گل

رس بھری گھون سے ہر ساتی تری ساتی گری
 بیٹھے کو بزم خوبان میں کیلجا چاہیے
 کس قدر مجبور کر کے اُس نے رکھا ہے ہین
 ہم نے مانا نازنین تم نا تو ان ہم ہین مگر
 کیا نرا کہتے حسینوں کے قصد حق جلیے
 راز دل کہہ کر بت کس سے خود رسوا ہوئے
 ہاتھ جینے سے اٹھانا باغبان آسان ہے
 ایسے کچھ کھوئے گئے ہین ہم تماش یار میں
 بیٹھ کر تربت پہ یہ کہنا کسی کا ہاے ہاے
 لوجوانی آگئی اب خیر جانوں کی نہیں
 لاش پر رونے سے بھڑکی اور بوائی کی آگ
 غمزدہ خیز پیا ہے بتوں نے اس لئے
 کیوں نہ بکورتا کے شمع پر لے ضعیف عشق
 کیوں تھیں عشاق سے ہونے لگی شرمندگی
 دردندان محبت کو دوا سے کیا غرض
 جب کہا کرتے جلائے کو تو بولے ناز سے
 آج شاید پھول ہین بلبل کے صحن باغ میں

در نہ جام سے لگی دل کی بھجا سکتے نہیں
 ہم کسی کا غم نہ سبھا اٹھا سکتے نہیں
 سو رہی ہے اپنی قیمت ہم جگا سکتے نہیں
 ملے دونوں نیچ سے پردہ اٹھا سکتے نہیں
 دل میں آسکتے ہین لیکن دل سے جا سکتے نہیں
 جلتے تھے ہم کہ شمع بوجھا سکتے نہیں
 آشیان اپنا چمن سے ہم اٹھا سکتے نہیں
 ہوش بھی اپنے اگر ڈھونڈیں تو پاس کے نہیں
 میں نہ بھجا تھا کہ میرا ناز اٹھا سکتے نہیں
 وہ اٹھا فتنہ جسے تم بھی دبا سکتے نہیں
 خاک ڈالو خاک پانی سے بھجا سکتے نہیں
 نازنین ہین ہاتھ سے خیر اٹھا سکتے نہیں
 جل رہا ہے دل مگر آئو ہمارے نہیں
 آنکھ قاتل ہے تو ہو کیا لب چلا سکتے نہیں
 لے سجاد رکھا دل ہم دکھا سکتے نہیں
 ہم سلا سکتے تو ہین لیکن جگا سکتے نہیں
 اوس غنچون پر پڑی ہے مسکرا سکتے نہیں

مدعی فتنے اٹھاتے ہین اٹھانے دھلیل
 قلب پر سے جو بیٹھے ہین اٹھا سکتے نہیں

دھوئیے چشمہ گلاب میں پاؤں
 آج رکھا رہو ثواب میں پاؤں
 اک میں رہے اک کاب میں پاؤں
 لگ گئے جیسے آفتاب میں پاؤں
 اُس نے دکھلادیا جواب میں پاؤں
 کیا دھونِ خانہ حباب میں پاؤں
 کیا جین دیدہ پر آب میں پاؤں
 چھوڑ جائے کہیں حباب میں پاؤں
 سو گئے دیدہ پر آب میں پاؤں
 کہیں ٹکے ہیں اضطراب میں پاؤں
 لولا کھڑا جاتے ہیں شباب میں پاؤں
 اُس نے لکھ دیا ہے کاب میں پاؤں
 خاکِ تابوین آفتاب میں پاؤں
 تھک گئے جب تلاشِ آب میں پاؤں
 پڑ گئے ہیں عجب عذاب میں پاؤں

لیگے کوئے ہزار بٹ میں پاؤں
 یار نے سرمہ اسلم کر کے
 کیا یوہن گھر کیسے جاتے ہیں
 وصل کا دن ہے مختصر کیا
 کیا ملا کر کے حُسن کی تعریف
 موجِ وحشت فلک سے کہتی ہے
 نیند بھی اپنی راہ لیتی ہے
 دل سے ناز کہے دیکھ موجِ روان
 حسرت دید جاے اب کیونکر
 جلوہ دیر دیکھ کر کیا دیکھوں
 کیا بُرا نشہ ہے جوانی کا
 آنکھ میری دہن بھر آئی ہے
 پڑ گیا تھا بہا کے شیشے پر
 تیغِ پیاسوں کی دستگیر ہوئی
 ایک دن کر کے سیر کو چہ یار

ہاتھ چومے حنا جلیل اُن کے

چھو سکیں ہم نہ جس کے خواب میں پاؤں

ہو جو بے قابو طبیعت کیا کریں
 اپنا لکھا اپنی قسمت کیا کریں

ناصحا اہم ترکِ الفت کیا کریں
 آگئی مت پسِ طبیعت کیا کریں

<p>یوسفائی کی شکایت کیا کریں ہم علاج دردِ فرقت کیا کریں اب بتا ہم اے محبت کیا کریں اب کسی سے ہم محبت کیا کریں سُنکے ناصح کی نصیحت کیا کریں کچھ ایسوں سے محبت کیا کریں شکر کی جا ہے شکایت کیا کریں ڈالہ ہے پردہ جو حیرت کیا کریں دیکھے روزِ قیامت کیا کریں اور اظہارِ سترت کیا کریں خُن والے کر کے زینت کیا کریں اک نظرِ پریم قناعت کیا کریں</p>	<p>ایک ہ ہین، چاہنے والے ہزار جی میں ہے اک دن قضا سے پچھے یار نے قدرِ محبت کچھ نہ کی ایک دل تھا آگیا وہ ایک پر جانتے ہیں ہے یہ سودا کے ساتھ آج ہم سے کل ملین اغیار سے قابلِ جو روحِ جفا سمجھے ہمیں ہم تو بے پردہ تھے دیکھیں مگر اب تو کرتے ہیں قیامت وہ بیا ہنس دیے سب نے غم جب آئی بہار مہر و مہ کو حاجتِ غازہ نہیں خُن تو بڑھتا ہی جاتا ہے ترا</p>
<p>جی بہلتا ہے تڑپنے میں جلیل شکوہ دردِ محبت کیا کریں</p>	
<p>ایک غنچے سے کھلا ہے چمنستانِ دل میں چٹکیاں لینے لگے تم تو مری جانِ دل میں میرے قاتل کوئی چھٹا ہوا پیکانِ دل میں کیا کہیں کیسے ہوئے آج پشیمانِ دل میں کیا کہیں گے تمہیں سب گبر و سلمانِ دل میں</p>	<p>رنگ لایا ہے ترے تیر کا پیکانِ دل میں میں تو خوش تھا کہ ہوئے میرے ہمانِ دل میں خلشِ تازہ کا ترس ہے ارمانِ دل میں دردِ دلِ س بہت بیدرد کے آگے کہہ کر کعبہ و دیر میں دوڑاتے ہو دھوکے دیکر</p>

دستِ قاتل کا نہ بیل سے علاقہ چھوٹے عاشقِ زلف کو خلوت میں ہے جلوت کا مزہ زخم کے چور سے یہ چور نہیں کم ستار ہم جو کہتے ہیں کہ دل ہے کے نہیں پچائے ہر چہ درکانِ نمک رفتِ نمک شدہ آخر آج موقع ہے کہ ہو سسے ترکش خالی دل کے اغیار سے جسے مجھے بچین کیا جیسے طائر کو ہو محبوبِ نشین اپنا بھول سکتا نہیں احسانِ تری آنکھوں کا دونوں پر خون ہیں کچھ میں نہیں آتا قاتل گھر میں انشہ کے اندھیر یہ بٹ کرتے ہیں	تیر چنگی میں رہے تیر کا پیکان دل میں جمع رہتے ہیں خیالات پریشان دل میں چھپکے بیٹھا ہے تیر کا پیکان دل میں وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم بھی ہیں پشیمان دل میں خون کی بوند ہوا ڈوب کے پیکان دل میں رہ نہ جائے مرے قاتل کی رمان دل میں شرم کہتی ہو کہ وہ بھی ہے پشیمان دل میں اُڑاتا ہے یوہن تیر کا پیکان دل میں آجکے غلجِ جنشِ مژگان دل میں دل ہے پیکان میں کہ تیر کا پیکان دل میں آئے ہیں کھوٹے مئے زلف پریشان دل میں
---	--

قتل کر کے جو میں آج بہت خوش ہیں جلیل !
مٹے جا ہے نہ کہیں ہو گئے پشیمان دل میں

پہلے ایسے تو کھٹکتے تھے نہ ارمان دل میں خون کا نام نہیں اب تو مری جان دل میں خوب رو ناز و داد سے ہیں خرامان دل میں کیون میں چاہوں کہ تو کب لہیاں دل میں یادِ درخانہ و ما گردِ جہان می گردیم اپنے آرام کا پہلو کوئی دیکھا ہوگا	رگیا ہو نہ کوئی ٹوٹے پیکان دل میں شک اگر ہو تو چھو دیکھے پیکان دل میں میں سمجھتا ہوں کہ جلتی ہیں ٹھیکریاں دل میں اُسے قلع ہوں جو تھوڑا سا ہے ایمان دل میں جان ہے گرم تلاش اور ہے جانان دل میں رہ گیا ٹوٹے قاتل سے جو پیکان دل میں
--	--

<p>رہے دہن بھرا اُن کا ہمیشہ دور روزہ حُسن پر بھوسے ہن کیا گل نظر سے کیا چھپے ہن چال کی ہر سنا کر قصہ بردانہ و شمع</p>	<p>لحد پر بھول جو برسا رہے ہن بڑے کمظف ہن اترا رہے ہن وہ اب کھونٹے میں آ رہے ہن ہمارے دل کو وہ گرا رہے ہن</p>
<p>کبھی ہم نے پایا تھا بادۂ عشق جلیل اس کے منے اب رہے ہن</p>	
<p>شوخی آنکھوں کے اشارے اور ہن یوں تو ہے سارا جہان شتاقِ دید تیسے تارے بھی ہن دشمنِ فلک پوچھ کر تلوارِ قاتل نے کہا بعدِ قتلِ عام بولی وہ نگاہ دیکھتے ہن عید کا ہر سال چاند جب سے کی درخواست اُن سے رحم کی داع ہن سینے پہ کیا چھوٹے بڑے بعدِ شکرِ نامہ کہنا نامہ بر تیری باتوں سے ہو کیا تسکین مجھے آئی جب فضلِ جنون پھر ہم کہاں</p>	<p>تیر جو قاتل نے مارے اور ہن چاہنے والے تھا رے اور ہن پر مری آنکھوں کے تارے اور ہن آئیں جو آفت کے مارے اور ہن جو صلے دل میں ہمارے اور ہن مہ جالون کے نظارے اور ہن جان لینے پر اُتارے اور ہن یہ فلک یہ چاند تارے اور ہن ایک دوار مان ہمارے اور ہن تیری چٹون کے اشارے اور ہن چار دن بس میں تھا رے اور ہن</p>
<p>مہ جینوں میں گزرتی ہے جلیل آج کل اپنے ستارے اور ہن</p>	

<p>اُردغا باز فونگر تجھے ہم جانتے ہیں، بھر گیا توہین غصے تجھے ہم مانتے ہیں شان میں، آن میں، رعنائی و زیبائی میں ایک ہی شوخ ہے عیار ہے نگیں دل ہے اور کیا وصف ترا اسے مرثہ یا رکریں جانتے ہیں تجھے ہم روزِ ازل سے لیکن اور اوصافِ اخلاق سے آگاہ نہیں ہاں خدا کیلئے روکنا نہ کہیں اشکِ وان تو کہ مجھ سے بگڑ کر تجھے ہم کیا جانیں تو وہی ہے کہ نظر کر کے چڑالیں آنکھیں ترسے آگے کسی عصیان کی حقیقت کیا ہے تو ہے سیدھی نگہ یا تو سب سیدھے ہیں پہلے مانوس نہ تھے تجھ سے خیالِ جانان</p>	<p>لے گیا دل کو ادا کر تجھے ہم جانتے ہیں کر گیا توہینِ مضطر تجھے ہم جانتے ہیں سائے شوق سے بڑھ کر تجھے ہم جانتے ہیں کوئی کیا جانے سنگر تجھے ہم جانتے ہیں رگِ جان کیلئے نشتر تجھے ہم جانتے ہیں یہ نہیں جانتے کیونکر تجھے ہم جانتے ہیں صفتِ رے یا سنگر تجھے ہم جانتے ہیں کوچہ یا رکار مہر تجھے ہم جانتے ہیں میں کہوں تجھے لپٹ کر تجھے ہم جانتے ہیں چل دیا مار کے خنجر تجھے ہم جانتے ہیں کرم دادِ محشر تجھے ہم جانتے ہیں اپنا بخت اپنا تقدیر تجھے ہم جانتے ہیں جان کے اتو برابر تجھے ہم جانتے ہیں</p>
--	---

شاہِ آصف کی ہے تجھ پر نظرِ طیفِ جلیل
آج قیمت کا سیکندر تجھے ہم جانتے ہیں

<p>دیدہ ترمرے خوبا رہے جاتے ہیں آتے جاتے جو لڑاتے ہیں وہ آنکھیں ہم سے ہم بھی خوش ہیں کہ ہمیں رشاکِ موقع نہ ہوا نئے اندازے سو بھی ہے ترقی اُن کو</p>	<p>لالہ گون یا رسکے رخسار رہے جاتے ہیں غیر سن سنے یہ بیمار رہے جاتے ہیں ساری دنیا سے وہ بیزار رہے جاتے ہیں ہو کے دلدار دل آزاد رہے جاتے ہیں</p>
--	--

نہایت فحش سے اپنا دل پرورد کہتا ہے
 ادا دکھنے کی ہے وہ جس سے قتل کرتے ہیں
 یہ شان پروردہ داری ہے کہ قدرت کا تماشا ہے
 دم نظارہ ہم مالے خوشی کے لئے دیتے ہیں
 مجھے تو بخود دی ہے آپ کو ہے نیند کا دھوکا
 روانہ ہیں اس طرح آنسو کہ دریا جیسے بہتا ہو
 دل زاہد میں مستی کا گمان اللہ آیا ہے
 یہ کہہ کر اڑ گئی اوپر ہی اوپر شب نیند اپنی
 دل شیدا کو اپنے مست ہوتے دیر کیا ساقی
 پہونچ کر دشت مجنون میں عجب حالت ہو گئی کی
 درازی دیکھ کر بالوں کی حیرت سے پہونچتی ہے
 کبھی مجھ سے کبھی اغیار سے اٹھ اٹھ کے لڑتی ہیں
 جو دودیدار کے ترسے کبھی آپس میں ملتے ہیں
 یہ کن آنکھوں کا متوالا چمن میں آج آیا ہے

کہ میں برسوں باہون یاری کیا آنکھوں میں
 نہ خنجر ہے نہ گاموین ہے نہ تلوہ آنکھوں میں
 جہاں دیکھو سما جاتی ہو شکل یا آنکھوں میں
 ہنسنے آنسو ہے شربت یا آنکھوں میں
 کرنگی نیند کیا اکرمی پیدا آنکھوں میں
 مگر پھر بھی جی ہے حسرت پیدا آنکھوں میں
 کہ جیسے خواب کے ٹوٹنے کوئی پیدا آنکھوں میں
 مجھے رہنے نہ دیگا انتظار یا آنکھوں میں
 جگہ مل جائے دم بھر کڑی ہر شاں آنکھوں میں
 یہ کہتی ہر کہ میں جینے چاہوں خدا آنکھوں میں
 سما جائیں کیونکر گیسو خود آنکھوں میں
 کہاں سے آگئی طاقت یہی بیاں آنکھوں میں
 تو ہو جاتی ہیں پہلے چار باتیں چار آنکھوں میں
 جگہ دیتی ہے جسکو نرس بیاں آنکھوں میں

جلیل اپنی نگاہوں نے خبر کر دی زمانے کو
 چھپا رکھی تھی ہم نے دولت پیدا آنکھوں میں

رولیف واو

لے مے شاہ باصفا! نور خدا تمہیں تو ہو
 حسن ازل ہے آج سحر وہ ناتھین تو ہو

شانِ جمالِ کبریا تاجِ وقارِ انبیا،
روحِ نوان سے تم سوا اورِ جان سے تم سوا
تم ہو خدا کو دیکھتے حلق ہے تم کو دیکھتی
آتشِ عینِ شعل سوزِ درون ہے متصل
عینِ تپان ہیں تو ہیں خستہ جان پہنچ ہیں
احمد پاک جب کہا دل کو قرار آ گیا
دی جو خدا سے آگہی منگئی سب کی گم رہی
منہ سے کچھ اب تو بولد و قند لون سے گھولڈ
دونوں جہانیں ات دن پھیلی ہے کسی روشنی
دستِ کرم ہے خلق پر دل سے خدا پہ ہے نظر

حشر میں ایک شور اٹھا جب یہ پیل نے کہا
اے مے شاہ با صفا تو خدا تمہیں تو ہو

ہے یہ اُمید رنوں دوسرا سے محکو
یادِ گیسو سے بہل جائیگا دلِ تربت میں
ہر جسے جان کل جلنے میں کیا تھی
لے اڑے منہ سے طلیہ کو مجھے مثلِ غبار
جانتے ہیں کہ یہ ہے میری محبت کا فقیر
اور ہی جلوہ سما یا ہے مری آنکھوں میں
میں بھی اک طالعِ بیدار ہوں عیسیٰ کی طرح
بخشوا لیسے قیامت میں خدا سے محکو
چھوٹے جاتے ہیں ہیرے میں بلا سے محکو
اسٹپے آکے پھڑپھڑا ہے قضا سے محکو
ہے یہ اُمید دینے کی ہو اسے محکو
دیکھتے جاتے ہیں شاہانہ اداسے محکو
کیون بلاتے ہیں جین ناز و اداسے محکو
ہاں لٹا دو نگہ ہوشیار سے محکو

چھاگلین کھولڈن چھالون کی کینٹون کیلے
آپ ہی کہدین مرا حال خدا کے آگے
اس بڑا خواہ کو سرکار بلان تو ہسی
التجادل کی یہ ہے میں ن تمھارا مجرم
نابش مہر قیامت سے بجائے گڈبھ

کہ زبان خشک کھاتے ہیں یہ پیاسے مجھ کو
بات کرنے کی نہیں تاب حیا سے مجھ کو
پائینے کے چار قدم آگے ہوا سے مجھ کو
باندھ لو بہر خدا زلف دو تا سے مجھ کو
ہے یقین آپ کے ان قباسے مجھ کو

نست گویٰ میں مری کیون نہوتا شیر جلیل
فیض ہے اس میں میرا شعر اسے مجھ کو

مریضوں کو تسکین دے دیتے جاؤ
دعا کرنے دو کو سنا دیتے جاؤ
دیہ ہے جو دل صفت سمجھو نہ اسکو
ستم کا ہے لپکا پھسرا پا پڑے گا
یہ کیونکر کہوں تم نہ جاؤ مگر بان
مرا دل تو برباد ہی کر چیتے تم
گزر گا وہ خوبان میں اپنی صدا ہے
ستم ہے یہ بھل سے دامن بچانا
نکلتی ہے یہیں بھی شان اک وفا کی
عدو کے یہاں پہنچا ہے جو قاصد
میں کیا کہیں سمجھاؤنگا اپنے دل کو
یہ ناز کس شیتہ ہے تم دل کے پتھر

دعا لیتے حبس او دوا دیتے جاؤ
مرے پیار کا کچھ صلا دیتے جاؤ
خطا میں نے کی ہے سزا دیتے جاؤ
مجھے زندگی کی دعا دیتے جاؤ
مرے درد دل کی دوا دیتے جاؤ
کہاں اب لوگ پتا دیتے جاؤ
کوئی بوسہ راہ خدا دیتے جاؤ
ذرا رحم سم دل کو ہوا دیتے جاؤ
یوہن تم دعا پر دعا دیتے جاؤ
تو مجھ کو پیام قضا دیتے جاؤ
زبان مجھ کو بہر خدا دیتے جاؤ
خدا کیلے دل مرا دیتے جاؤ

جلیل آہی جائے گارم اُس صدم کو
تم اللہ کا واسطہ دیتے جاؤ

اپنی نگاہ میں جو وہ تر بھی نظر نہ ہو
اُس بے صاف پرکھی خط جلوہ گر نہ ہو
تم کو نہ میرے حال کی ہو کچھ خبر
اُس میں لڑ رہی ہیں نگاہیں شب وصال
لے ہوش تجھ کو آنے سے یوں کتا نہیں
دشمن سے پوچھتے ہیں مے رنگ بے حال
آنکھوں سے دل میں آویہ غلوت کا ہے مکان
مشتوق ہو کے ادھیچ بننے کا شوق ہے

رہ رہ کے دردِ دل نہ دردِ جگر نہ ہو
مصحفِ ادب کی چپٹے زیرِ زبر نہ ہو
اُس سے کہو یہ جا کے جسے کچھ خبر نہ ہو
دل سوچ میں پڑا ہے کہ مقرر کھر نہ ہو
ساتی کو تیسرے آنے کی لیکن خبر نہ ہو
وہ کیا کہے بسنت کی جس کو خبر نہ ہو
ایسی جگہ رہو کہ نظر کا گزر نہ ہو
تلوار آپ باندھیں گے چاہے کمر نہ ہو

ناصر کے ہندو وعظ کا ہے خامشی جہاں
بکنے دو اسے جلیل اُسے تم خبر نہ ہو

دل ہوا اُس میں دردِ محبت کہیں نہ ہو
تم آئے میں نوکِ پاک دیکھتے تو ہو
جاتے ہو تم تو جاؤ اسے بھی نکال کر
آئینے کو بھی تیسرے آئینے قرار
دل سے کبھی اتر نہیں سکتا حیرتِ حین
پتلی کو کیا شرف ہے جو آنکھوں میں گھر کے
بوسہ دین دین گر لے جذبِ شتیاق

عبتِ سر کا ہے محل کہ مکان ہو کین نہ ہو
ڈرتا ہوں میں کہ پہلے نشانہ تھیں نہ ہو
حسرتِ تمھاری کس لٹ ہو جب تھیں نہ ہو
جب تک لعلِ میں کوئی تھم ہی حاحین نہ ہو
اللہ اس قدر بھی کوئی نازنین نہ ہو
اُس پردہ میں کوئی بُت پردہ نشین نہ ہو
اتنا تو ہو کہ ہاں جو کہیں پھر نہیں نہ ہو

یہ بھی ایک اُسی ہے شوخی کے تڑپانے کو
دیکھنے آتی ہے خلقت ترے دیوانے کو
تم کو تسکین ہو گردش ہو جو پیمانے کو
آگ میں کود پڑا دیکھئے پروانے کو
بٹیران لپٹی تھیں لاکھوں تھے دیوانے کو
آپ تڑپائے کو آئے ہیں کہ ترسانے کو
رکھ لون میں دل میں اٹھا کر تھے میخانے کو

ابر میں برق کا رہ کے چکنا کیسا
ایمن اسے پردہ نشین پردہ دری کس کی ہے
خوب انصاف ہے اسے بادہ کشو کیا کہنا
ہے بڑی چیز لگی دل کی خدا جس کو دے
ہو کے پابند جنوں سب سے رہائی پائی
کچ چکی تیغ تو اسے یہ رکاوٹ کیسی
کوئی ایسی بھی ہے صورت سے صدے ساتی

بُت بندار کو توڑو تو ہو دل پاک جلیل

تم خدا خانہ بناؤ اسی بُتخانے کو

ہوش بھی ڈھونڈ رہے ہیں تھے دیوانے کو
دُور سے دیکھ لیا کرتے ہیں میخانے کو
شمع خانوس جلاتی نہیں پروانے کو
کہ لیے پھرتی ہے شیشے کے دیوانے کو
جوڑنا کون ہے ٹوٹے ہوئے پیمانے کو
ورنہ کیا شمع سے نسبت کسی پروانے کو
آج وہ باسے ہے جل مے میخانے کو
دست ساتی میں پھٹکتے ہوئے پیمانے کو
گھیسے کر بیٹھے ہیں پروردے دیوانے کو
بیخودی جاے کہاں چھوڑے میخانے کو

لے گیا جو شش جنوں کون سے دیرائے کو
تو بہ کرنے پہ بھی اتنا ہے علاقہ باقی
دل جلانے کا ہون شاکی تو کہے پردہ نشین
ایسے موقع یہ تو غیبت نہجے آئی ہوتی
شکوہ دل شکنی کیجئے کیا ساتی سے
اپنا شیدا جو کیا بندہ نوازی اُس کی
خلم میں بعد قیامت کے جوڑتی ہوگی
ہاتھ ڈھونڈنے پڑے تو بہ سے جو دیکھا ہمنے
ایسے سوئے کے میں قربان جو ہن زب
پوچھتا کون ہے بکیں کو سواستون کے

<p>دل شکستہ جو میں تھا پھوٹکے ریا کیا کیا ابنو اللہ گنہگار دن کی غیبت چھوڑو دل یہ کہتا ہے کہ یوں فیصلہ ہونے کا نہیں دم زینت تمہیں کیا جائے کیا یاد آیا ہے سبق یاد و عالم کی فراموشی کا بزم ساقی میں نہیں کوئی شکستہ خاطر اُن کو معلوم ہے جنت ہے جو ان کیسے کیا کہوں تم یہ طبیعت مری آئی کیونکر نیکو بھی ساتھ گھسیٹا لٹیر کو پتہ زلف</p>	<p>ساقیا دیکھ کے ٹوٹے ہوئے پیمانے کو شیخ جی بیٹھے ہو اللہ کے گھر جانے کو آج توبہ سے لڑا دیکھئے پیمانے کو آئندہ توڑ دیا، پھینک دیا شانے کو ہوش اتنا تو ہے اب تک کے دیوانے کو پھینک دیتا ہے وہ ٹوٹے ٹکڑے پیمانے کو حضرت شیخ بھلا جائینگے میخانے کو دیکھ لو شمع پہ گرتے ہوئے پردانے کو دل کو سمجھا دیے کیا سوچیں دیوانے کو</p>
---	---

محنت سیکدہ کہتی ہے یہ مجھ سے کہ جلیل
دل سے شیشے کو لگا آنکھ سے پیمانے کو

ردیف کے ہوتے

<p>داہ کیا حسن ہے کیا شان ہے اللہ اللہ دیکھیے دیکھیے ماہِ مدنی کا جلوہ فرش سے عرش تک اک نور کا عالم دیکھا آج کیا ذکر فرشتوں کا کلمہ اللہ کو بھی دو دن عالم میں بچھا خوانِ کرم ہے جسکا فرق پر جسکے ہوا تاج شفاعت موزون</p>	<p>دل تو کیا جان بھی قربان ہے اللہ اللہ شان کے ساتھ عجب آن ہے اللہ اللہ وصل محبوب کا سامان ہے اللہ اللہ دیکھنے کا ترے ارمان ہے اللہ اللہ آج وہ عرش پہ پیمان ہے اللہ اللہ دیکھنا یہ وہی سلطان ہے اللہ اللہ</p>
--	--

دُنیا کی نہ خواہش ہے نہ عقبیٰ کی تمنا سختی ہے بہت ہجر میں، بخود مجھے کُرسے نام آپکا لے لے کے جو کرتا ہوں میں نالے کیا ہو شراب ہے ترے روضے کا نظارہ قربان ہوئی جاتی ہے احمد پہ خدائی	وہ ادر ہوا ہے جو مرے سر میں بکری ہے اب وقتِ خبر لینے کا اسے، بخبری ہے عالم کو تماشا مری شوریدہ سری ہے بے پردہ و در پردہ وہی جلوہ گری ہے اسے حُسنِ ازل سب یہ تری جلوہ گری ہے
---	---

کہتے ہیں شہِ دین کہ خبر لون تری کیونکر
تجھ کو تو جلیل آٹھ پہرے خبری ہے

سوزِ دل کی مجھے طہاے دوا تھوڑی سی حالِ ستون کا ترے دیکھ کے رشکِ تلمے کیون کوئی دولتِ دارینِ خدا سے مانگے جان بلب ہو کے چلا ہوں میں یارت کیلئے جان سے بڑھ کے مجھے داغِ تجھ سے عزیز بوسے محبوب جو پاؤں تو میں جی جاؤں ابھی لوٹنے کی قدیم پاک پہ حسرت ہی رہی در بدر کھپ کر میں آیا ہوں درِ اقدس پر مانگتا ہے کوئی دُنیا کوئی عقبیٰ تم سے زارِ جہ گہ پاک ہے مقبولِ جگہ پاکے میں ساتی کو تر کو یہ کرتا ہوں ال میں تمہیں دیکھ کے تر پا جو بھری مغل میں	یا بنیٰ دیکھے دامن کی ہوا تھوڑی سی اس طہاے بھی نگہ ہو شرابا تھوڑی سی دل میں ہوا الفتِ محبوبِ خدا تھوڑی سی جسے مری عسر کو اللہ فنا تھوڑی سی کاش اس پھول میں لوبے فنا تھوڑی سی تو ہی تکلیف کر لے بادِ صبا تھوڑی سی دوا جازت مجھے ایسے خدا تھوڑی سی بیٹھ رہنے کو مجھے چاہئے جا تھوڑی سی عرض میری بھی شاہِ دہرا تھوڑی سی مانگ لینا مے حق میں بھی عا تھوڑی سی اے عطا پائزادہ بھی ہو عطا تھوڑی سی ہے خطا دل کی ساری خطا تھوڑی سی
---	---

حضرت آئے منہ نزع زیارت کروں
مجلو آئینہ خاطر کی جلا کرنا ہے
کاش ابدم مجھے مہلت کے قضا تھوڑی سی
یا نبی چاہئے خاک کھن پاتھوڑی سی

لے لیا ہنسنے صلے میں چینِ خلدِ جلیل
کر کے موزون شہِ دلا کی ثنا تھوڑی سی

مجھے دردِ دل کی دوا چاہیے	غبارِ رہِ مقطف چاہیے
مدینے تک کے پہن مرمر کے ہم	پے قبر تھوڑی سی جا چاہیے
یہ کہتی ہیں آنکھیں کہ دیدار کو	جمالِ حبیبِ خدا چاہیے
محبت نے جو کچھ کیا دل کے ساتھ	مرنے کا ہے قصہ سنا چاہیے
جسے چاہتے تھے اُسے پا گئے	اباس کے سوا اور کیا چاہیے
مدینے پہنچنا ہے دشوار کیا	دلِ زارِ فضلِ خدا چاہیے
سفر میں توجہ رہے ساتھ ساتھ	کہ ہوں نابرد رہنا چاہیے
یہ پاک تصورِ سلامت رہے	نہ قاصد نہ بادِ صبا چاہیے
صبا کیا اٹھلائے گی دل کی کلی	تھوڑی گلی کی ہوا چاہیے
طبیہوں سے میں کیا کہوں دل	مجھے کوئی درد آشنا چاہیے
ہوسِ نعمتِ دو جہان کی نہیں	مجھے خواجہ دوسرا چاہیے
مرے سے کوئی دردِ خالی نہیں	مگر اپنے دل میں مزا چاہیے
یہ کہتی ہے پاکس کی آرزو	اکہ دل میں تر نقش پا چاہیے

بلالین گئے حضرتِ نقیصین بھی جلیل
مگر صدقِ دل سے دُعا چاہیے

خواب ہی میں ہو کسی دن جلوہ گریا مصطفیٰ
 مسکرا کر دیکھ لو گر اک نظر سیا مصطفیٰ
 دردمندوں پر ہو کچھ ایسی نظریا مصطفیٰ
 نام لبو آپ کا ہون اور کچھ آتا نہیں
 گر نگاہ خلق سے پردہ تھیں منظور ہے
 ہونا کس نشان کسی دن آپ کا حسن ملیج
 ایک خلوت گاہ ہے اور اک تجلی گاہ ہے
 چشم ترے کر جبے ہیں ہم زیارت کے لئے
 آپ کی فرقت میں دو کڑے دل پردا غ ہے
 اک ذرا گوش توجہ اپنے بسمل کی طرے
 زندگی اپنی جو یوں گرے تو بھر کیا بات ہے
 شوق میں ہم یاد کرتے ہیں تھیں کس کس طرح
 اور ہے وہ کون جو سردار حجت کا بنے
 ڈھونڈ لینا تم کو محشر میں کوئی شکل نہیں
 کون ہے جو آپ کے جلوے کا دیوانہ نہیں
 اور تو کوئی نہیں ہے میسر کرنے کا علاج
 خواب میں دیکھا ہے جبے بڑھ گیا ہے حق دیر
 میسر دل میں پھپھے آنے کو تصور آپ کا
 کہہ گئی کیا زیر لب تیغ بستم آپ کی

ڈھونڈتی ہے تلو آنکھوں میں نظریا مصطفیٰ
 پھول ہو جائیں مرے زخم جگر یا مصطفیٰ
 درد خود ہو جائے اپنا چارہ گریا مصطفیٰ
 رات دن یا مصطفیٰ شام و صبح یا مصطفیٰ
 میری آنکھوں میں رہو مثل نظریا مصطفیٰ
 چاہتا ہوں لذت جسم جگر یا مصطفیٰ
 دیدہ دل آپ کے دوزن میں گریا مصطفیٰ
 اس سے چھوٹ کس گتھاری رہ گریا مصطفیٰ
 یہ نیاروشن ہوا شق اسریا مصطفیٰ
 کہہ ہے ہن کچھ لب خیم جگر یا مصطفیٰ
 ہم تو ہوں بیمار تم ہو چارہ گریا مصطفیٰ
 یا نبی یا شاہ یا خیر البشر یا مصطفیٰ
 آپ ہیں یا آپ کے نور نظریا مصطفیٰ
 تم جدھر ہو گے خدا ہو گا اُدھر یا مصطفیٰ
 رات دن چکر میں ہیں شمس و قمر یا مصطفیٰ
 بے اقدس سے ملوں میں چشم تر یا مصطفیٰ
 نکلی پڑتی ہے اب آنکھوں میں نظریا مصطفیٰ
 پھر اٹھا تعظیم کو درد جگر یا مصطفیٰ
 مسکرائے کیوں مرے زخم جگر یا مصطفیٰ

درِ دل کا کوئی کیون پوچھے سیاح سے علاج وہ بھی کہتے ہیں کہ تم ہو جاؤ گے یا مصطفیٰ

اس جلیل خستہ جان کا خاتمہ باخیر ہو
دم نکل جائے تمہارے نام پر یا مصطفیٰ

<p>بات ساقی کی نہ ٹالی جائیگی وہ سنورتے ہیں مجھے اسکی ہے فکر دل لیا پہلی نظر میں آسپنے تیغِ قاتل سے گلے مل لینگے آج اب تو وعدے کی بھی مدت ہو چکی آتے آتے ان کو آسے گا خیال پڑ گئی ہے میری چشمِ شوق لے لے تمنا تجھ کو رولوں شامِ وصل کیا خبر تھی عشق کے بازارِ مین کیا کہوں دل توڑتے ہیں کس لئے یاندھے جاتے ہیں ببلِ آشیان اپنی پلکوں سے تم اتنا پوچھ دو جان لی تم نے ہمیں شکوہ نہیں جو تجھے دیکھے گا اُس سے بعد مرگ کفنِ زامہ توڑنا کیا بات ہے کچھ حیا کا بھی رہے شوخی میں پاس</p>	<p>اگر کے تو بہ توڑ ڈالی جائیگی آرزو کس کی نکالی جائیگی اب ادا کوئی نہ خالی جائیگی حسرتِ دل یوں نکالی جائیگی کب غریبوں کی دُعا لی جائیگی جاتے جاتے بے خیالی جائیگی اب نقاب اُن سے نہ ڈالی جائیگی آج تو دل سے نکالی جائیگی دل سی شے بھی دیکھی بھالی جائیگی آرزو شاید نکالی جائیگی ایک نے بھولوں کی ڈالی جائیگی پھانس دل کی کب نکالی جائیگی جانتے تھے جانے والی جائیگی آنکھ حوروں پر نہ ڈالی جائیگی صرف اکے کی پیالی جائیگی ورنہ یں نازوں کی پالی جائیگی</p>
--	--

<p>آکھ بھلی پھر نہ ڈالی جائیگی عشق کی بُنسیا ڈالی جائیگی کہتے ہیں قیمتِ جدالی جائیگی چاند پر کیا خاک ڈالی جائیگی باغ سے نرگس نکالی جائیگی شاید اُس میں جان ڈالی جائیگی</p>	<p>ہم نہ کہتے تھے یہ تم سے اسے کلیم بے سبب اپنی جگر کا دی نہیں دل تو نذرانے میں بوسے کے گیا قبر میں بھی ہوگا روشن دلِ باغِ دل گر یہی نظارہ بازی کا ہے شوق دیکھتے ہیں غور سے میری شبیہ</p>
<p>فصل گل آئی جنوں اچھلا جلیل اب طبیعت کیا سنبھالی جائیگی</p>	
<p>فتنے سب اٹھ اٹھ کے بھاگے ٹھوکرین کھاتے ہیں ہم حلیم کے خسر میں بھی یون ہی اٹھلاتے ہیں تیر بھی آئے تو میرے دل کو تڑپاتے ہیں اور چلے ناز سے جو بن پہ اتراتے ہیں آج لیتے ہو حیا کی ساسنے آتے ہیں ہاے میں شانے کو دیکھو نہ لٹ بھاتے ہیں پھر ادھر آتے ہیں کچھ غمزے کو سکھاتے ہیں شرم بھی آئی نہ دل کا مول ٹھہراتے ہیں حمر گزری ہے مری جان اسکو سلجھاتے ہیں درد و غم ہمراہ نالے شمع دکھاتے ہیں پھر اسی انداز سے آ جاؤ اٹھلاتے ہیں</p>	<p>خسر میں اس چال سے آئے وہ اٹھلاتے ہیں وہ ڈھٹائی سے یہ کہہ اٹھتے ہیں اتراتے ہیں ناز سے چلتے ہیں شوحی سے اٹھلاتے ہیں آپ کی پیاری حیا پامال ہو کر رہ گئی گھر کیا آنکھوں میں جب کیا نہ پردے کا خیال کیون نہ کھینچے رشک کا نٹوں میں دل چپک کو جان کی ہو خیر یارب وہ اڑا کر دل مرا ایسی جنس بے بہا اور اک نگاہِ سیرخی دل کی اچھن ہے یہ تیری زلف کی اچھن نہیں رات ہم بھی کوئے جانان کو چلے کس شان سے جانِ من صدقے تمہاری شوخون پر جانِ دل</p>

کیون نہ ڈھا کون نہ کفن سے مین سرا یا جرم مہن - شرم آتی ہے خدا کے سامنے جاتے ہوئے
 آؤ بیٹھو شوق سے دل مین گرا اس شرط سے - ساتھ لے لینا کوئی ارمان بھی جاتے ہوئے

دل ٹرپ جاتا ہے جب مین یاد کرتا ہوں جلیل !
 ہاے وہ مڑ مڑ کے اُس کا دیکھنا جاتے ہوئے

موجود تھے ابھی ابھی روپوش ہو گئے
 سوتے مینچہ جو مجھ سے ہم غوش ہو گئے
 جلوہ ترا تھا یا کوئی داروے بیہوشی - اے مست ناز تم تو مرے ہوش ہو گئے
 وعدے کی رات آئی تضا اس ادا کے ساتھ - دھوکے مین سے کس سے ہم غوش ہو گئے
 برسوں ہوئے نہ تم نے کیا بھول کر بھی یاد - وعدے کی طرح ہم بھی فراموش ہو گئے
 تم تھے یہاں تو عیش تھا راحت تھی لطف تھا - یہ سب تمہارے جاتے ہوئے ہوش ہو گئے
 آمد ہوئی جو ان کی خبر کے غش نے دی - قربان مجھ سے پہلے کے ہوش ہو گئے
 آنکھوں مین بھی جو آئے تو اللہ سے حجاب - بنکر نظر نظر سے وہ روپوش ہو گئے
 کیا کیا زبان دراز چراغ انجمن مین تھے - دہن کشان تم کے تو خاموش ہو گئے
 ساقی اب انکا آپ مین آنا محال ہے - تجھ پر نثار سب ترے مینوش ہو گئے
 یاران رفتہ بات کا دیتے نہیں جواب - کیا کہہ دیا تھانے کہ خاموش ہو گئے
 فریاد عندیبت تھی اک فنا نہ تھا - گلشن کے پھول سب ہمہ تن گوش ہو گئے
 وہ بھی تمہاری طرح نہ نکلے حجاب سے - ارمان دل کے پرے مین روپوش ہو گئے
 اے جان ماہ کے لئے ہالہ بھی حُن ہے - اچھا ہے تم جو زینتِ آغوش ہو گئے
 سونی ہوئی نہ قبر مری بات رہ گئی - اگل ہو گئے چراغ جو خاموش ہو گئے

جس کینے کی آنکھ اُس پر مڑی ہے
 نگاہ و تیغِ دو کی دونوں خوریز
 نظر تیری ہے ایسی شوخ ویدہ
 رقیبوں سے جہان بگڑی ہے اُن سے
 ڈری ہے کیا تمھاری چوٹوں سے
 مین کہتا ہوں کہ جلد آؤ چلا مین
 وہ میسر دل مین، دل رنجِ عالم مین
 اُلجھ کر اپنی چوٹی سے وہ بولے
 شہبِ زلف و مرگان کی یہ تعظیم
 اٹھاتے ہو تو پھسب کو اٹھا دو
 پڑا دیکھا خود بولے گھٹا سے
 خجالت اُس کے احسانِ اجل کی
 ادا چلتی ہوئی لے کر مری جان
 غضب تھا چوٹا لب کا شب و ضل
 شبِ غم کی دمازی سننے کے بولے
 قیامت کے ڈراؤن کیا مین اُن کو
 تری گات اور تیری بات ہے اور
 دم نزع آمد آمد سننے کے اُن کی
 قیامت کو وہ ٹھکرا کر یہ بولے

نظر اُس سے مری برون لڑی ہے
 کوئی کچھ نرم ہے کوئی کڑی ہے
 یہ مجھ سے کیا زمانے سے لڑی ہے
 وہاں کیا کیا مری قیمت لڑی ہے
 یہ چوٹی کس لئے پیچھے پڑی ہے
 وہ کہتے ہین کہ جلدی کیا پڑی ہے
 تری اُلفت بھی آنت مین پڑی ہے
 کہ دیوانی یہ کیوں پیچھے پڑی ہے
 کہیں پھانسی کہیں سولی کھڑی ہے
 یہ چلن کس لئے در پر پڑی ہے
 اٹھالے تیری بھلی گر پڑی ہے
 زمین مین لاشِ غیرت سے گڑی ہے
 قضا اب کیوں ہر بالین کھڑی ہے
 زبان سے وہ زبان گھڑون لڑی ہے
 مرے گیسو سے بھی کیا وہ پڑی ہے
 قیامت کو الگ اپنی پڑی ہے
 وہ سینے میں تیغِ بدل مین گڑی ہے
 قضا بالین پہ گھرائی کھڑی ہے
 اسی کی خلق میں ہی تیر پڑی ہے

تری خاطر گر سے قدموں پہ اُن کے
جلیل ایسی کسی کو کیا پڑی ہے

گلے سے ملے جو وہ تیغ سرخورد ہوتی
تھا ہے ہاتھ میں ہے کتنی خوشنما تلوار
بھلے کو ساتھ مے دل نہیں مٹا میرا
ڈری نہوتی اگر میرے دل کی آہوں سے
شبیر یار سے کہتے ہیں دیکھنے والے
وہ آئینہ ہے کہ منہ پر کچھ اور پیچھے اور
خیال زلف کی بو پھوٹ نکلی آخر کار
وہ ہم سے دیکھنے والوں کے رو بروی رہا
لے نہ خوب ہوا ورنہ ہوش ہی جاتے
جما ہوا تھا وہاں رنگ خون عاشق کا
تھارے پھینے سے کیا یار پر وہ ہو جاتا
جواب تیغ سے دیتے جو مانگتا بوسہ
مزد تھا جب کہ وہ ناک کو کھینچتے دل سے
جو تو ملتا تو نظر اب تری نہیں ملتی
سر اور جسم کا جھگڑا جو پیش ہو جاتا
امید وصل سے کہتا ہے یہ دل یوس
بگڑتی دونوں میں عارض پہ لوٹنے کے لئے

لبٹ لبٹ کے تصدق رگ گلو ہوتی
یہ ہوتی اور کسی کی رگ گلو ہوتی
وگر نہ آج کہاں تیری آرزو ہوتی
گلے سے لپٹی نہ وہ زلف مشکبو ہوتی
بجائے مرد کا آنکھوں پر کاش تو ہوتی
ہماریسے اُنکے جو کچھ ہوتی دہرہ ہوتی
ذرا سے دل کو تو نکھی سی آرزو ہوتی
نہ تھے کلیم جو پردے سے گفتگو ہوتی
ابھی تو اُن کی ہے پھر اپنی جستجو ہوتی
خانا تھی ایسی کہاں کی جو سرخورد ہوتی
تھاری شکل خیالی نہ رو برد ہوتی
بڑے مزے کی مرے اُنکے گفتگو ہوتی
اور اُس سے لپٹی ہوئی اُنکی آرزو ہوتی
اسی کی کاش ہمیں پہلے جستجو ہوتی
بتا تو کس طرف سے تیغ ناز تو ہوتی
مرا کوئی بھی نہوتا برل ایک تو ہوتی
ادھر نگاہ ادھر زلف مشکبو ہوتی

نہ سو جھاز لے گیا گنی لے ہی لیا بوسہ
محبت سے بلا انسان اندھا ہو ہی جاتا ہے

جلیل الشکر کیا کرتے ہیں تو بہ شعر کہنے سے

مگر جو بچے سے دل میں جوش پیدا ہو ہی جاتا ہے

یہ کہہ گیا بہت نا آشناؤں کے مجھے
کہ میں ہلاک نہ تیرے ترسے ڈرا کے مجھے
نقاب کہتی ہے میں پردہ قیامت ہوں
بلند نام نہ ہو گا ہستم شعاری سے
چاک کے تیغ یہ کہتی ہے دست قاتل میں
اداسے کھینچ رہا ہے کمان وہ تیرا انداز
میں اُن کی سنگدلی روزِ حشر کہہ گزرا
نتیجہ ظلم کا گردِ شہنہن تو پھر کیا ہے
اٹھا رہے ہیں وہ قرآنِ عشقِ سخن پر
ہر اک سے پوچھتے کیا ہو خدنگِ ناز کا توڑ
لوں گا خاک میں اُن کی طرح یاد رہے
ترسے حباب میں تیری قبا کا دامن ہوں
یہ جوشِ عشقِ جوانی میں ہم سے کہتا ہے
میں ڈر رہا ہوں تمھاری نشیلی آنکھوں سے
ستم تو دیکھو خود اٹھیلیوں کی چال چلے
تمھارے واسطے اس دل کا مول ہی کیا ہے

کہ آپ میں نہیں رہتا ہے کوئی پاکے مجھے
دکھا رہی ہیں بھوین نیچے تھکا کے مجھے
اگر یقین نہ ہو دیکھ لو اٹھا کے مجھے
تم آسمان نہ ہو جاؤ گے ستار کے مجھے
کہ پیار کرے گلے سے کوئی لگا کے مجھے
قضا پکار رہی ہے ذرا بچا کے مجھے
بہت تبوں نے دے واسطے خدا کے مجھے
فلک سے پوچھئے کیا پا گیا ستار کے مجھے
اور اُس پہ تہرہ ہے سامنے بٹھا کے مجھے
تم آزمای ہی نہ لو ایک دن لگا کے مجھے
ملو نہ ہاتھ کہیں آسمان سے گرا کے مجھے
کہ جب مزاج میں آیا چلا لٹا کے مجھے
کہ آپ کہیں گے کب تک ادا کے مجھے
کہ لوٹ لین نہ کسی روز کچھ پلا کے مجھے
جو حشر اٹھا تو الگ ہو گئے بتا کے مجھے
اداسے دیکھ لو اک دن نظر اٹھا کے مجھے

وہ فتنہ گر کوئی فتنہ مجھے سمجھتا تھا کہ خوش ہوا ہے بہت بزم سے اٹھائے مجھے
نظر میں کھبے یہ کہتی ہے یار کی تصویر - کہہ دیکھتے ہی رہو اس نے بنا کے مجھے

بتوں کو تاکتے گزری ہے شرم آنے لگی
جلیل سے نہ چلو سامنے خدا کے مجھے

کہہ کے پچھلے ہم آنکھوں میں ٹھہرنے کیلئے
آنکھیں ساتی کی سلامت مے دشمن ترسین
دل اڑانے کیلئے ہاتھ بڑھایا تھا اگر
تیری تصویر کو نظر دن پہ چڑھاؤں کیونکر
کھینچ کر شکل مری دنگ سے نقاش ازل
پھوٹ کر دے ہم شکون کی پریشانی پر
پڑ گیا صبر مے دل کی پریشانی کا
شوخیوں سے نگہ ناز کہیں روکتی ہے
درد و دل دونوں ملے ساتھ ازل میں محلو
پھر دکھا دو مجھے عالم کی درنگی کا نشان
دل چراتے ہوئے آنکھیں وہ جڑا لیتے ہیں
خالی غیار ہی کرتے نہیں برہم ان کو
زندگیوں نام ہی سے مانگ ہی ہے نصرت
کس میساج کی ہے مقتل میں الہی آمد
میسے مرنے کی خوشی کیوں ہو قیاس ہے قیاس

پاؤں پھیلاتے ہیں ابل میں اترنے کیلئے
دھڑے مچانے ہیں نیت مری بھرنے کیلئے
میں نے پوچھا تو کہا سینے پہ دھرنے کیلئے
ہاں یہ تو ہے کلچے میں اترنے کیلئے
رنگ ملتا نہیں تصویر میں بھرنے کیلئے
کیا خبر تھی کہ یہ موتی ہیں بھرنے کیلئے
اب وہ گویو بھی ترستے ہیں سنورنے کیلئے
چلتے جا دو سے کہے کون ٹھہرنے کیلئے
وہ ٹھہرنے کیلئے یہ نہ ٹھہرنے کیلئے
زلفیں پھر کھول دو گالوں پہ بھرنے کیلئے
خوب پہلو یہ نکالا ہے مگر نے کیلئے
زلف بھی تو ہے لگی کان سے بھرنے کیلئے
کوئی آتا ہے ان آنکھوں میں ٹھہرنے کیلئے
موت بھی آج مری جاتی ہے مرنے کیلئے
زندہ ہو جاؤ گنا بھراپ پہ مرنے کیلئے

<p>آنسے پر مری آنکھوں کو نہ کیوں رشاکے کوئی بن ٹھٹھن کے اٹھا ہے مے گھر آنے کو گیسوؤں کو بھی مری طرح ہے شوقِ پاؤں دل میں آنے کی جو سو بھی لگے اڑنے مجھ سے دم مرا یا د تری دونوں میں مہمانِ عزیز بارِ سحر وہ بیکدوش کئے جاتے ہیں اُن کی تصویر میں دی 'انج' جگر کی رنگت مرہ یار سے بچنے کی ہے کیا شکل جلیل</p>	<p>سب سہی نے تو مہرے ترے سنور نے کیلے بگڑے بیٹھے ہیں نصیب آج سنور نے کیلے لوٹتے ہیں ترے شانے سے اُتھنے کیلے وہ پری بسنگے شیشے میں اُترنے کیلے کوئی آنکھوں میں کوئی دل میں ٹھہرنے کیلے بوجھ احسان کا سر بر مرے بھرنے کیلے خوب سو بھی یہ مجھے رنگ اُبھرنے کیلے کتنے نشتر ہیں رگ جان میں اُترنے کیلے</p>
---	---

قیس و فریاد کے بعد آپ غنیمت میں جلیل

جیتے جی یار پہ سو جان سے مرنے کیلے

<p>تصویرِ شوقِ یار کی کیا چال کر گئی لے تیغِ ناز چل بھی جو گزری گزری گئی اشکوں سے جب یہ جوش بھری آنکھ بھر گئی آہ ہوئی جو اُن کی تو لینے کو راہ میں جادو گری کو ناموری کا ہوا جو شوق جائینگے جاتے جاتے قیسم کے تیغ ہیں میں خوش ہوں اب ہنگامہ دل میں تے مال ہے تیری زلف میں بھی کھٹیا کا خاصہ برجھی کا کام کر گئی عرضی رقیب کی</p>	<p>اندر ہی اندر آنکھ سے دل میں اُتر گئی اب پانی لپکے آئی ہے جب پائیں مگر گئی دل سے مے چڑھی ہوئی گنگا اُتر گئی دل مجھ سے آگے دل سے بھی آگے نظر گئی شوقی بنی اور آپ کی آنکھوں میں بھر گئی کیا زلف ہے کہ ہاتھ لگا اور سنور گئی جتنی جگہ تھی غیر کی اُلفت سے بھر گئی یاں دل پہ پھائی واں تے رنج پر بھر گئی تیری نظرسے میرے جگر سے گزری گئی</p>
--	--

اُس رخ پہ دونوں گتھ گئیں دے کے واسطے حسیت نہ فراتھا جلوہ دلدار کس قدر جب تک کہ دم رہا نہ گلے سے ہوئی جد تیری کر بھپی تو وہ چھپنے کی چیز تھی دیکھو تو دل کا رشک جو نصبت ہوا وہ شوخ	آئی اُدھسے زلف اُدھسے نظر گئی دم بھس میں بیقرار طبیعت ٹھہر گئی تیغ اُن کی دھندلار تھی اپنی سی کر گئی ملتی ہنیں نگاہ یہ ظالم! کہہ کر گئی خود بھی گیا یہ ساتھ جہاں تک نظر گئی
---	---

کیا جانے کیسی کل ہے جلیل اُن کے ہاتھ میں
جب رکھ دیا جسگر یہ طبیعت ٹھہر گئی

دل سے نکل کے آہ کی قیمت سنور گئی بارش میں حُسنِ دخترِ زندگانہ پوچھئے آئی تھی چشمِ ترین شبیہ انکی سیر کو تم نے تو میری جان کو سایہ بنا لیا مکن نہیں کہ اُس کی ملاحمت کا وصف ہو گھبرا کے اٹھ کھڑی ہوئی تعظیم کیلئے اُجھن ہوئی بلا سے ہوئی فکرِ زلف میں یاد آگئیں مجھے کسی کہن کی شوخیان، عصمت ہے یہ بھی کوئی کہ نہ گھسے آپ میرا خیال آتے ہی دشمن جو آگیا دل کی طرح ہے جان بھی مشتاقِ دیدار سارا جہاں آئینہ خانہ ہے یار کا	بن سکے زلفِ رخ پہ کیسے بھر گئی چھینٹا پڑا تو اور بھی رنگت نکھر گئی ٹھنڈی جگہ پسند جو آئی ٹھہر گئی چلتے ہوئے چلی گئی۔ ٹھہرے۔ ٹھہر گئی جبکی ہنسی نمائے زخون میں بھر گئی وہ چال تم چلے کہ قیامت بھی ڈر گئی اتنا تو ہو گیا کہ طبیعت سنور گئی بجلی ترس کے اور بھی بیتاب کر گئی اور حُسنِ پاکباز کی گھر گھر خبر گئی چڑھتے ہی چڑھتے یار کی توری اُتر گئی آنکھوں میں جاتے جاتے جو پہنچی ٹھہر گئی آیا وہی نظر جدھر اپنی نظر گئی
--	---

<p>خود بر ہے تھے موت نے کیا آ کے کر لیا گل رنگ آنکھیں ہو گئیں ساتی کی یاد میں ٹھہرے نظر میں جبکی اُسی کا یہ مال ہے دشمن پہ بھی نظر تھی دہی اور جھہ پہ بھی ہر ایک سے یہ کا کل لب لاکھا کھالکھ</p>	<p>احسان دھسے آئی تھی احسان دھس گئی فضل بہار آ کے مرے جام بھر گئی دل کے دام چاکے گئے قیمت ٹھہر گئی امید دار اُسے مجھے مایوس کر گئی مجنون کی آہ مجھ کو پریشان کر گئی</p>
<p>بن ٹھٹکے وہ ادھر سے گزرا کسی کا ہا ہے کیا کہیے اسے حلیل! جو دل پر گزر گئی</p>	
<p>شاہِ خوبان جو ترا چاند سا کھڑا دیکھے ہر جگہ شانِ نئی آن نئی رنگِ نیا انگی زلفوں میں جو عالم ہے وہ ہم جانتے ہیں سامنا برقِ جہان سوز کا آسان نہیں جو قیامت کا نہ قائل ہو یہ اُس سے کہہ دو دل کو ہوتا ہے جنون اور بھی سمجھانے سے تم ہو پورے میں تھیں کون جین جانے گا وہ نکلتے بھی ہین گھر سے تو حجابِ شب میں نیجان اُس نے کیا دیکھ کے اکبار بھٹے</p>	<p>کیون نہ وہ اوجِ قیمت کا تارا دیکھے کیا کرے دیکھنے والا ترا کیا کیا دیکھے قیس کی آنکھ سے کوئی نسخِ یل دیکھے کوئی کس آنکھ سے اُس شوخ کا جلو دیکھے کھول کر آنکھ تھارا تہہ رعنا دیکھے جو اسے جھوٹ سمجھتا ہو۔ وہ سمجھا دیکھے حُسن کا لطف تو جب ہے کہ زما نا دیکھے چلتے ہیں کہ نہ محب کو مرا سایا دیکھے دارِ پورا ہو۔ اگر مُڑ کے دوبار دیکھے</p>
<p>دیکھنا جلوہ دلدار کا مشکل ہے حلیل! ہونہ با درجے وہ حالتِ موسیٰ دیکھے</p>	
<p>گوشِ زگر مری پُر درد کہانی ہو جاے</p>	<p>تم تو انسان ہو پتھر ابھی پانی ہو جاے</p>

بند یارب مرے اشکوں کی روانی ہو جاے
 اب تو دل دیتے ہیں آئینہ مقدر اپنا
 دیدیا حکم مرے قاتل دریا دل نے
 دل میں ہے کشتہ زانده خدا خیر کرے
 شمع کہتی ہے مجھ سے سزاوار اُسے
 کھینچ اس رنگ سے تصویر مری لے بہرادر
 سینچ لون غل متا ترے صدقے قاتل !
 صورتیں لاکھ ہیں آئندہ ہستی میں
 سب کے دعوے ہے محبت کا جو تم کو تلوار
 حُسن پر عشق کے پرے میں تو پردہ کیا
 کوہن کے کمر دن کاٹ رہا ہے در نہ
 چاہتا ہوں کہ نہ منت کش فریاد ہوں میں
 بحر عزم میں جو ڈوبے انھیں کیا ڈر قاتل
 یہی قاصد میں خبر دل کی جو پہنچاتے ہیں
 کہنی میں وہ مہ نو ہے مگر ایسا ہے
 پھل تو ہم کھا چکے خنجر کا تے اے قاتل !
 اشک غن آنکھ نے پکاک یہ کہہ کر مجھ سے
 کر کے دیوانہ مجھے جھپٹ ہے تم پردے میں
 بڑھتے جاتے ہیں خریدار محبت تیرے

مجھ کو ڈر ہے نہ کلیجہ کہیں پانی ہو جاے
 دوست مجھ سے کہ وہ دشمن جانی ہو جاے
 وقف پیاسوں کیلئے تیغ کا پانی ہو جاے
 دل سے باہر نہ کہیں راز نہ پانی ہو جاے
 گرمی عشق سے گھل گھلے جو پانی ہو جاے
 دیکھ کر شکل عیان دروہ پانی ہو جاے
 لطف تھوڑا سا مجھے تیغ کا پانی ہو جاے
 غیر ممکن ہے کہ پیدا تر اثنائی ہو جاے
 دودھ کا دودھ ہے پانی کا پانی ہو جاے
 پڑھ کے سولی پر عیان از نہ پانی ہو جاے
 کھینچے اک آہ تو پھر ابھی پانی ہو جاے
 آپ سے آپ عیان در نہ پانی ہو جاے
 سکر ادب چا ترسی تلوار کا پانی ہو جاے
 اور یار سب کے اشکوں کی روانی ہو جاے
 کہ تصدق مہ کامل کی جوانی ہو جاے
 اب عنایت ہیں تلوار کا پانی ہو جاے
 تیرے دہن پر محبت کی نشانی ہو جاے
 وقت اسے کہ عیان راز نہ پانی ہو جاے
 کیا تعجب ہے کہ سودے کی گرائی ہو جاے

صحبت پیر معان کے نہیں قابل وہ جلیل

جس سے مستی میں عیان راز نہانی ہو جاے

مہربان مجھ پہ جو وہ ظلم کا بانی ہو جاے
واعظ آیا ہے برستا ہوا میخانے میں
ہوش میں شیخ نہیں دستبراز کو پا کر
اشک حسرت ہے وہ طوفان جو چوڑوں دامن
چاہنے والوں کو تم بھول نہ جانا اُس وقت
تم جو آؤ تو روان ہوں ابھی اشک شادی
کیا مقدّر ہے کہ سیراب ہو عالمِ ستار
پوچھ کر اشک مرے ہاے یہ کہتا اُن کا
تشنہ لب تجھے ہیں قابل کو یہ دیتے ہیں دعا
تینغ ابرو کا تصور ہے دمِ منکر سخن
میں تو قابل ہوں جسے اشکِ محبت تیرا
مختصر وصف یہ ہے ناز بھری چٹون کا
دُرِ غلطان اگر اشکوں کا ڈھلکنا دیکھے
میں یہ سمجھوں کہ ملے گو ہر مقصود مجھے
غیر کی بات تو ہو آپ کے نزدیک حدیث
ایسی حالت میں کہ ہے مشغلہ آہ و فغان ،
وہ اندھیرا ہے شب بھر کہ دم گھٹتا ہے

آسمان کو ہو یہ صدمہ خفانی ہو جاے
جھکو ڈرے ہے بے گل رنگ نہ پانی ہو جاے
جیسے چل کسی بوڑھے کو جوانی ہو جاے
نہ زمین ہونہ فلک پانی ہی پانی ہو جاے
جب لڑکپن سے ہم آغوش جوانی ہو جاے
آتش دل کی دوا آگھ کا پانی ہو جاے
خٹکے میسر لے تلوار کا پانی ہو جاے
دیکھ افشا نہ کہیں راز نہانی ہو جاے
تیری تلوار میں دریا کی روانی ہو جاے
اس غرض سے کہ طبیعت میں روانی ہو جاے
شعلہ خویار مراد آگ سے پانی ہو جاے
اک اشکے میں فضا عالم فانی ہو جاے
وہ خجالت ہو کہ پھر پانی کا پانی ہو جاے
دُرِ دل سننے اگر اشک فشا فانی ہو جاے
دردِ دل ہم جو کہیں قصہ کہانی ہو جاے
میں نکھوں نامہ تو دیوانِ فغانی ہو جاے
تم جو آ جاؤ یہی رات سہانی ہو جاے

پھر تجھے بھول گیا وہ ستم ارجا دھلیل
کھینچ اک نالہ کہ پھر یاد دہانی ہو جاے

ہم نے شبِ غم کو کسی آفت نہیں دیکھی
زاہد تری نظروں میں بہت ہیں مے عصبیان
کیسے وہ خفا دیکھنے والوں سے ہوئے ہیں
جب زخم سے نقاب سنے اُلٹی ہے چمن میں
اب تک یہ صدا آتی ہے موسیٰ کی لوح سے
کیا خوب مصیبت کی ہمیں داد ملی ہے
تجھ کے نظر آتے ہیں سب کدے والے
یہ کیا ہے جو تم پونچھنے بیٹھے مرے آنسو
میری نگہ شوق پہ ناعق کا ہے الزام
زنجیرِ تصور میں اُسے باندھ رہی ہے
کیا تم نے کوئی خون کیا جلی خوشی ہے
ایسا نہیں کوئی جو نہ ہو محبوبِ جلی
افسردہ دل گشتِ حسرت کی عیان ہے
کر دیتی ہے بیہوش ہمیں لذت دیدار
آشوبِ جہان آفتِ جان فتنہ دوران

اب کبھی نہیں سکتے قیامت نہیں دیکھی
تو نے ابھی اللہ کی کی رحمت نہیں دیکھی
مدت ہوئی آئینے کی صورت نہیں دیکھی
پھر مئے کسی پھول میں رنگت نہیں دیکھی
آواز سنی ہے تری صورت نہیں دیکھی
کہتے ہیں ابھی تم نے مصیبت نہیں دیکھی
کیونکر یہ کہوں میں تری صورت نہیں دیکھی
پھر کہتے ہو تاثیرِ محبت نہیں دیکھی
کیا آپ نے آئینے میں صورت نہیں دیکھی
لیلیٰ نے ابھی قیس کی دشت نہیں دیکھی
ایسی تو کبھی چہرے کی رنگت نہیں دیکھی
وہ بھی ہیں جنھوں نے زریزہ نہیں دیکھی
روشن کبھی شمعِ سرتربت نہیں دیکھی
جی بھسکے کبھی یار کی صورت نہیں دیکھی
دیکھے وہ تجھے جس نے قیامت نہیں دیکھی

ابلیس بھی پھڑکتے ہیں حلیل اپنی زبان پر
کہتے ہیں کہ پھولوں میں یہ رنگت نہیں دیکھی

شب کوئی مثال شبِ فرقت نہیں دیکھی
 اٹھتی ہوئی دنیا میں قیامت نہیں دیکھی
 مروت ہوئی اب تک نہ کھلا طور کا عقدہ
 کبخت مراد ہے کہ زندانِ بلا ہے
 کہتے ہو کہ دشمن کا ہمیں سوگ نہیں ہے
 جو دیکھنے والے ہیں ترے انکا بیان ہے
 کیا تجھ سے کہوں شیخِ جمالِ بختِ رعنا
 کھلا گئے وہ مین نے کہا پھول جو ان کو
 حسنِ بختِ مغرور بھی ہے وصل کا دشمن
 آؤ پیشِ دل کی تھیں سیر دکھا دیں
 نالے سے غرض اپنی ہے اظہارِ محبت
 پتھر میں بھی کرتا ہے اثرِ حسنِ وہ شے ہے
 آئینے میں آئی ہے یہ تصویر کہاں سے
 سوا بارِ سامانِ حشر کا جب تک نہیں دیکھا
 یہ بات ہے کیا جو ہیں ترے دیکھنے والے
 گرمی کا زمانہ ہو کہ جاڑوں کا زمانہ
 جیت رہے کہ تشبیہ تجھے دیجئے کس سے
 آئینے میں کیا چیز ابھی دیکھ رہے تھے
 کھینچا ہے کس استاد نے دنیا کا مرقع

دیکھی ہے مگر ایسی مصیبت نہیں دیکھی
 شاید ابھی اُس نے مری تربت نہیں دیکھی
 دیکھی ہے کہ موی نے وہ صورت نہیں دیکھی
 اب تک تو نکلتی کوئی حسرت نہیں دیکھی
 تنے مگر آئینے میں صورت نہیں دیکھی
 تل بھر تری آنکھوں میں مروت نہیں دیکھی
 کچھ بھی نہیں دیکھا جو وہ صورت نہیں دیکھی
 دیکھے تو ہیں نازک یہ نزاکت نہیں دیکھی
 ملتی کسی صورت سے وہ صورت نہیں دیکھی
 چتون کی اگر تم نے شرارت نہیں دیکھی
 مانا کہ اثر کی کبھی صورت نہیں دیکھی
 کیا آئینے نے آئینے کی حیرت نہیں دیکھی
 اب کیسے کسی نے مری صورت نہیں دیکھی
 ان آنکھوں نے صبحِ شبِ فرقت نہیں دیکھی
 ان کو بھی ہے اقرار کہ صورت نہیں دیکھی
 ہنسنے کبھی چھوٹی شبِ فرقت نہیں دیکھی
 یوسف کی قسم ہم نے یہ صورت نہیں دیکھی
 پھر کہتے ہو اللہ کی قدرت نہیں دیکھی
 ایک ایک سے ملتی ہوئی صورت نہیں دیکھی

اکرمے آغوش میں اُس شوخ کا کہنا
واللہ ذلیل ایسی بھی قیمت نہیں دیکھی

اتنی ہے کی صبح قیامت نہیں دیکھی
ہم لوٹے ہیں اور وہ صورت نہیں دیکھی
جن آنکھوں نے صبح تسبیح رقت نہیں دیکھی
آنکھوں نے کبھی خواب کی صورت نہیں دیکھی
دو دل میں کہیں ایسی محبت نہیں دیکھی
اُس نے کبھی آئینے میں صورت نہیں دیکھی
کیا اپنی گلی میں کوئی تربت نہیں دیکھی
بات اتنی ہے اُس نے تری صورت نہیں دیکھی
کہتا ہوں میں اُسے کہ قیامت نہیں دیکھی
اُس نے اپنی کبھی صورت نہیں دیکھی
جب تک دل بیتاب کی حالت نہیں دیکھی
ہم نام سے آگاہ ہیں صورت نہیں دیکھی
ایسی تو کبھی اُن کی عنایت نہیں دیکھی
کل کو نہ کہے کوئی قیامت نہیں دیکھی
مدت ہوئی آئینے نے صورت نہیں دیکھی
تم نے کسی بیمار کی حالت نہیں دیکھی
جس سے مرجان تری صورت نہیں دیکھی

کیا کیا شبِ غم ہم نے مصیبت نہیں دیکھی
موسیٰ تو اُسے دیکھ کے بہوش ہوئے تھے
لے غمتِ سرخوردہ کچھ اُن پر بھی نظر ہے
اللہ سے تار کی شبہا ہے جدائی
دل ہے تے پیکان میں تو پیکان ترا دل میں
جو اُن کے کُنج صاف کا ہے دیکھنے والا
اب دیکھنے آئے ہو مریضِ ترے نسیم کو
ناصحِ مازِ دی ہوش ہے دیوانہ نہیں ہے
مقصود ہے اتنا کہ خرا مان ہوں داسے
ہوتا ہے مقابل جو تھکے یہ سب ہے
بکلی نگہ شوخ ہے لیکن ہے جی بھی تک
دم جس پر مٹتا ہے نہ پوچھو کہ وہ کیا ہے
کیا جانئے کیا آج وہ ہیں مانگنے والے
یہ کہہ کے وہ ٹھکرا گئے ایک ایک حد کو
دان سوگ ہے دشمن کا پہنچ کیا ہو کسی کی
یوں ناز بھری آنکھوں میں کا جل لگاتے
دل آنکھوں سے آرزو ہے آنکھیں ہیں نظر سے

<p>مہندی کو نہ بھولے سے بھی وہ ہاتھ لگاتے گو حسن ترا چارٹس جلوہ نہ تھا اظہار محبت پہ یہ ارشاد ہوا ہے اک درونے دل کے جوہن لطف دکھایا</p>	<p>بچپن ہے ابھی خون کی زنگت نہیں دکھی حق یہ ہے کسی نے تری صورت نہیں دکھی آتی ہوئی ہم نے تو طبیعت نہیں دکھی سوداغ جگر میں بھی وہ لذت نہیں دکھی</p>
<p>دیکھیں طرصار جلیل آنکھ سے لاکھون دل جس کا ہے آئینہ وہ صورت نہیں دکھی</p>	
<p>ہے خبر پچھلے پہر وہ بے نقاب ہے کو ہے مژدہ لے دل دور میں جا تم سرا ہے کو ہے اُنکو کوٹھے سے اترتے دیکھ کر کہتی ہے خلق کہہ ہی ہے پھول سے گالوں پر سخی کی نمود ایسی آفت کیا ہے لے دل و تھوڑا صبر کرا مُنکھ ساتی کی اشاروں میں یہ مجھ سے کہہ گئی دیکے فردہ آمد جان کا قاصد نے کہا وصل میں بھی اپنی قسمت جاگنے والی نہیں آمد محبت کی سُنکے کہتے ہیں یہ رند چونین کہتی ہیں اس موقع نہیں ہے چھڑکا</p>	<p>صبح ہے پہلے مرے گھر آفتاب ہے کو ہے آج جگر میں فلک پر آفتاب ہے کو ہے آسمان سے اب میں پر آفتاب ہے کو ہے دورِ طفلی ہو چکا عہدِ شباب ہے کو ہے نامہ بر جانے کو ہے خط کا جواب ہے کو ہے ہو مبارک دور میں جامِ شراب ہے کو ہے حشر بھی اُس فتنہ گر کے ہر کا ہے کو ہے شام ہی سے یار کی آنکھیں خواہ ہے کو ہے آج رحمت کے عوض ہر غذا ہے کو ہے شوخیانِ خصلت میں شرم و حیا ہے کو ہے</p>
<p>شانِ عصیان کے قدرون پر گرد چکر جلیل حشر برپا ہو گیا وقتِ حجاب ہے کو ہے</p>	
<p>بوسے لیے جو صبا لائی ہے</p>	<p>دشتِ معنوں میں بہار آئی ہے</p>

<p>تھاکے بیٹھوں تو یہ کہتا ہے جنوں ہوئی مدت کہ چمن چھوٹ گیا آپ اور سوگ مرا کیا کہتا تیرا جلوہ تو رہا ایک طرف قبر پر روتے ہیں کھولے ہوئے بال گر کے ٹوٹا ہے جو ساغر میسر کون محفل میں جگہ دے مجھ کو بزم ماتم میں ہے شرکت ان کی ہاتھ رکھ دو دلِ نالان پر مرے ہو گیا ہے جو مسیحا بیدرد ہم ہیں بیمارِ محبت جب سے غش جو آیا ہے نفس میں ہم کو آئنے کیا اُسے سمجھے گا غیب</p>	<p>دو قدم کو چہ رسوائی ہے اب ہمیں کیا جو بہار آئی ہے دیکھے لب پہ ہنسی آئی ہے ہے تاشا جو تاشائی ہے رمنہ برستا ہے گٹھا چھائی ہے ہلے ساقی کی صدا آئی ہے ساتھ میسر مری رسوائی ہے میرے پھولن میں بہار آئی ہے در نہ رکھی ہوئی رسوائی ہے اور بھی درد کی بن آئی ہے نہ مسیحا، نہ مسیحا آئی ہے بوسے گل لے کے صبا آئی ہے جوادا تیری مجھے بھائی ہے</p>
<p>ایک تم کیا ہو جلیل ایک جہان مستِ نجانہ میں آئی ہے</p>	
<p>کیا پری بن کے بہار آئی ہے گھر مرے جب شب وصل آئی ہے آئنے کمر کے مری حیرت کو دے گئے داغ مرے سب غم کو</p>	<p>ہر کلی چشم تاشائی ہے صبح کو ساتھ لگا لائی ہے آپ اپنا وہ تاشائی ہے نہ سکون ہے نہ تنگیائی ہے</p>

<p> باغِ ہستی سے بہت دُور تھے ہم اشکِ خون کا سردامنِ ہر داغ پھانس کہتے ہیں کلیجے کی جے داغ جو تم نے دیا ہے مجھ کو دیکھ کر داغِ دلِ محسنوں کا دا ہوا ہے جو درِ چاکِ جگر نور ہی نور ہے صورتِ تیری اے جنوں رنگِ پریدہ میرا اسکے نیرنگ پہ ہم مرتے ہیں قیسِ محوِ رخ لیے ہو کر </p>	<p> بوکسی گل کی لگا لائی ہے یادِ گارِ شبِ تنہائی ہے آرزوئے دلِ شیدائی ہے وہ چراغِ شبِ تنہائی ہے عسقرِ خونِ لالہ صحرائی ہے کوئے جانان کی ہوا آئی ہے جب تو آنکھوں میں جگہ پائی ہے عنازہ چہرہ رُوئی ہے بے نشان ہو کے جوہر جائی ہے اپنی صورت کا تماثائی ہے </p>
<p> کہنے بیٹھو گے تو کیا ہوگا جلیل خامشی میں تو یہ گویائی ہے </p>	
<p> دل و دلداری میں یکجائی ہے کالی کالی جو گھٹا چھائی ہے اب نہیں کا نہیں موقعِ ساتی بال کھوئے ہیں یہ کس ہوش نے ایک بلبل بھی نہیں گلشنِ میں گھر مرا بھول گئی تھی شاید گدگد اِدیتی ہے دل کو ظالم </p>	<p> کس مزے کی مری تنہائی ہے زلفِ ساتی مجھے یاد آئی ہے پھول لا پھول بہا آئی ہے صبح سے آج گھٹا چھائی ہے ہاے کس وقت بہا آئی ہے بعدِ مدتِ شبِ وصل آئی ہے شوخ کتنی تری انگڑائی ہے </p>

<p>آر سی چشم تماشا ئی ہے وہ تماشا یہ تماشا ئی ہے خوب یہ گوشہ تنہائی ہے بارہا آپ کی یاد آئی ہے تم یہ کہد و مرا شیدا ئی ہے وہ مرا گوشہ تنہائی ہے یہ محبت کی میحائی ہے</p>	<p>برگمانی سے وہ یہ سمجھے ہیں حُسن اور عشق میں ہے فرق یہی دل میں آئے جو مرے تسلیم کیا کیوں گلہ کیجئے تنہائی کا دل آزدہ کا سمجھنا کیا جیسے سو انجمن صدقے ہوں ہم جو مر مر کے جیا کرتے ہیں</p>
<p>وہ ہے پردے میں مگر کچھ بھی جلیل سارے عالم سے مشناسائی ہے</p>	
<p>یہ بھی پینے کے لئے آئی ہے اُس کو دعوائے میحائی ہے روز سنتے ہیں بہار آئی ہے بہ نئی انجمن آرائی ہے لوگ کہتے ہیں میحائی ہے کہیں میرا دل شیدا ئی ہے کیا دے پاؤں نیم آئی ہے اُس کا طالب ہوں جو ہر جانی ہے جس کو سودا نہ ہو سودائی ہے آئنے شاہرہ کی تائی ہے</p>	<p>میکدے پر جو گھٹا چھائی ہے لطف دیکھو جو ہے قافل میرا جب سے چھوٹا ہے گلستان ہم سے آئنے خانہ ہے اور وہ خود بین کیا تماشا ہے کہ لیتے ہیں وہ جان بزمِ خوابان میں صدا ہے اپنی سوتے ہیں کھل جو گئی ہے ہزلت جستجو کی ہے مجھے کیا حاجت غل یہ کرتی ہے ہماری زنجیر صورتِ یار ہے آپ اپنی نظیر</p>

<p>تم پہ جس روز سے آیا ہے شباب مجھ سے کیا ہوگا تماشائے جمال بیرہن جب سے ہوا نذر جنون تم نے چھوڑا ہے گلستانِ جب سے سببِ حیرتِ آئینہ نہ پوچھ تو بھی ہو لوٹ اُسے گردِ کچھ خاک آئینے کو دیکھے لپٹے ایک دو ہون تو کرے رنکائی</p>	<p>بانعِ عالم میں بہار آئی ہے اُسکو دیکھو جو تماشا ئی ہے زیب تن جامہ رسوائی ہے پتی پتی پہ خزانِ بھائی ہے کسی جلوے کا تماشا ئی ہے جو ادا تیری مجھے بھائی ہے اب تو مجنون کی تماشا ئی ہے سارا عالم ترا شیدا ئی ہے</p>
<p>ہم ادھر آپ کے باہر ہیں جلیل وہ ادھر محوِ خود آرائی ہے</p>	
<p>ترا شباب رہے ہم میں شراب ہے نیا رہہ روہ اٹھلے نہ بے نقاب ہے اجازت اسکی نزاکت نے کس طرح دیدی ہزار مجھ پہ ستم ہو یہی دعا درنگا بکاسے کہتے ہیں اُن کے یہ آتشیں رخسار کسی کی راہ شبِ وعدہ دیکھنا ہے مجھے یہ ایک چوٹ تھی گونگٹ پہ شمعِ محفل کے چلا ہے گھر سے وہ مستِ شباب لازم ہے نودِ رنگِ جیا ہو چلی ہے چہرے سے</p>	<p>یہ دور عیش کا تاؤ رہا آفتاب ہے یہ سب قبول اگر ہم سے بے حجاب ہے کہ تیرے پھول سے رخسار پر نقاب ہے کہ چرخِ پیر ہے جتنا کہ ترا شباب ہے کہ دامن اپنا بچائے ہوئے نقاب ہے الگ تھلگ مری آنکھوں کو آج خواب ہے جو راتِ منہ پہ ڈالے ہوئے نقاب ہے قدم قدم پہ بٹھلے ہوئے حجاب ہے عجب نہیں ہے کہ بنکر یہی نقاب ہے</p>

وہ باز آئے تغافل سے کیونکر اس میں
غضب کا نور رُخ پڑیائے چھٹتا ہے
درد روزہ حُسن تو لاکھوں کی جان لیتا ہے
کسی کو تاب کہاں تھی کہ سامنے آتا
عدو کے مرنے کا اتنا مال کیوں ہے تجھے
خفا ہو جو مری آنکھ پڑ گئی رُخ پر
یہ عذر خوب نکالا ہے بے حجابی کا
وہ سامنے مرے آئین تو نرم کہتی ہے
نگاہ میں ہے جو مستی وہ جا نہیں سکتی
یہی بہت ہے مرے لٹنے ٹپنے کو
اُدا او میں ہے قدرت کی دی ہوئی مستی
یہ رہتے کہتے ہیں لے لیے کے بخودی کے مرنے
تحقیر کہو یہ ٹپنے کی بات ہے کہ نہیں
اُبھارے جو مراد سب شوق شوخی کو
ہم اک نگاہ کو ترسین خدا کی قدر ہے
ضیائے شمع ہے فانوس میں بھی لہکے وہی

شباب کا ہے تقاضا کہ مرے خواہے
نقاب پر بھی ہے لازم کوئی نقاب ہے
نجانے کیا ہوا اگر کچھ دن شباب ہے
برہنہ تیغ رہے وہ جو بے نقاب ہے
بہت مرے گئے سلامت ترا شباب ہے
نظر گزر کیلئے کوئی تو نقاب ہے
بھری ہے آنکھ میں شوخی کہاں حجاب ہے
نگاہ شوق کو روکے ہوئے نقاب ہے
تم آنکھ بند بھی کر لو تو بٹکے خواہے
نظر کے سامنے اُس شوخ کی نقاب ہے
شراب کی تھیں حاجت ہے کیا شباب ہے
کہ ہم رہیں نہ رہیں نشہ شراب ہے
مری نظر تو نہ رُخ پر رہے نقاب ہے
نہ یہ نقاب رہے پھر نہ یہ حجاب ہے
اور اُن کی آنکھوں میں آگے اور خواہے
فضول ہے تیرے رُخ پر اگر نقاب ہے

جلیل! اب ہوسے کہاں بقول میر
مرے شراب کے تا عالم شباب ہے

رُکی رُکی جو چھری دستِ نازین میں ہی
ٹپ ٹپ کے تما دلِ حسنین میں ہی!

<p>قضا چھپاے ہوئے مُنہ کو آستین میں رہی جنوں کے ہاتھ سے دھجی نہ آستین میں رہی کبھی کرین کبھی دستِ نازنین میں رہی نگاہِ ناز مرے واسطے کین میں رہی تری جبین سے نکھر مری جبین میں رہی جو دد گھڑی بھی خادمتِ نازنین میں رہی جگہ ذرا بھی نہ دامانِ آستین میں رہی جو چار دن بھی تری چشمِ سرگین میں رہی تجھے کیا تھا جو سجدہ چک جبین میں رہی مزانج سے جو گئی رے آستین میں رہی گری فلک سے جو بجلی گڑی زمین میں رہی تری نہ جیب نہ دامن نہ آستین میں رہی اسیر وہ بھی مگر زلفِ عنبرین میں رہی</p>	<p>برہنہ تیغ جو اُس دستِ نازنین میں رہی ہمالے دیدہ ترابِ نصیب کو ردین عجیب لطف سے کٹتی ہے تیغِ قاتل کی یہ کم نہیں دلِ شیدا کے فخر کرنے کو عدو کو دیکھ کے چینِ جبین مٹی تو نہیں پڑا یہ بار کہ پس پس گئی نرا کت یا ر کہا تباہ لاشکون کے موتی لٹائیں گی آنکھیں لڑے گی برقِ سرطور سے یہی شوخی ہزار تیرگیِ بخت تھی مگر بھر بھی دفا پرست تھی اُس شوخ کی شرارت بھی ترب سکی نہ مرے سامنے خجالت سے جگر کی آگ یہ بھر کی کہ چشمِ ترکیسی صبا نہ آئی کبھی بوسے درِ باسے کر</p>
<p>جلیل لکھی جب یار کی نظر سے نظر نہ آرزو کوئی باقی دلِ حزن میں رہی</p>	
<p>کہان تھا آشیانِ میرا کہانِ مج کو اڑا لائی مرے دل کی خوشی لائی مرے غم کی دوا لائی چلا جب بٹھ کر دل سے مری حسرت مٹا لائی مجھے تو ان بتوں کے سامنے یادِ خدا لائی</p>	<p>عدم سے سوے ہستی تیرے کوچے کی ہوا لائی سلامت سے صبا تو لانے والی بوجے جان کی جدا ہونا خیالِ یار کا کس کو گوارا ہے تجھے زاتِ ہفت سے ہر تو ہر صانع کی صنعت سے</p>

نگاہِ ناز کے صدمے ہجوم عاشقان دیکھو بچھا کر دے داغِ جگر کے پھول چُن چکر نگاہِ مستِ ساقی کا یہ ادنیٰ سا تصرف ہے اجل ہے وقت کیون آتی شہیدانِ محبت کی بہت خوش ہیں وہ میرا خون مل کر اپنے ہاتھ میں وِردِ لدا پر مرنا میسر کس کو ہوتا ہے	تمہاری اک نظر ساری خدائی کو لگا لائی بہارِ وصلِ جانان کی خبر جدمِ صبا لائی مجھے دم بھر میں سیرِ عالمِ بالا دکھلائی تری ترچی نظر لائی تری بانجی ادا لائی ہر اک سے کہتے پھرتے ہیں کہ زنگ چھاندا لائی بہت خوش ہوں کہ بجو تیرے کوچے میں قضا لائی
--	---

نہ کعبہ ہی چٹھا ہم سے نہ چھوٹا کوئی بُت خانہ
جلیل اُس بے نشان کی جستجو گھر گھر الائی

یہ کہنا اُس سے لے قاصد جو خود پرستی ہے بنے ہیں جسے وہ ساقیِ مزے کی سے پرستی ہے تری آنکھوں کے صدمے ایک نیا اینٹ بنی ہے تباہی دل میں ہستی ہے خرابی دل میں بتی ہے نگاہوں سے ملتا ہوں نگاہیں اس تمنا میں وہ جس دل کی قیمت پچھتے ہیں میں بتاؤں کیا نہ صہبائے نہ ساغسے نہ مینا ہے نہ خمِ ساقی ازل سے حق پرستی بت پرستی سنتے آتے ہیں جوانی نے دے دیں اُنکو لا کر ہنشین کیا کیا مدارِ زندگی کٹھنِ نفس کی آمد و شد پر تا شاہِ مری رندی کہ ساغرِ ہن میں لیکر	کہ تیسرے دیکھنے کو اکھ مدت سے ترستی ہے ادھر سے ہر پالون ہیں ادھر آنکھوں میں مستی ہے فنونِ ہوس سے ہر اعجاز ہے توخی ہے مستی ہے یہی آباد بستی ہے۔ یہی ویران بستی ہے وہ سکر دل میں آ جا لے اُن آنکھوں میں مستی ہے یہی ہنگامی سی ہنگامی ہے یہی سستی سی سستی ہے مجھے جوست کرتی ہے تری آنکھوں کی مستی ہے مگر یہ آپ کا مشربِ زرا لاخود پرستی ہے ادامین نازِ جوتوں میں جیا آنکھوں میں مستی ہے ہوا کے زور سے روشن چراغِ نغم ہستی ہے ہر اک سے پوچھتا ہوں میں کہین تیری سی مستی ہے
--	--

میں قلم نہ کھولوں نہ اظہارِ محبت کیلئے
 زلف کھولے آئے ہیں قیدی بنانے کیلئے
 ہم سے نو آموز سے صیادِ راضی ہو چکا
 پر ہے شکل بند ہو جائے لبِ فریاد بھی
 قید آنکھوں پر مگر جب ہو کوئی میعاد بھی
 نغمہ سنجی اک طرف آتی نہیں فریاد بھی

مرتبہ حضرت کاروشن ہے زلف پر حلیل
 تھے امیرِ ملک معنی بھی جگت استاد بھی

اس شان سے وہ آج ہے امتحان چلے
 کیا پوچھے ہو جب کے کوائے کہاں چلے
 کس صید پر لے رہے تیر و کمان چلے
 نالہ اُدھر کچھا اُدھر اشکِ روان چلے
 اپنی اداس نیم نگاہی کا واسطہ
 کچھ تو کاغذ ساتھ کا منزل میں جا رہے
 کیا یاد ہم کر سینگے کہ آئے تھے وقتِ نزاع
 بیٹھے ہیں لوگ دیر سے آمادہ سفر
 ہر گھونٹ پر نکلتی ہے دل سے مرے دُعا
 مٹھتا ہوں میں جو دُش سے جانے کوئے جنوں
 اپنی رگِ گلو ہے کہ اک شاہراہ ہے
 احسان ہے کشاکشِ امید و بیم کا
 آنکھوں میں کون آ کے الہی نکل گیا
 کتنی ہی دیر رہ کے وہ جانے کا نام لین
 قلموں نے پاؤں چوم کے پوچھا کہاں چلے
 آتے نہیں پلٹ کے جہاں سے وہاں چلے
 میں تو بہاں ہوں بینہ سپر۔ تم کہاں چلے
 جیسے صد اجرس کی ہوا درکارِ روان چلے
 لے بیخبر جس کہ ترے نیچاں چلے
 ہم ناتوان ہیں تیرے عسبرِ روان چلے
 اتنا بھی تو نہ آپ نے پوچھا کہاں چلے
 چلنا اگر ہے تیغ کو قاتل تو اُن چلے
 تا دُور آفتاب یہ ہے کی دُکان چلے
 کہتے ہیں خارِ تھام کے دامن کہاں چلے
 - خنجر چلے پھری چلے تیغِ روان چلے
 اے جان آج تک جو ترے نیچاں چلے
 - کس کی تلاش میں مے اشکِ روان چلے
 کہتا ہے دل ہی کہ ابھی سے کہاں چلے

<p>رکھنا ہمیں بھی یاد جو تیغِ روان چلے چھریاں چلین کٹا رہلی تم جہاں چلے سائے کی طرح ساتھ چلا ہم جہاں چلے بیٹھا کہیں میں تھک کے ڈانکِ روان چلے اتنا بھی گر چلے تو بہت ناتوان چلے جیسے غبارِ راہ پس کا روان چلے آہستہ اپنی کشتیِ عمرِ روان چلے محشر میں اس ادا سے وہ دہن کٹان چلے نقشِ قدم کی چال پس کا روان چلے - دریا کی موج بن کے جو تیغِ روان چلے کوئی چلے تو صورتِ عمرِ روان چلے احسان آپکا ہے کہ دے کر زبان چلے کہتا ہے درد چھوڑ کے مجھ کو کہاں چلے جب تم جلو ز میں چلے آسمان چلے</p>	<p>رکھے خدا سدا تمہیں حاجتِ رٹے حلق گو یا تھا انتظار تمہارا ہر ایک کو سوداے زلفِ یار سے پھیلا نہ چھوٹ سکا راہِ طلب میں شوق کا اپنے یہ حال ہے سُنتے ہیں پہنچے گو رکنا رے ترے مہین ہمراہ ساتھیوں کے ہمارا یہ حال ہے بھر جہاں کی سیر بھی ہو نا ضرور ہے جتنے اٹھے تھے خاک سے پھر خاک ہو گئے جس جاگرے وہیں کے تھے تیرے ناتوان قاتلِ گلوے خشک کھاؤں نہ کیا کروں کیا بات ہے پہنچے جو منزل پہ لے قرار جینے کی بات کوئی مجھے سو بھتی نہ تھی دم توڑتا ہے عشق میں جب کوئی درد مند جب میں چلون تو سایہ بھی اپنا نہ ساتھ ہے</p>
--	---

ذکرِ حبیب سے ہو نہ غفلت کبھی جلیل!

چلتا رہے یہ کام بھی جتنا کہ زبان چلے

<p>میرے دلِ سوز مرے چاہنے والے نہ گئے اپنی تقدیر کے بل ہم سے نکالے نہ گئے سر کا چکر نہ گیا پاؤں کے پھارے نہ گئے</p>	<p>دن کی آہیں نہ گئیں راستے کے نالے نہ گئے اپنے ماتھے کی شکن تم سے مٹائی نہ گئی آج تک ساتھ ہیں سرکارِ جنوں کے تحفے</p>
---	--

<p>تلمو اد جب ایسی ہو تو اک دار بہت ہے ستے ہیں اُسے حسرتِ بیدار بہت ہے</p>	<p>قربان میں اس جنبشِ ابرو کے مستمّر نرگس کو ذرا آنکھ دکھا آؤ چمن میں</p>
<p>کیونکر نہ جلیل آپے امداد طلب ہو یا شافعِ عشرہ گنہگار بہت ہے</p>	
<p>میربانی کے لئے بے سرو سامانی ہے اب یہ بیکار گلہ ہے کہ پریشانی ہے جانتے ہیں کہ مے ساتھ پریشانی ہے دولتِ حُسنِ جوانی کی نگہبانی ہے لاکھ آئینوں میں اک صورتِ رانی ہے دل پہ صد ہے کچھ ایسا کہ جگر پانی ہے</p>	<p>خانہ دل میں غمِ عشق کی مہمانی ہے ہم نہ کہتے تھے کہ زلفوں میں رکھو دل کو اپنی محض میں بٹھاتا نہیں کوئی جلو پردہ ڈالے ہے اب تک ہے روکین اُنکا جلوہ یار سے ہر آنکھ کو روشن دیکھا اشکباری میں خدا را مجھے سمجھو معذرت</p>
<p>اُسکا جلوہ ہے مرے آئنے دل میں جلیل جسکا ہمسر ہے نہ کوئی نہ کوئی نانی ہے</p>	
<p>جو کچھ کہتے تو کہتے ہیں اُلتے ہو زبان ہم سے پہرین آنکھیں کچھ نامے جلا سوز نہان ہم سے نظر ملتے ہی کہتی ہیں اُنکی شوخیان ہم سے لگا ہیں بول آنکھیں جاتا ہے اب بکھر کہاں ہم سے کسی دن تم جو سُن لیتے ہماری داستان ہم سے دلون کا حال کہتی ہیں اُن تم سے یہاں ہم سے بتاتا ہے تمہارا روٹھنا دردِ نہان ہم سے</p>	<p>تم ہے غیر کی چاہت کا ہوتا ہی بیان ہم سے مخالف ہو گئے آخر ہمارے راز دان ہم سے ذرا ساد لے سے بھی وہ چھپا کر رکھ نہیں سکتے کمانیں کچھ گئیں ابرو کی دل جب سامنے آیا کہان کی نیند سونا دشمنوں کا خواب ہو جاتا بڑی جاسوس ہیں آنکھیں بڑی غمان میں آنکھیں جسک کر اٹھ کھڑے ہونا ٹھہر جانا تو تر پانا</p>

کسی پہلو سے ہو مطلب تو دل کا لوٹ جانا ہو
چلے تو ساتھ ہی تھے کل در محبوب سے اٹھ کر
نگاہیں دیکھنا دشمن کی اور پھر کس ٹھٹائی سے
تھیں مشکل ہے جانا دل سے ہم کو آپ میں آنا
بہار ان خوشما پھولوں کی دو دن کچھ لینے دے
یہ سب کش کے پر کالے ہیں جتنے بیج دالے ہیں
تلاش بارین اچھا دیا ساتھ انکباری نے
یہ تیرا بکون یہاں آتے ہیں کیا رکھا پہلو میں
یہ کیا تم کہہ گئے مہر و وفا کا نام غنقا ہے
جو میں تڑپا تو وہ چلتے ہوئے اک نیمبہ جڑ کر
ہمارے ساتھ دل نے جبر کی راتیں بویں کاٹیں
یہ جی میں ہے بھاپا میں تم کو اپنے دل کے پڑے میں
گلے پر میرے جگر ناز سے کہتا ہے وہ خجسہ
ننگرتے ہیں دل سے شکوہ جانان کے فسانے

جلیل اُن کو بھارا نام لیے نثرم آتی ہے
یہ کہتے ہیں کہ رکھتا ہے محبت اک جوان ہم سے

یہ بچن ہے کہ دل کا ذکر کرنا ہم کو مشکل ہے
کے مشکل ہماری سخت جانی سے یہ مشکل ہے
تھامے تیرے دشمن ہیں گھٹا گھٹ کے ترکش میں
وہ کہتے ہیں کھاؤ حیر کر پہلو کہاں دل ہے
فقط اتنا سہارا ہے کہ دل کا سخت قاتل ہے
خدا رکھے جگر ہے عاشقوں کا سینہ ہے دل ہے

کس قدر گھبرا رہا ہے دم مرا بے ہمتی میں شعلہ آواز ہی سے پھونکے دیتے ہیں مجھے عمر بھر ہم غمہ بیجا اٹھاتے شوق سے آپ جلدی اٹھ گئے کیوں میں بھی تو تیار تھا چار ہی باتوں میں ایسے ہو گئے تیرا ٹوٹ بیٹھنے کے واسطے کیا کم تھا سکھ آپ کا کہتے ہیں اچھا ہوا پوچھا نہ ہنسنے درد دل	کاش دواک تیر سی پہلو میں آکر بیٹھتے ہاے کیا کرتے جو پردے سے نکلا کر بیٹھتے یہ نہ تھا ممکن کہ اُنکا مشکوہ لیکر بیٹھتے دیکھ لیتے دم نکلا اور دم بھر بیٹھتے درد دل سننے جو بیٹھے تھے سنبھلا کر بیٹھتے آپ کے دشمن ہر اک محفل میں جا کر بیٹھتے تم فرماتے اشارہ لے کے دفتر بیٹھتے
---	---

پاس سے اٹھنا نہیں منظور نہیں تیرا جلیل
دور نہ کیوں دامن وہ زانو سے دبا کر بیٹھتے

کس لطف سے سلوک کا اظہار ہم سے ہے تیرو میں ہے جو بانگیں ابرو کے خم سے ہے معتوق کے لئے رنج ادائی ضرور ہے مکمل نہیں کہ جھوٹ ہو عہد وصل میں ہے ایک ہی نگاہ مگر افسانے طرز دید لکھا ہے جب سے حال ترے دلفگار کا ملکر مرے گلے سے کہا تیغ یار نے کہتا ہے جب ہر ترک کہ قتل ہو اک چین ہر بات میں ہے مصحف خسار کی قسم پے پہ تیر ناز کے آتا نہیں کبھی	اک تو ہی کامیاب ہمارے ستم سے ہے قاتل کی ساری نوک سی خنجر کے دم سے ہے کا کل جو ہے پری تو فطرتیج دخم سے ہے ہارا ہوا یہ قول تمھاری قسم سے ہے اقرار تدعی سے ہے انکار ہم سے ہے جاری ہو کی دھار تنگا ب قلم سے ہے اب تو نہ یہ کہو گے کبھی تو بھی ہم سے ہے رگ رگ پکارتی ہے کہ بیل ک دم سے ہے کیا جھوٹ کو فردغ تمھاری قسم سے ہے سہا ہوا فلک بھی تمھارے ستم سے ہے
--	--

اُس رشک گل کو لیکے جو کئے یونان میں جو گل ہے منہ چھلائے ہوئے آج ہم سے ہے

مجھ سے گناہگار کو بھی حشر میں جلیں!
امید مغفرت کی خدا کے کرم سے ہے

شرم ایسی ہے نقاب رخ یار کیلئے
تلوار اگلی پڑتی ہے قاتل کی میان سے
چھجھ جائے دل میں ایسی برہمی نہ تیرے
چہرے سے عاشقوں کے اڑاتاہے ننگ عشق
اُس قدمے عشق کر کے پڑے ہم عذاب میں
دشمن کے دیکھنے سے بچاؤ تم آنکھ کو
رحمت اسی کی اُسکے غضب کی پناہ ہے
ساتی شراب خانے میں آئے ہیں آج شیخ

آئیے بھی تہمتیں ہیں دیدار کیلئے
رحمت تڑپ رہی ہے گنہگار کیلئے
یہ بات ہے فقط، نگہ یار کیلئے
غازہ بنانے کو تھے رخسار کیلئے
سولی کھڑی ہے روز گنہگار کیلئے
پرہیز کچھ تو چاہئے بیمار کیلئے
ایچی سیر یہ نکلی ہے تلوار کیلئے
لانا دُرا فرے کی مرے یار کیلئے

غنی میں کیوں رہیں نہ حیمون کے ہم جلیل
کاٹنا بھی کوئی چاہیے گلزار کیلئے

بہا کر خون میرا مجھ سے بولے
جو دل پایا ہے تو چار شاخے بولے
صدا اپنی ہے بازار خون میں
وہ جاتے ہیں اکیلے میرے گھر سے
کھٹے گی زلف سے خود دل کی چوری
تجھے ہے اختیار آئنا نہ آنا

کہ لے جینے سے اپنے ہاتھ دھولے
زمین اچھی ملی ہے سچ بولے
دل اپنا مغفرت کا سودا ہے جو لے
ٹکڑا جان تو ہی ساتھ بولے
دو جا دو کیا نہ جو سر چڑھ کے بولے
دل مضطر کا کہنا ان تو لے

<p>بہت جاگا ہے اب جی بھر کے سولے کہ بریان اڑ رہی ہیں بال کھولے</p>	<p>اجل بولی یہ تربت میں لٹا کر گھٹائیں جھومتی ہیں میکدے پر</p>
<p>کبھی کو دے دیا دل مفت اپنا جلیل ایسے ہی تو ہیں آپ بھولے</p>	
<p>کچھ اور فائدہ نہ سہی دل لگی تو ہے اپنی پسند اپنی نظر اپنا جی تو ہے اترا کے جس کو پھینک دیا تھا وہی تو ہے بیمار سب بتاتے ہیں اچھی بھلی تو ہے اک زہر کی جھٹی ہوئی جھنجھلا کے لی تو ہے بالین سے کیوں تم اٹھ کے چلا جان بھی تو ہے</p>	<p>ہاں ہاں لگاؤ تیرا دل یہی تو ہے مرتے تو ہیں بھین پہ بھین کیوں ہے ناگوار اب لوٹ کیوں ہو دل کی تڑپ کچھ دیکھ کر آنکھ اپنی اُسنے دیکھ کے آئینے میں کہا دیکھیں لگی وہ دل کی بچھاتے ہیں ہاں نہیں کیا اپنا حق اجل کے لئے وقف کر دیا</p>
<p>لوٹے گا اور کون درمیکدہ پہ یوں یہ کام ہے جلیل کا دیکھو وہی تو ہے</p>	
<p>ناز و انداز اٹھائے ہوئے داماں ہونگے پردہ کرنے سے چراغ تیرا داماں ہونگے اور ہونگے جو بلاؤں سے پریشان ہونگے خال بن کر ترے چہرے پہ نمایاں ہونگے زلف بن بنسکے حواسل پہ پریشان ہونگے سمجھے بیٹھا ہوں کہ اک دن ہی طوفان ہونگے سوگ میں آپ کے گیسو تو پریشان ہونگے</p>	<p>سر مخفل وہ ادا سے جو خراماں ہونگے ہر طرح داغ محبت کے نمایاں ہونگے ہنسنے تو جان کے زلف لٹکی بلائیں لے لین چٹکیاں لینے سے تیرے جو کیلے میں نہیں بھٹکے کھا کھا کے محبت کے سوز جائیں گے ہم ناز انکوں کے اٹھاتا تو ہوں آنکھوں سے مگر جان جائے گی محبت میں بلا سے جائے</p>

<p>ننگے بھوکے نہ کبھی خارِ بیابان ہونگے کھول کر بال بہت آپ پریشان ہونگے آپ کی عمر دراز آپ پریشان ہونگے سر جو گردن پہ نہوگا ترے احسان ہونگے اس طے حال اُدھر بال پریشان ہونگے پھول ہو جائیں گے وہ زخم جو خدان ہونگے اور بھی مل کے پریشان سے پریشان ہونگے آپ ہی خون کے پیاسے تھے پکان ہونگے نہ نین آپ اسے در نہ پریشان ہونگے آج رخصت تھے دل کے ارمان ہونگے تیرے دیوانوں کے دامن میں گریبان ہونگے ابھی دو پھول ہیں دودن میں گلستان ہونگے</p>	<p>میرے دامن کے پھلے جو سلامت ہیں جنوں بوسے لینے کو بکھر جائیں گے رخ پر گیسوں آپ آئیں تو سہی آپ کو چھڑیں گے نہ ہم قتل ہو کر بھی سبکدوش نہ ہونگا قابل غیر کا سوگ انہیں ہوگا مجھے جان کا دُک ہلکے ہاتھوں سے کیا ہے مجھے سبل اُسے کبھی بربون سے کہو لیتے ہیں کون دل میرا بیاس شتاقِ شہادت کی بھائیں گے وہ کیا زلزلے بڑھ کے ہے قصہ مری بربادی کا وصل میں وہ مے سینے سے لپٹ کر بوئے جھڑج ڈالیوں میں پھول چنے جاتے ہیں رنگ لائیں گے مے داغ دل داغ جگر</p>
<p>اب گلے شکوے حینون کے ہیں بیکار جلیل ہم نہ کہتے تھے بہت آپ پشیمان ہونگے</p>	
<p>گئی جس بزم میں لیتی ہوئی آئینہ گئی چوٹ تھی سانس کی اُس سے بچائی نہ گئی بات تو اتنی بڑھی رات بڑھائی نہ گئی نا تو ان تھے جو بہت بات اُٹھائی نہ گئی ہاے نالوں سے قیامت بھی اُٹھائی نہ گئی</p>	<p>خود نمائی سے تری شکل چھپائی نہ گئی آئینہ دیکھتے ہی لوٹ گیا وہ خود ہیں صبح کر دی مگر اکدم کو نہ جوڑا کھولا سُن کے پیغام اجل جان ہی دیدی بنے اُس نے دیدار قیامت پہ اُٹھا رکھا ہے</p>

<p>وصل دشمن جو کھلا کیسے پریشان وہ ہوے ہنس دئے سُن کے مری موت کجا دل سوزی سامنے تیغ کے مقتل میں نہ بھٹکے غیار آنکھیں دو جام یہی بلکہ ہین دو میخانے بس بساے دیدہ گریبان تجھے ہم دیکھ چکے دعدہ وصل پہ کس طرح قسم وہ کھاتے مجو زخمی تو کیا تیغ سے ٹھنڈا نہ کیا تیغ اٹھتی جو نہ تھی تیر ہی مارا ہوتا</p>	<p>ذلت بگڑی ہوئی تھی بابت بنائی نہ گئی پھول تربت پہ چڑھے شمع جلائی نہ گئی ہمنہ کی کھایا کئے ہمنہ پر کبھی کھائی نہ گئی ہمکو تو آپ کے دو گھونٹ پلائی نہ گئی اتناک دل کی لگی تجھ سے بھجائی نہ گئی طبع نازک تھی قسم چھوٹی تھی کھائی نہ گئی آگ جو تم نے لگائی، وہ بھجائی نہ گئی جان من تم سے نظر بھی اٹھائی نہ گئی</p>
<p>کیا وفادار ہے یاد اُس شہدِ خوبان کی جلیل گوشتہ دل میں یہ جس روز سے آئی نہ گئی</p>	
<p>لاگ کی آگ کسی طرح بھجائی نہ گئی آگیا یاد مرا خون دم آرایش، تیرے پردے کا تو بخش میں بھی چھوٹا نہ لحاظ میل جولائے کسی سے جو نہ تھا جھپے کوں لگیا دل کا پتا آنکھ سے جب آنکھ ملی رات بھر آپ ہی لوٹا کئے وہ اپنی بہار پھر گئی آنکھ مری چھکے نہ دیکھا اُس نے جل بھی ہے تیغ دوانی تری دیکھی ہم نے پی گئے پند کو ہم لب پہ نہ لائے تو بہ</p>	<p>آنکھ جن دن سے لگی آنکھ لگائی نہ گئی آنکھ بھرا آئی حنا اُن سے لگائی نہ گئی بات جو دل میں تھی تب کبھی لائی نہ گئی صاف بنتے تھے مگر آنکھ ملائی نہ گئی تیری چوری تری چوٹن سے چھپائی نہ گئی آری آنکھ کے آگے سے ہٹائی نہ گئی میری آئی نہ ٹلی اُسکی رُکھائی نہ گئی ہم ترستے ہی رہے پاس بھجائی نہ گئی تھی کڑی ایسی یہ مومنہ لگائی نہ گئی</p>

کم نگاہی گلہ سسکے بہانہ سو جھسا اپنے گشتے سے نہ سیدھی ہوئی پھر کردہ نگاہ ڈال دی جلوہ دیدار نے پھوٹا ٹھکون میں ہکو دعویٰ تھا کہ الفت میں اٹھالینگے پہاڑ جان پیتے ہی بنی ناز بھری چتون کو	بولے بیمار جو تھی آنکھ اٹھائی نہ گئی آنکھ رو بھی ہوئی تلوار منائی نہ گئی آج تک شک سے آپس کی جدائی نہ گئی وقت پر بول گئے بات اٹھائی نہ گئی آنکھ کا تھا جو لحاظ آنکھ چرائی نہ گئی
---	---

عرب کٹ گئی باتیں ہی بنائے میں جلیل
اپنی بگڑی ہوئی افسوس بنائی نہ گئی

اڑا ہستی ہے دل کیا کہے چشم یا کیسی ہے جولبل ہو چکے ہیں وہ بڑی تعریف کرتے ہیں خود آرائی کہاں تک آنکھ سے اب آنکھ ملنے دو تصدق بھولے پن کے حشر کتنے ہو چکے ہر پرا وہ در پردہ مسیحائی کا یون اظہار کرتے ہیں شراب عشق کی ناصح برائی ہم نہ مانیں گے فدا میں اپنے درد دل کے ایسے بخت لکے ہیں مے ابرو کا بوسہ تو کردن تعریف بھی قابل جو کرتا آہ و زاری میں تودہ ٹھہر برس لیتے یہ کہ کر جسم کا پشتارہ پھینکا روح نے آخر محبت میں بھرا رہتا ہے دہن لعل گوہر ہے نگاہ ناز پر قربان ہو جانے دو عالم کو	نشیلی ہے مگر نام خدا ہشیا کیسی ہے ذرا ہم بھی تو دیکھیں آپکی تلوار کیسی ہے اٹھاؤ آئینہ یہ بیچ میں دیوار کیسی ہے خبر اب تک نہیں آنکو مری رفتار کیسی ہے صبا سے پوچھتے ہیں نرگس بیمار کیسی ہے ذرا چمک لے تو پھر تجھے یہ چہن یا کیسی ہے وہ کہتے ہیں تری حالت کے بیمار کیسی ہے میں کیا جانوں بڑی ہو یا بھلی تلوار کیسی ہے نہ بارش ہے نہ چلتی ہے ہوا بوجھار کیسی ہے مے مسرت کی آٹھون پہر بیگا کیسی ہے خدا رکھے مری سر کا بھی سر کا کیسی ہے ابھی سے پوچھتے کیا ہو مری تلوار کیسی ہے
--	--

جو چکھتا ہے مزہ تیرا ٹپ کر رہی جاتا ہے | یہ شیرینی میں تلخی شربت دیدار کیسی ہے

جلیل سانہنیں ہے بورے لب لکنا ان سے
ذرا سی بات ہے کہنے کو پردنوار کیسی ہے

مثلاً ہے کس کو اے دل یہی ہے | مری جان تری عیش منزل یہی ہے
ادھر لاؤ رو لین گلے سے لگا کر | ہمارا قدیم آشنا دل یہی ہے
چلا تھا وہ خنجر کہ موت آکے بولی | گلے سے اتر تیری منزل یہی ہے
علاقہ نہ تو قطع کٹ جاے گردن | سہارا غریبوں کا قاتل یہی ہے
حبس تنگ کے گھاٹ اتے تو سمجھے | کہ دریائے الفت کا ساحل یہی ہے
تصور ہی میں اُسکو ہر بھیڑے رہتا | مرے ماہِ کامل کی منزل یہی ہے
وہی بیقراری ہے دل کی لحد میں | جو مرکز بھی ترپے وہ بسل یہی ہے
کوئی ٹھوکر اُسکو بھی قد مون کا قصہ | اے جانے والے مراد دل یہی ہے
ہو ہو کے دل عاشقوں کے بہینگے | اگر جانِ من رنگِ محفل یہی ہے
مرے خون کا رنگ دکھا تو بولے | کہ ہاں میری ہندی کے قابل یہی ہے
تری جو اداس ہے وہ آفت ہے ظالم | کسے میں بتاؤں کہ قاتل یہی ہے
کہا وصل میں چھپر کر میں ہی ہوں | جسے تم یہ کہتے تھے قاتل یہی ہے
کہا اُس نے دکھا جو عکس آئے میں | حسدوں میں اپنا مقابل یہی ہے
دوبارہ دیا بوسہ لیکن یہ کہہ کر | ہنیں جبکو غیرت وہ سائل یہی ہے

بلائے ہیں یوں مجھ کو خوابِ عالم
جلیل آؤ پر یوں کی محفل یہی ہے

تڑپ کر اُن کا منہ مانا ستم ہے
 تم سے دُشمنی ہے لیکن، لیکن
 بھری برسات میں یہ بھل ساقی،
 چھری لی ہے تو قاتل بھیر بھی ہے
 ہمیں نے ناز کا سکہ بٹھایا
 کسی کسین کو پہلانا ہے آسان
 تجھے دیکھا اور آپے سے گئے ہم
 ہجوم یاس میں دل کھو گیا ہے
 کمرین رہ کے نازک ہو گیا ہے
 پیٹے پھرتے ہیں دل کیا اے ماے
 وہ کہتے ہیں کہ تم بخود ہی چھے

ستم ہے تیرا افسانہ ستم ہے
 مرے سر کی قسم کھا ستم ہے
 اے پیاسوں کو ترسانا ستم ہے
 مجھے بے ذبح، تڑپا ستم ہے
 ہمیں سے ناز اٹھوانا ستم ہے
 دل نادان کو سمجھانا ستم ہے
 کرم ہے یا ترا آنا ستم ہے
 بھری محفل میں لٹ جانا ستم ہے
 ترے خنجر کا بل کھانا ستم ہے
 بندھے جوڑے کا کھل جانا ستم ہے
 تمہارا آپ میں آنا ستم ہے

جلیل زار کی حالت نہ پوچھو
 کسی پر دل کا آ جانا ستم ہے

چیر کر پہلو کو دکھ لون دل میں پکان توہی
 دلجسوں کا صبر تو اے آسمان لیتا تو ہے
 داغ کھانے کے لئے اتنا سا دل تھوڑا نہیں
 کھول کر جوڑا نکھنا اس ہوا میں قہر ہے
 تم چھپا سکتے نہیں چوری دل پر داغ کی
 باغ میں دامن اٹھا کر تم چلو تو در قدم

اپنے ہاتھوں سے نکالوں اپنا ارمان توہی
 پھونک دے تجھ کو کسی دلی ہوزان توہی
 ایک غنچے سے کھلیں لاکھوں گلستان توہی
 منہ تمہارا جو مے زلف پریشان توہی
 بن کے بدنامی کا ٹیکا ہو نمایاں توہی
 غنچہ و گل چاک کر ڈالیں گریبان توہی

<p>تم مراد دل لے کے دل میں ہوشیار تو ہوئی پھر کھجیا تھام کر بیٹھو مری جان تو ہوئی منہ نکالے چڑھ کے ہوا میں حیران تو ہوئی اگر دیکھو کھجیا ہو ماہ تابان تو ہوئی منہ پہ دامن لکھ کے دینِ خندان تو ہوئی</p>	<p>حسرت و غم کے سوا کچھ خاک بھی اس میں نہیں پھر کے دل سے تڑپنے کے لئے اصرار ہے جو کلیجے میں اُتر آئے وہ صورت ہے یہی چاندنی میں کیا کھلف ہے اٹھا بھی دو نقاب خنجر قاتل کی چالوں پر ابھی ہنستے تو ہیں</p>
---	---

شوق کیا رنگین کہے ہیں صفت لب میں اعلیٰ
 خون تھوکے رشاکے لعل بدخشان تو ہوئی

<p>تم سے نادانی ہوئی اچھ سے نادانی ہوئی ہکو کیا لے مہ جین گر چاند پشانی ہوئی اتنی سی تو بات ہے کہند کہ نادانی ہوئی آگ کے مولوں جو بکتی تھی وہ بے پانی ہوئی مجھ سے اڑتی ہے مری سوار کی چھانی ہوئی آہ کی زلفوں کو اتنی کیوں پریشانی ہوئی زہر کھایا میں نے پوشاک آہ کی دھانی ہوئی تیری صورت ہے ازل سے جانی پہچانی ہوئی کشتی صہبا بھنور میں پڑ کے طوفانی ہوئی آج ساقی نے پلائی سے ہمیں چھانی ہوئی بارک اللہ کس مزے کی تم سے نادانی ہوئی سیر دیکھو نیند بھی کبخت سیلانی ہوئی</p>	<p>کھو کے دل میرا تھیں ناحق پشانی ہوئی ایک دن بھی تو نہ اپنی رات نورانی ہوئی مجھ کو بوسے کے سبب کیوں پشانی ہوئی سر دھری کا تری ساقی نتیجہ تھا یہی خاک صحرا دامن مجنون سے یہ توخی رہے دل تو سوداوی شری ہے اُسے کھینچی ہوگی آہ اللہ اللہ پھوٹ نکلا رنگ چاہت کا مری ہکو ہو سکتا نہیں دھوکا ہجوم حشر میں مجھ کو چکر آگیا وہ ہاتھ سے چھٹکر رگری مے اڑی گھوگٹ کے اندر سے گاہٹ میں جان کر دشمن جو لپٹے جان میں جان آگئی رات کو جھیکر نکلتی ہے میری آنکھ سے</p>
--	--

<p>ایک دانی سے دونوں کو پشیمانی ہوئی ہے مری جانی ہوئی ادا کی بانی ہوئی خاک تھوڑی سی چھائی مری چھانی ہوئی کچھ گل افشانی ہوئی کچھ گہرائشی ہوئی واہ صاحب یہ بھی کیا گھر جانی مانی ہوئی کہیے حضرت رات کیا کیا گہرائشی ہوئی بدے یوسف کے زلیخا اپنے ندانی ہوئی تیری عریانی ہوئی یا میری قربانی ہوئی دختر رز بھی سیانی ہو کے مستانی ہوئی پانی رستے رستے کشتی میری طوفانی ہوئی چاک دامانی سے اپنی پاک امانی ہوئی دخست رز کی مغجوا بھی گججانی ہوئی میان سے باہر نکل کر بھی نہ عریانی ہوئی سمٹی تو الجھن ہوئی پھیل پریشانی ہوئی</p>	<p>چومتے ہی منہ پڑی رنج پر پسینے کی نقاب کیا ضرورت کیوں کہے دشمن بیاں دل کی بات اے صبا میں اور کیا دون قبر مخبون کے لئے قبر پر رہنس گئے وہ صورت شمع و چراغ دل میں گھر کرنا پھر اپنے گھر کے جانے کا خیال اشکباری پر مری ہنستے ہیں یون ہر صبح کو بھاننا چاہتا تھا دل کو رہی خود دل میں ناف یار کے ہاتھوں ہوا جو کچھ ہوا اے تیغ یار اس کے شیشے کے گلے تک پھیل پڑتی ہے پیونخ رفتہ رفتہ دیدہ ترکوڈ بویا اشکانے کر گئی دیوانگی ہم کو بری ہر جرم سے رہ گئے تم آنکھوں ہی آنکھوں میں ادھلے اڑا خون کی چادر مبارک با حیاتلوار کو شعبہ سے کیا کیا دکھاتی ہے اتر کر دل میں لاف</p>
--	---

باڑھ دی باکی اداؤں نے جو خنجر کو جلیں!

ذبح کرنے میں مرے قاتل کو آسانی ہوئی

جسے آسری دیکھی ہے آنکھوں سے لگالی ہے
وہ پہلو میں ہے اور پہلو مرا خالی کا خالی ہے
بس اب کیا سوچ ہے ویسا بچ میدان خالی ہے

وہ خود بھی لوٹ ہے صورت کچھ ایسی بھلی بھالی ہے
لطافت سے مرا محبوب تصویر خیالی ہے
قضا ایک غیر تھی سو وہ ادا پر مرنے والی ہے

<p>اکے دم کیلے کتنے ہن گھر حور کیسی جان من کیسی پری مجھ کو ٹھہراتے تو ہو یہ جان لو منہ ترا دیکھے جو سوتے جاگتے زلف پہچان سے نہ دل نکلے نہ بل نزع میں ہوں مجھ کو ہوش تنہا نہیں پردہ محل میں مجھوں کے رقیب بسمل تیغ نگاہ لطف ہوں موت ہے قاتل تماشا دیکھ کر آمد اس خورشید رو کی یا نصیب میں دعا مانگوں وہ ہو یارب قبول جان دیتے ہیں ہم اتنی بات پر کر بلا کی صبح کا عالم وہ ہاے</p>	<p>اشیا نہ ہے قفس ہے دام ہے وہ لقب تیرا یہ تیرا نام ہے ساتھ میسر گردش ایام ہے صبح اُسکی ہے اُسی کی شام ہے جو دہان ہے وہ اسیر دام ہے جان ہے لب پر کہ تیرا نام ہے شرم لیے الفت میں بدنام ہے کچھ ہے بچینی تو کچھ آرام ہے رقص بسمل ہے کہ دور جام ہے دیکھنا یہ صبح ہے یا شام ہے یہ مری کوشش وہ تیرا کام ہے جان نثار دن میں ہمارا نام ہے سو گوارا بتاک سوا دشام ہے</p>
<p>کیا عجب ہو صاحب باطن جلیل گو بظاہر رند ہے آتشام ہے</p>	
<p>مُن پہ بکھری زلف عنبر فام ہے بچکے جائینگے کہاں صیاد سے آنکھ میں ڈور دن کا عالم دیکھے پینے والے کرتے ہیں تو بہ کا خون</p>	<p>مثل بسمل گل اسیر دام ہے ہم ہیں آگے چھپے چھپے دام ہے یہ نیا آہو اسیر دام ہے دختر رز مہفت میں بدنام ہے</p>

<p>اُن کی صورت دیکھ لی خوش ہو گئے میکدے میں جتنے ہیں سب ہیں رُخ پہ نکلے گا کبھی خطِ سیاہ دیدہ دل سب میں مشتاقِ جمال نغمہ بلب نے جادو کر دیا کچھ سمجھ کر آہ میں کرتا نہیں دونوں آنکھیں وہیں چڑیاں تھرکی ظلم کرنا بھی نہ ظالم چھوڑے سے ہو کتنی ہی کڑی لیکن ہمیں یاس پٹی ہے مری اُمید سے تجھ سے اسے قاتل میں کچھ کہتا نہیں</p>	<p>اُن کی صورت دیکھ لی خوش ہو گئے میکدے میں جتنے ہیں سب ہیں رُخ پہ نکلے گا کبھی خطِ سیاہ دیدہ دل سب میں مشتاقِ جمال نغمہ بلب نے جادو کر دیا کچھ سمجھ کر آہ میں کرتا نہیں دونوں آنکھیں وہیں چڑیاں تھرکی ظلم کرنا بھی نہ ظالم چھوڑے سے ہو کتنی ہی کڑی لیکن ہمیں یاس پٹی ہے مری اُمید سے تجھ سے اسے قاتل میں کچھ کہتا نہیں</p>	
	<p>ہر حسین کے لب پہ ہے نامِ جلیل! اللہ اللہ! کیسا پیارا نام ہے</p>	
<p>جان دے جس پہ قضا ایسی ادا کس کی ہے سامنے اپنے نہ آئے یہ چاکس کی ہے ہم بھی ہیں غیر بھڑون میں قضا کس کی ہے تیسے گلشن میں بندھی آج ہوا کس کی ہے وہ دوا تھی مے دل کی یہ دوا کس کی ہے تجھ میں اسے غنچہ بستہ تیرا کس کی ہے</p>	<p>اک سو تیسے نظر ہو شراب کس کی ہے آنہ دیکھ کے جھپے یہ ادا کس کی ہے دیکھے آج وہ بن ٹھن کے کدھر جاتے ہیں آہن کرتا ہوا پھرتا ہے یہ کون اسے بلب! دیکھے پوسہ تو اب دیتے ہو دشنام مجھے شور بلب پہ ذرا بھی تو نہ مُنہ سے پھوٹا</p>	

تجکو چاہا تو خطا اس میں ہماری کیا ہے تو بھی قاتل ترا خنجر بھی یہ کھلتا ہی نہیں ستم دجور سے تم ہاتھ اٹھا بیٹھے کیوں خون میرا جو بہا یا تھا تھیں یا وہ نہیں دہن گل کی ہے بوباس عجب روح فزا اپنی تیغ وہ سننے کو یہ فرماتے ہیں جان کیا چیز ہے جس کو میں دن تجھ سے عزیز	جیسی صورت ہے تری ماہ لقا کس کی ہے دم نکل جاتا ہے جس پر وہ اداس کی ہے وہ تو اُلفت کی سزا تھی، یہ سزا کس کی ہے یہ لگائی ہوئی ہاتھوں میں خاکس کی ہے یہ قبا تری ہوئی باد صبا کس کی ہے تیسرے دل میں ہے محبت تو بتا کس کی ہے تو سلامت رہے یہ تیسرے بوا کس کی ہے
--	---

آنکھ دہسے لڑی دل ہے نصبت میں جلیل
کس کو ملتی ہے سزا اور خطا کس کی ہے

دقت دید آنکھوں میں جان زار ہے عشق لے دل جانتاں آزار ہے یا خدا تیری بڑی سرکار ہے دیکھے کس کی ادا کرتی ہے کام اُن سے کہتا ہوں دکھا کر آئندہ تھی کوئی صورت ان آنکھوں میں بھی جب پڑا پورا پڑا قاتل کا ہاتھ آنسو کے گھر میں آنا دیکھے ابو اک تار گر بیان بھی نہیں جرن ہر سہم لاگ رکھے یا لگا دے	ہاے کیا شے لذت دیدار ہے کہہ چکے ہم آگے تو غنا رہے چلبلا اک بُت مجھے درکار ہے حور ہے قاتل پری تلوار ہے اک حسین ایسا مجھے درکار ہے جس جگہ اب حسرت دیدار ہے اس نزاکت پر بھی کیا تیار ہے اُن کے آگے در ہے جو تیار ہے دستِ دشت کون گلے مار ہے پھر غنیمت ہے پرانا یار ہے
---	---

آنکھ میں وہ مسرودِ بنالہ دار
 ابر کی صورت رلاتا ہے ہمیں
 ہو کے بھل کچھ تو آنسو بچھ گئے
 تیغ ہی کے گھاٹ اترتا ہے ہمیں
 جان دینے کا ہوا پیر کیا اثر
 کو کہن پتھر اگر کاٹے تو کیا
 کاش تم بھی اپنی جٹون دیکھتے
 دیکھنے والوں کو سکتے ہو گیا
 وصل ہی کا نام جب ٹھہرا وصل
 میں نے باہنیں ڈالیں یہ کیلے رات
 زندگی میں لینے کے داعظ کی مگر
 چال کر کے مجھ سے کہتا ہے وہ شمع
 جس کا جتنا حوصلہ اتنی تلاش
 تیشہ سرباد کی فریاد تھی
 اب تو وحشت بھی وہ اگلی سی نہیں
 لاکھوں عاشق ہیں مگر اللہ سے میں
 تیر ہم اس کو کہیں کیا دیکھ کر
 تو ہی تو ہر سو نظر آنے لگا
 دیکے جنبش اس نے ابرو کو کہا

میان سے اگلی ہوئی تو اہ ہے
 چاند کا ہالہ گلے کا ہار ہے
 زخم جو کھایا ہے دامن دار ہے
 جب لگا دو ہاتھ ہیڑا پار ہے
 جانتے ہیں جان سے ہزار ہے
 ہجر کے دن کا ٹنڈا شوار ہے
 بیوفائی کا جسے اقرار ہے
 آج دان پردہ سر بازار ہے
 آزدے مرگ بھی بیکار ہے
 اس گلے کے واسطے یہ ہار ہے
 سنکے پی جانا ذرا دشوار ہے
 اب زمانے کی یہی رفتار ہے
 حجب کو عالم مجھ کو تو درکار ہے
 عاشقی کا ہیکو ہے بیکار ہے
 طوق کیوں میرے گلے کا ہار ہے
 میرے ہی دل پر نگاہ یار ہے
 ہم سے تو بیڑھی نگاہ یار ہے
 لسترا فی اب تری بیکار ہے
 لے میرے نیچے کا دار ہے

کیا نقص جو بوسون کے نشان پڑ گئے رُخ پر کیا داغ مری جان سہ کامل میں نہیں ہے

باتوں میں جلیل آپ تو کر لیتے ہیں تسخیر
یہ بات کسی مرشد کامل میں نہیں ہے

مری طفس سے یہ بیخیالی، نہ جانے اُن کو خیال کیا ہے
کبھی نہ پوچھا ملال کیا ہے، کبھی نہ دیکھا کہ حال کیا ہے
مبارک اغیار سے تعلق، نئی ہے چاہت، نیا تعلق،
بلا سے ہم ہو گئے تصدق، یقین اب اس کا ملال کیا ہے
تجھی کو جانا تجھی کو مانا، تجھی پہ دی جان غائبانہ
چھپا نہیں کچھ مرفسانہ یہ اب جواب و سوال کیا ہے
وصال ہو یا رہے جدائی، تمھاری اے جان! جیسی مرضی
جو اپنی حالت تھی میں نے کہدی، اب آگے میری مجال کیا ہے
نظر اٹھائیں جو آری سے تو اُن سے پوچھوں یہ میں منہ سے
لگائی ہے آنکھ کیا کسی سے، کہو تو یہ دیکھ بھال کیا ہے
در محبت کا اک گدا ہوں، پری کا طالب نہ حور کا ہوں،
تجھی کو تجھ سے میں چاہتا ہوں بس اور میرا سوال کیا ہے
کہاں تاکے داغلو! یہ بھگڑے، مزے اٹھانے دو بخودی کے
جو ہوش میں ہوں تو میں یہ سمجھوں حرام کیا ہے حلال کیا ہے
بس اب محبت سے ہاتھ اٹھاؤ بھلے کو کہتے ہیں مان جاؤ
نہ آپ کو اس طرح مٹاؤ جلیل! دیکھو تو حال کیا ہے

رات دل سے مرے ہیں دکنے نکلے
 عکس کو پیار سے جب دیکھتے دیکھا تو کہا
 میری حسرت وہ نہیں میری مصیبت وہ نہیں
 بادل اڑتے ہوئے دیکھتے تو کہا مستوں نے
 آگے آنکھ میں اب خیر نہیں اشکوں کی
 ناز و انداز نے تنہا انھیں چلنے نہ دیا
 جو نہ مشتاق تھے وہ بھی ہوئے مشتاقِ جلال
 ہاے رخصت کی وہ ساعت وہ ادھیگر کی
 پھول لائے کے کھلے ہنسنے یہ جانا ساقی
 دل کا پہلو سے نکلنا تھا کہ اُس کے ہمراہ
 کاش نکلے جو مرے دل سے تمہارا ناک
 میری اک جان پر اللہ کے ویش مرگان کی
 جان من خیر تو ہے آج کدھر شام کو آپ
 بات مطلب کی نہیں کوئی فقط باتیں ہیں
 بیوفا ہوتے ہیں معشوق پر اتنے بھی نہیں

گھسے اپنے وہ کلیجے کو سنبھالے نکلے
 لیجئے یہ بھی مرے چاہنے والے نکلے
 میسے ٹالے جو ٹلے تیرے نکالے نکلے
 لو ہوا کھانے حسین گیوون والے نکلے
 ہاے کیوں دل سے مرے ناز و نکلے پلے نکلے
 ساتھ سب گوشہ دامن کو سنبھالے نکلے
 منہ پر پھل وہ اس انداز سے ڈالے نکلے
 ہم سنبھالے انھیں وہ ہم کو سنبھالے نکلے
 رند ہاتھوں پر لئے سے کے پیالے نکلے
 میرے آنسو میری آہیں مرے نالے نکلے
 ساتھ اپنے کوئی ارمان بھی مرالے نکلے
 غول کے غول رسالے کے رسالے نکلے
 زلفین سلجھائے ہوئے مانگ نکالے نکلے
 نامہ یار بھی منطق کے رسالے نکلے
 اک تھیں سارے مانے سے زرا لے نکلے

اک کے صوفی بھی نہیں صاف دل فوس جلیل

مسجدین جن کو میں سمجھا تھا شوالے نکلے

یہ فس ہے آشیانا اور ہے

اُسے شوخی تازیانا اور ہے

اپنے رہنے کا ٹھکانا اور ہے

یون ہی بجلی ہے سمندر حُسنِ یار

<p>پرسی پر دل کا آنا اور ہے اپنے دل کا ناز اٹھانا اور ہے داستان گو وہ فسانا اور ہے بندہ پرور یہ فسانا اور ہے عاشقوں کا دل جلانا اور ہے جان بولی اک نشانا اور ہے اک تجھی کو آ زمانا اور ہے جان من جادو جگانا اور ہے اک مری تربت ٹٹانا اور ہے عشق! تیرا کارخانہ اور ہے ایک دد دن آب انا اور ہے کوئی ایسا آستانا اور ہے اب خدا رکھے زمانا اور ہے</p>	<p>موت کا آنا بھی دیکھا، بار بار نازا اٹھانے کو اٹھاتے ہیں سبھی سُننے کے جسکو دل بہل جائے مرا دردِ دل سُنکر تھین نیند آچکی رات بھر میں شمع محفل جل بھی دل کو تڑپا کر جو وہ جانے لگے بے وفا نکلے زمانے کے حسین، مست تیسے چوکنے والے نہیں چرخ نے رکھا نہ کچھ نام و نشان جان دینا ہے حیات جاودان ہم کہاں پھر باغبان! گلشن کہاں چھوڑ دوں کیونکر درِ بیرمغان بھولی بھولی اُن کی باتیں ہو چکیں</p>
<p>یارِ صادق دھونڈتے ہو تم جلیل مشفق من یہ زمانا اور ہے</p>	
<p>بڑھتی دولت کی گھٹا چارٹ چھائی ہے بال کھولے ہوئے گویا یہ برسی آئی ہے کوئی تو بات ہے جو دل میں جگہ پائی ہے آج یہ پھر کسی وحشی کو لگا لائی ہے</p>	<p>فیضِ آصف سے دکن میں وہ بہا ر آئی ہے کیا منے کی سر میخانہ گھٹا چھائی ہے دل کے دشمن بھی دل آزار بھی یہ بت ہیں مگر زلزلہ میں دل جو نہیں ہے تو اُکھٹنا کیسا</p>

<p>صفت عشاقِ ادمر جمعِ اغیار ادمر ہو گئی خوابِ شبِ وصل پر اتنا ہے یاد کھٹکے آنکھوں میں جمی جاتی ہو دل میں ظالم سب کی آنکھوں میں ہمیشہ اسے پھرتے دکھا کنگھی بالوں میں جو کی کھل گئی چوری ل کی کہیں ملتا نہیں صحرا میں پتا مجنون کا اک ذرا دھیان بٹا اور قیامت آئی ہر کلی کرتی ہے یوں بادِ صبا کا شکوہ عشق کا دم بھی عجب م ہے کہ اک مجنون کیا</p>	<p>حشر کا ہیس کو یہ ہے انجمنِ کرائی ہے آنکا کہنا کہ نہ بھیڑو ہمیں نیند آئی ہے تیری تصویر نے کیا نوکِ پاک پائی ہے تو تو پرے میں ہے صورت تری ہر جانی ہے کیسی اُلجھی ہوئی بات آپنے سلجھائی ہے روحِ لیٹے اُسے ہرست نگار آئی ہے پھر وہی عالمِ وحشت ہی تنہائی ہے اسی بکھت نے چولی مری سُسکائی ہے خاکِ کتنوں سے مے یار نے چھنوائی ہے</p>
---	---

کیسے بچپن ہوے دیکھو وہ حالِ حلیل،

بولے ہے یہ ہمارا وہی سودائی ہے

<p>بہانا تھا نہ آنسو چشمِ تر سے کرد گئے قتل کس کس کو نظر سے چڑھاتے تو ابھی ہو دل کو سرِ بزم تئے ہو قتل پر کس بیگنہ کے خوشی سے جان دینے کو ہوں حاضر لگی ہے آگ بجلی سے گھٹا میں وہ اکثر چھوڑ کر دونوں میں اک تیر چکنے کی ادا تلوار ٹھہری</p>	<p>کہ میں رو رو دیا وہ ایسے برسے نرا کت ہو چکی لو اب کمر سے گراؤ گے اسے کس دن نظر سے وہ دیکھو کھل پڑا خنجر کمر سے وہ دیکھیں تو محبت کی نظر سے ابھی آتشِ تر آج برسے لڑا یا کرتے ہیں دل کو جگر سے لگا رکھا ہے اسکو بھی کمر سے</p>
--	---

<p>اٹھا جاتا نہیں دردِ جگر سے تڑپ کر جا ملا ہے دلِ جگر سے ہم اٹھیں گے نہ تیری رہگزر سے</p>	<p>جو بیٹھا ہے کوئی پہلو دبائے وہ اُس پہلو میں آ بیٹھے ہیں جدم پڑی ہے حشر کو اٹھنے کی اُٹھے</p>
<p>ہنسی ہوگی جو کوئی دیکھ لے گا جلیل آنسو تو پوچھو چشمِ تر سے</p>	
<p>عجب سیرِ اہلِ نظر دیکھتے نہ آئیں نہ دو دو پہر دیکھتے اُسی رُخ کو ہم عسر بھر دیکھتے یہ دن کیوں ہم لے چشمِ تر دیکھتے مرا خط وہ کیوں نامہ بردیکھتے ذرا اپنی نازک کر دیکھتے تمہیں دیکھتے ہم جدھر دیکھتے وہ کیوں میرے زخمِ جگر دیکھتے اُسے کیا جما کر نظر دیکھتے کبھی ہم بھی روے سحر دیکھتے ہمیں لوگ کیوں درد بردیکھتے تجھی کو ہم اے نامہ بردیکھتے گزرتی ہے اُن کی نظر دیکھتے قیامت ہی ہوتی اگر دیکھتے</p>	<p>وہ ہم کو ہم اُن کو اگر دیکھتے اگر وہ مری چشمِ تر دیکھتے جھلک لے رُخ کی جدھر دیکھتے ترے آنسوؤں میں جو ہوتا اثر پڑھائی تھی بٹی اُنہیں غیسے کمر باندھنا تھا نہ بیداد پر مزہ تھا ساتے جو آنکھوں میں تم اُنہیں اپنے ہنسنے سے فرصت کہاں چھلاد ا تھا بجلی تھا سیاب تھا رہی آرزو اہلی اے شامِ غم نہ تم بیٹھ رہتے جو چھپ کر کہیں اُسے دیکھ لینا جو تو آنکھ سے مجھے حال پر اپنے کیا ہو نظر ترا حُسنِ سُکر تو یہ حال ہے</p>

بہت رہ چکے حضرت غم یہاں	اکرم کرتے اب اور گھر دیکھتے
مرنے میں گزرتی اگر ہم جلیل!	رخ و زلف، شام و سحر دیکھتے
<p>لطف صحبت سے و مشتاق سے دن رات رہے میری آفت مری صورت سے وہ پہچان گئے میں نے مانا کہ مری یاد سے سونے نہ دیا شمع و پروانہ ہوں یا ببل و گل ن سب میں ہم نے جانا نہ شب وصل کا آنا جانا، جان جاتی ہے کسی کی تو بلا سے جائے جتنے مست ہی ٹھہرے تو ہمیں کیا ہے وہ دم صبح گئے کر کے قیامت برپا حاصل عمر ہے دم بھر ہو اگر دل یکسو، کہتے ہیں دل میں تم جھپٹ ہی جاتے ہو مجھے جب وہ ملتے ہیں تو گھڑیوں نہیں ملتا ہے مزاج انجمن کا تھا مزہ گوشہ تنہائی میں حضرت عشق یہ سمجھاتے ہیں نا صبح بسر کر</p>	<p>سا لہا سال الہی یوہن برسات رہے اب خلا ہے جو مرے آنکے ملاقات رہے خیر اب یہ تو ہو ارشاد کہاں رات رہے تیرے افسانے رہے مجھے حکایات رہے اُسے وہ رات گئے چلے گئے کچھ رات رہے اُن کو اس بات کی ضد نہ کہہ رہے منجھن میں رہے یا وقف خرابات رہے ہم نے چاہا تھا کہ تاحشر ہی رات رہے ایسے وہ دل جو تری یاد میں دن رات رہے گالیاں کچھ ابھی پڑ جائیں تو کیا بات رہے ایسے مغرور سے کیا رہم ملاقات رہے ایک لالہ درہزاروں ہی خیالات رہے بات وہ کر کہ زمانے میں تری بات رہے</p>
اٹھ کے ہم دیر سے جاتے ہیں جگہ کو جلیل	سب یہ کہتے ہیں کہاں قبلہ حاجات رہے
بہر آصف مرے لب پر جو دعا آئی ہے	درد دیوانہ سے آمین کی صدا آئی ہے

جھوٹا کراچ جو متوالی گھٹا آئی ہے
 بوسے گل لیکے قفس میں جو صبا آئی ہے
 ہاے وہ کھول کے چڑیا یہ کسی کا کہنا
 تو بھی ٹھنڈا رہے قاتل جو کیا دل ٹھنڈا
 جانیے یہ بھی تصدق کسی معشوق کا ہے
 دل جلا نامرے ماتم میں کچھ آسان نہیں
 شام غربت وہ ہماری تھی جو لیسے لنگر
 مدتوں تیغ رہی ہے کمر قاتل میں
 دیکھتا یہ ہوں کہ ان ناز بھری آنکھوں میں
 ایسے ناز کہ کہیں پابندِ خا ہوتے ہیں
 تم بھی رخسار پہ زلفون کو ذرا بکھرا دو
 خشک پھولوں کا مری قبر پہ تباہ ہے یونگ
 نہیں معلوم کہ صراخ گرمی برق جمال
 تو بہ کرنا ہی تھامے سے کہ فلاک ٹوٹ پڑا
 کچھ جوانی کا بتا دیتی ہیں کچھ بچپن کا
 دیکھ ببل کوئی گلشن میں شگوفہ نہ کھلے
 مجھ میں یہ جان کہاں تھی کہ میں نالہ کرتا
 کہو کیا ببل دگل میں ہے کوئی بات اگر
 کر کل دل خون نہیں ہے چمنِ عالم میں

یاد کیا کیا تری مستانہ ادا آئی ہے
 آگ میں آگ لگانے یہ ہوا آئی ہے
 آئیے سو رہیں اب رات سوا آئی ہے
 کوچہ زخم سے جنت کی ہوا آئی ہے
 جان لینے کی قضا کو جو ادا آئی ہے
 شمع کے ساتھ ہی تربت پہ ہوا آئی ہے
 نجد میں قیس کو دیوانہ بنا آئی ہے
 جب کہیں اسکو چکنے کی ادا آئی ہے
 راہ پائی ہے کہاں سے جو حیا آئی ہے
 ہاتھ دھو ڈالے ہیں نکت جو ذرا آئی ہے
 کالی کالی سو گلزار گھٹا آئی ہے
 جنے سو گھاہے نہیں بوسے وفا آئی ہے
 ہاے دل اسے کیجیے کل صدا آئی ہے
 کیا برستی ہوئی زندن پہ گھٹا آئی ہے
 ساتھ شوخی کے جن آنکھوں میں حیا آئی ہے
 بات کیا ہے جو بے باؤں صبا آئی ہے
 تم نے توڑا ہے جودل سکی صدا آئی ہے
 یہ صبا تھی جو زمانے میں اڑا آئی ہے
 پتی پتی سے بہن بوسے حنا آئی ہے

حُسنِ اخلاق بھی جسے حُسنِ جوانی کی طرح
جیسے مجنون سے گلے ملنے چلی ہو لیکن
جھک گئی ہیں تکیا نکھیں جو جیا آئی ہے
اس طرح تا بکر زلفِ رسا آئی ہے

ایک برہمی سی لگی ہے جگر و دل چلیں!
کبھی غربت میں وطن کی جو ہوا آئی ہے

تیرا یہ ہے یہ کہتا کہ قضا آئی ہے
آنکھ میں اُن کی قیامت کی حیا آئی ہے
قیس کی خاک بھی کیا اپنے گل پر پہنچی
دل کے ہوتے ہوئے کیوں اور کو پا مال کر د
جسے تم نے تو لگایا نہیں مٹنے غنوں کو
طور و نمونی کا بھی قصہ ہے زمانے سے جدا
لاش مجنون نہ رہی گور و کفن کی محتاج
سات بھر گریہ شبنم سے جو غنچے تھے اداس
بابوسی ہو میسر یہ کچھ آسان نہیں
بزمِ ماتم میں کوئی کھینچ رہا ہے دمِ سر د
پھونکے دیتی ہے مجھے یاد مے ساتی کی
جیتے جی وہ نہیں ملے کبھی مشتاقوں سے
دونوں ہیں دشمن جان آگ ہو یا پانی ہو
کیون نہ فرما دو شیریں کی خبر کا ہو یقین
دینِ مشام جدائی میں ہے دُست کیسی

میں سمجھتا ہوں مے دل کی دوا آئی ہے
زلف کے حصے میں چوٹی کی ادا آئی ہے
قبرِ لبیلے پر صبا! سکو چڑھا آئی ہے
میرے تلون سے لگی ہے جو حنا آئی ہے
ان میں پھر کس کے قہقہے کی ادا آئی ہے
بعد کو برق گری پہلے صدا آئی ہے
خاک اُڑاتی ہوئی صحرایہ آئی ہے
صبح ہوتے ہی ہنسانے کو صبا آئی ہے
اُن کے قدوں میں توں پس پگھلے حنا آئی ہے
الترالتر مرے بچوں میں صبا آئی ہے
آگ برساتی دھواں دھار گھٹا آئی ہے
آدمی زاد میں جوڑوں کی ادا آئی ہے
غصہ اُترا ہے تو اب اُن کو حیا آئی ہے
کوہ سے بھی وہی کجبت صدا آئی ہے
یہیں آئی ہے فلک سے جو بلا آئی ہے

اک سو اپنے زمانے سے وہ بیگانہ ہیں اک ذرا ترچھی نظر کی کہ پڑی دل پہ چھری یہی برسات تو ہے نشو و نما کا موسم ہم تو اس بات کے ہیں کھینے والے کس شے!	دل بھی آیا ہے کسی کا تو حیا آئی ہے ایسی ہی آئی ہے جو اُسکو ادا آئی ہے دل بڑھاتی ہوئی مستوں کا گھٹا آئی ہے کہ حیدون میں کہاں سے یاد آئی ہے
--	--

شعر خوانی یہ تری سب کو گمان ہے حلیل
بزم میں روح امیر الشعرا آئی ہے

بجائے نیند اُڑی کس کی فغان سے کہوں کیا اضطراب دل زبان سے بھوین ہیں کس لئے قاتل کشیدہ مری جو بات ہے وحشت بھری ہے نگاہیں کہہ رہی ہیں راز دل کا انہیں چمکا رہا ہوں چاند کہہ کر کسی کا راز ہے برسوں سے دل میں وہ نازک ہاتھ رکھے ہیں جو دل پر زمین شمع ہم کرتے ہیں آباد ہم ایسے ناتوان وہ ایسے نازک شیم گل نے بڑھ کر جالہ مارا تراپ میری ترقی کر رہی ہے مرہ پر لختِ دل قدرتِ خدا کی	خفا میں آج اپنے پاسان سے رہے جاتے ہیں سب پہلو بیان سے کھچے ہیں نیچے کیون نیچان سے کہ آئی دل میں اور نکلی زبان سے ادھر مجھے ادھر اُس بدگمان سے عوض لینا ہے مجھ کو آسمان سے اب اُسکو ہم نکالیں کیا زبان سے اُٹھا جاتا نہیں دردِ نہان سے چلے آتے ہیں مضمونِ آسمان سے اُٹھائے کون پردہ درمیان سے قدم باہر جو رکھا آشیان سے زمین ٹکرا نچائے آسمان سے مے کا ٹون میں بھول آئے کہاں سے
--	--

<p>جگرین چٹکیان لی ہین زبان سے ہنسو کھیلو نسیم بوستان سے ازمین ہم نے نکالی آسمان سے ٹھہر جاتا ہے دل جلتی زبان سے کرین اقرار اب وہ کس زبان سے</p>	<p>یہ زلفت اُن کی باتوں میں نہ کیوں ہو خدا رکھے چمن کا پھول ہو تم عروج اپنا ہے وجہ خاکساری وہ باتوں میں دیا کرتے ہیں تسکین زبان تو دیکھتے ہیں دشمنوں کو</p>
<p>بڑا لنگر تھا شعر و شاعری کا اٹھا کیونکر جلیل ناتوان سے</p>	
<p>ٹپکتا ہے یہ تیغ خوچکان سے گرے جس طرح تنکا آشیان سے اسے بوجھو کسی جادو بیان سے مرے نالے جو گزے آسمان سے کہ وہ کچھ کہہ اٹھیں جگر زبان سے لگا رکھا ہے سنگ آستان سے کہو تم لاکھ سخت اپنی زبان سے نکالا ہم نے یوسف کا روان سے گری پڑتی ہے بجلی آسمان سے اٹھایا رک مجھی کو آستان سے وہ کچھ کہتے نہیں اپنی زبان سے بٹوں میں شوخیاں آئیں کہاں سے</p>	<p>کریگی سرخرو آج امتحان سے نگاہ گل سے بلبل یوں گری ہے تمہاری چشم جادو میں ہے کیا وصف کھلیں کچھ اور بھی راہیں رستم کی کہا محفل میں اُن کو شمع محفل تمہاری نذر کو ہم نے سراپنا جھڑینگے پھول ہی منہ سے تمہارے ہزاروں میں اُنھیں چنکر دیا دل نگاہ شوخ اٹھا کر کس نے دیکھا پڑے تھے در پہ پردے وہ نہ اُٹھے ادا ک یہ بھی ہے دل مانگنے کی خدا سے بوجھو دے اسے شیخ اتنا</p>



کہاں اب پھوٹی قسمت لیکے جائیں	یہیں سر پھوڑیں نگ آستان ۔
کلی سے بُوکلی کی پھوٹ نکلی	اُڑی جاتی ہے بِل آشیان سے
لگا کر تیراک دل پر وہ بولے	ادا ہوتا نہ تھا مطلب زبان سے

جلیل ایسا نہ سمجھے تھے تمہیں ہم
یہ باتیں آگئیں تم کو کہاں سے

دیار کی ہوس ہے نہ شوقِ وصال ہے	آزاد ہر خیال سے مست خیال ہے
دستِ فلک سے باغِ جہان پائمال ہے	بِل شکستہ بال ہے گلِ خستہ حال ہے
بدنامیوں کے خوف سے جینا دال ہے	اپنا نہیں خیال تھا راخیال ہے
جائے کبھی نہ دل سے وہ تیرا خیال ہے	اُئے کبھی نہ دل میں وہ تیری مثال ہے
تم خود نہو اسیر کہیں مجھ کو بھانسن کر	دل میں سما کے دل سے نکلتا محال ہے
فتویٰ دیا ہے مفتی ابر بہار نے	تو بہ کا خون بادہ کشن کو حلال ہے
کہہ دے کو کہن سے کہ مرنا نہیں کمال ہے	مر مر کے ہجر یار میں جینا کمال ہے
آنکھیں بتا رہی ہیں کہ جاگے ہورات کو	ان ساغردن میں بے شرابےصال ہے
کیونکر سناہ تجھ سے ہوا سے دشمن آشنا	تیرا خیال کچھ ہے مرا کچھ خیال ہے
یہ اشکِ خون نہیں جو ٹپکتے ہیں آنکھ سے	کچھ ماجرا جگر کا ہے کچھ دل کا حال ہے
رحمت کا جس نے حشر میں دریا بہا دیا	وہ ایک قطرہ عسقرِ انفعال ہے
ان گُلِ خون سے مل کے ہوا کون سُرخ زد	ہم ہاتھ مل رہے ہیں حنا، پائمال ہے
زینت سے مدعا ہے کہ آنکھوں میں گھر کرین	رخسار پر جو خال ہے کاجل کا خال ہے
رساؤ تیرا جھپہ مگر اتنا جان لو	پہلو میں دل ہے دل میں تھا راخیال ہے

لیکن تمھارے ناز اٹھانا محال ہے
 مہندی نہیں لگائی مگر ہاتھ لال ہے
 بلکون کی ہر زبان پہ دل کا سوال ہے
 دل کی لگی زبان پہ لا، محال ہے
 اک دل ہے اور لاکھ طرح کا خیال ہے
 بیٹھا جو اس جگہ اُسے اٹھنا محال ہے
 روشن ہے خلق پر جو مہینوں کا حال ہے
 یوں دیدہ پر آب میں وہ تو نہال ہے
 وہ تھا ترا کمال میسر اکمال ہے
 کوئی اٹھا کے دیکھ لے اٹھنا محال ہے
 اتنی سی بات کا نہیں اتنا مال ہے
 پایا تجھے تو آپ کو پانا محال ہے
 اتنا نہیں خیال کہ کس کا خیال ہے

تم کو اٹھا کے رکھ لوں کلیجے میں آنکھ میں
 اس سادگی پہ لاکھ تکلف نثار ہوں
 آنکھیں لڑا کے اُن سے ہم آفتاب بن گئے
 یہ کہہ کے ہاے شمع بھی خاموش ہو گئی
 پھندوں میں وہ پھنسا گئے دیکر زبانِ صل
 نقشِ قدم پکارتے ہیں کوئے یار میں
 بنتے ہیں اپنے منہ سے میحاسبنا کرین
 پانی میں جیسے پھول کنول کا بھلا ہوا
 جب بدر ہو سکے چاند گھٹا یار نے کہا
 میں دامنِ نیاز میں انشاکب چکیدہ ہوں
 بُت کہدیا جو میں نے تو اب بولتے نہیں
 دریا سے دوز رہنے میں قطرے کا ہے وجود
 اس محویت پہ آپ کی قربان اسے جلیں

پوچھا جو اُن سے جانتے ہو تم جلیں کو
 بولے کہ ہاں وہ شاعر نازک خیال ہے

ہو نہیں سکتی دوا بیمار سے بیمار کی
 دل میں رہ کر سیر کرتا ہے کوئی گلزار کی
 آج ان پھولوں نے رکھی آبر و تلوار کی
 کیا گری ہے ٹوٹ کر تو بہتے میخوار کی

اور اُن آنکھوں نے میسے دل کی حالت کی
 زخمِ دل میں گل کی زگتِ غل میں گل کی
 قتل کر ڈالا دم بسمل اداؤں نے مجھے
 دیکھ اسے پیرِ مغان جام سے گلزار پر

<p>ہماری آنکھ پھری نزع میں ہ کہتے ہیں مزار والے قیامت کی نیند سوتے ہیں یہ کیا بلا ہے کہ دل پر تو چھائی جاتی ہے چمک کے آتی ہے کیا سر پہ ناز میں تلوار دہ ہاتھ بھی نہیں لکھ لگاتے ہیں جب تک خدا کی شان میں تیر وہ لگائیں گے نکل ہی آئے گا پہلو مرے تڑپنے کا گلی تک آپ کی جاننا صبا کو دو بھر ہے بھڑک ہی جائیگی جو آگ ہے دلی دین عسے مل کے مجھے خاک میں ملا دیتے حلال کرتے ہیں وہ بھولے پن کی باتوں سے</p>	<p>یہ روٹھ جانے کی ہم کو ادا نہیں آتی پھارتا ہوں میں کبے صدا نہیں آتی ہم سے ہاتھ وہ زلف سا نہیں آتی قضا بھی آتی ہے پر یہ ادا نہیں آتی کسی کے خون میں پس کر جانا نہیں آتی کسی سے آنکھ بھی جن کو لگا نہیں آتی اداسے کہہ دو کہ ہم کو ادا نہیں آتی یہ مشت خاک ٹھکانے لگا نہیں آتی جگر کے چاک سے کھن ہوا نہیں آتی ہزار شکر کہ اُن کو وفا نہیں آتی پھر اس پر کہتے ہیں جگو جانا نہیں آتی</p>
---	---

جلیل یون تو وہ بائیں بہت بناتے ہیں
کسی عسیر کی پگڑی بنا نہیں آتی

<p>ہم سے درد کی اُن کو دوا نہیں آتی، دل و جگر کے دھڑکنے سے خاک تسکین ہو پیا میری ہمارے نجانے کیا گزری یہ ایک کھیل تھا دل میں جو چکیاں لے لیں وہ دیکھو آسنے میں کوئی گھورتا ہے تھیں بہت نہ شوخ مزاجی کر دیہ محشر ہے</p>	<p>جنا تو آتی ہے لیکن وفا نہیں آتی لگے ہیں سینے میں پنکھے ہوا نہیں آتی مرے جیسے کی اُدھر سے صدا نہیں آتی بہت ہی بھولے ہیں اُن کو جانا نہیں آتی حیا کی لیتے ہو اب کیون جانا نہیں آتی بمخدا سے بھی ملے کو جانا نہیں آتی</p>
--	---

<p> ادھر جو تیری گلی کی ہوا نہیں آتی یہ تیر چستے ہیں لیکن صدا نہیں آتی چکار تا ہوں قضا کو قضا نہیں آتی مرے سران میں سے کوئی بلا نہیں آتی ہمارے گھر کوئی ایسی بلا نہیں آتی پری یہ آتی ہے اڑ کر گھٹا نہیں آتی کہیں پکار کے ظالم قضا نہیں آتی کہ دل میں آگ لگانے گھٹا نہیں آتی نکلا دل سے زبان تک دعا نہیں آتی یہ دیکھتا ہوں کہ آتی ہے یا نہیں آتی ہر ایک پھول میں بے وفا نہیں آتی کچھ اُن سے بادِ صبا تو لگا نہیں آتی </p>	<p> میں جانتا ہوں ہوا دشمنوں نے بانڈی ہے لگا ہن پر دے ہی پرے میں کام کرتی ہیں سبھی کو خوش ہے میری شبِ جدائی کا بلا کی زلف ہے آنکھیں بلا، نگاہ، بلا شبِ فراق کو اسے آسمان نکل جائے مرے تو ہوش ہی اڑتے ہیں دیکھ کر ساقی اداسے یار سے ہتیار اسے دلِ نادان فراق آتشِ تر میں وہ کونسا دن ہے ہوا ہوں کون سے پردہ نشین کا میں بیمار ادا کے ہوتے قضا کی دعا میں کرتا ہوں اب آپ غیر کا دل لیے سو گھٹتے کیا ہیں گلی کی طرح جو وہ منہ چھلائے تھے میں </p>
---	---

شگفتہ خاک ہو بستر میں غنچہ خاطر
 جلیل اپنے چمن کی ہوا نہیں آتی

<p> ادھر شمشیر ادھر تقدیر چکی نگاہِ نطف تم نے جب سے کم کی جلیں گے چال ہم نقشِ قدم کی گھٹا چھائی ہوئی ہے دل پہ غم کی نظر آتی ہے چھان ابر کرم کی </p>	<p> انھیں عادت ہیں لذتِ ستم کی کہوں کیا دردِ دل کیسے بڑھا ہے قدم چومیں گے تیرے ہو کے پا مال مری آنکھوں سے آنسو کیوں نہ بر سین سرون پر جلتی بھرتی اسکی تلوار </p>
---	--

<p>شبہ اُس سَت کی لیتا ہے مانی جو چلنے میں کرنے جھونک کھائی ہوے جو سُرخرو اُن کی دعا ہے الہی عس دشمن مجھ کو لجا ہے جو خط میں نام محبوب آگیا ہے یہاں تا کُن کے وعدے جھوٹ نکلے وہ زلفِ مشکو بکھری ہوئی تھی یہاں تا کُن کو رازِ خط کا تھا پاس بھر آئے درد سے گودل ہمارا کہ ورت دل میں ہو مجھے ملین کیا شاب آیا غضبِ ہاؤ گے اسباؤ</p>	<p>مرہ دیجاے گی لغزشِ تسلیم کی بلا میں زلفِ نئے لے لین قدم کی کہ دونی باڑھ ہو تیغِ دو دم کی مصیبت بھیلنی ہے شامِ غم کی زبان چوسی ہے کاغذ نے قلم کی قسم کو بھی ہوئی حاجت قسم کی کھلی چوری نسیمِ صبح کی کہ خاے کی زبان پہلے قلم کی جگہ پھر بھی نکل آتی ہے غم کی کچھی ہے بیچ میں دیوار غم کی وہ پھوٹن کو پلین نخلِ ستم کی</p>
<p>جلیل اُس زلفِ مشکو کی جو ہے یاد درازی بڑھ گئی ہے شامِ غم کی</p>	
<p>چلی جاتی ہے مشق اُن کے ستم کی کیا وعدہ لیا اخفا کا وعدہ بجا ہے تم کو دردِ دل سے کیا کام اندھیرے میں وہ جانکلی کہیں اور زمین پر اس ادا سے پاؤں رکھا شبہ اُسکی نہ بول اُٹھی تو بہزاد</p>	<p>بڑھی جاتی ہے آبادی عدم کی زبان دیکر زبان میری قلم کی سین دشمن تھا رہے بات غم کی سحر گم ہو گئی ہے شامِ غم کی کہ آنکھیں کھل گئیں نقشِ قدم کی زبان مانی نہ جائے گی تسلیم کی</p>

<p>قسم کھائی ہے کیا پستی قسم کی یہ پہلی مشق ہے ان کے قسم کی نئے گل شاخ لائی ہے قسم کی نہ میلی آنکھ ہو نقش قدم کی مرنے کی ہے بھڑی ابر کرم کی بلا میں لیتی ہے نقش قدم کی مرے گھر میں خوشی بھیلی ہے غم کی زبان سوکھی کی سوکھی ہے قلم کی زبان کو ہے چراغِ صبح دم کی چمک دونوں میں ہے تیغِ دودم کی</p>	<p>ہمیشہ قول تیرا جھوٹ نکلا ازل سے آسمان چکرا رہا ہے مرا خط دیکھ کر وہ منہ رہے ہیں پتوخی ہے کدول پس پس کے ہون خاک تھاری تیغ سرسرا رہی ہے انھوں نے راہ لی اور گرد اٹھ کر جگر کے زخم کیا کیا ہنس ہے ہیں لکھا ہر چند حالِ گریہ لیکن کہان پیری میں وہ دشمن بیانی نہ بوجھو دردِ دل دردِ جگر کو</p>
<p>کہان ہم اور کہان بخش ہماری جیل اک موج تھی ابر کرم کی</p>	
<p>اد شوخ چشم بھونکدے برقی نگاہ سے وہ بھی بنا ہا مانگتی ہیں میری آہ سے فتنے پکارتے ہیں ذرا ہٹکے راہ سے کاٹا نکل گیا مرے پاسے نگاہ سے اٹھ اٹھ کے فتنے دے گئے نیچی نگاہ سے سبتلا نہ کوئی گر کے تمھاری نگاہ سے اٹھ اٹھ کے گردِ راہ لپٹی ہے راہ سے</p>	<p>اب کون پھر کے جاے تری جلوہ گاہ سے جو بجلیاں لڑی ہیں تمھاری نگاہ سے کس شان سے چلا ہے مرا شہسوارِ حسن اچھا ہوا کہ دور ہوا آنکھ سے رقیب مشر ترے حجاب سے عشر نہیں رہا جھپکی پلک تو برقِ فلک سے زمین پتھی دُپٹ ہو گئی ترے چہلے سے رگزر</p>

دیکھو تم اپنے سُن کو میری نگاہ سے
بجلی گری ہے کوند کے ابر سیاہ سے
نکلے ہیں ہوش کھو کے تری جلوہ گاہ سے
رحمت کا ہے مقابلہ میرے گناہ سے
کیون خاک میں ملاتے ہو نجی نگاہ سے
آئی ہے حور اٹھ کے ابھی خواب گاہ سے
تو ہے آج دست و گریبان گناہ سے
مستی ٹپک رہی ہے جو ابر سیاہ سے
تاثر بھاگتی ہے مرے اشک آہ سے
چلتا ہے ساتھ ساتھ مگر بجکے راہ سے

آئینے آرسی تو فقط دیکھنے کے ہیں
نکلا ہے کیا ترس کے تے گیسوؤں سے دل
ہم کیا کہیں کسی سے کہ دیکھا ہے کیا دامن
آئینے آج ہار میں بھی جیت کے مرنے
دیکھو پھر ایسے دیکھنے والے نہ پاؤ گے
ہم اور کیا کہیں تری مخمور آنکھ کو
کیا قہر ہے اس برین بجلی کا کوندا
کس چشمِ مست کا ہے پیالہ پیئے ہوئے
آبِ دہوا بہان کی موافق نہیں اُسے
ڈرتا ہے اُس کی مست خرامی سے خشر بھی

پایہ بلند کیون نہ ہمارا ہوا ہے حلیل !
پایا ہے فیضِ مایہ سخن و سنگاہ سے

کیون بھاگتا ہے سایہ زلفِ سیاہ سے
واقف یہ اب ہوئی مرے حالِ تباہ سے
برجھی لگائی جاتی ہے تر بھی نگاہ سے
کیون مگر نکلتی جان نہ آنکھوں کی راہ سے
ٹھکراتے جاؤ لاش کو پائے نگاہ سے
گلشن میں آگ لگ گئی بلبل کی آہ سے
افشان چھڑا رہے ہیں وہ زلفِ سیاہ سے

اسے دل پڑے نہ کام کہیں دود آہ سے
تاثرِ رو رہی ہے گلے ملے آہ سے
کیا باکین کی مشق ہے قربان جاوے
نظردن میں پھر رہا تھا کوئی وقتِ اہین
جاتے ہو قتل کر کے ذرا مڑکے دیکھ لو
بھڑکی ہے اور آتشِ گل اس ہوا سے آج
تاروں کے ٹوٹنے کا سان رات ہی کو ہے

بیٹھے ہیں کیسے جھپے ہوئے پیش آئیں
 جل جل کے کتنے خاک مچے طالبِ جال
 تسخیر سے اس نکھ کی چھوٹا نہیں کوئی
 ہو کر مری گلی سے گئے وہ عذ کے گھر
 ہکو ڈرائے آتشِ دوزخ نہ اسقدر
 حیرت ہماری لیسے نہ جاؤ تو باتیں
 دالال مجھے عذاب میں شرم نہ جانتے
 بھیدی نے گھسے دل کا پتا دیا اسے
 فوٹو جیہا لیتے ہیں نیچی نگاہ سے
 اٹھا کبھی دھوان نہ تری جلوہ گاہ سے
 عباد بھی ہے بندھا ہوا تارِ نگاہ سے
 مجھ سے چلے تو چال مگر راہ راہ سے
 ہم آپ پانی پانی ہیں شرم گناہ سے
 دیکھو تو دیکھتے ہیں تھیں کس نگاہ سے
 اچھی یہ درگزر ہوئی میرے گناہ سے
 میری نگاہ بلکی تیری نگاہ سے

ہم پر زمانہ تنگ نہ ہوتا اگر جلیل!
 آتے نہ سوے میکدہ ہم خالقہ سے

کیا ہو گیا یہ گر کے تمھاری نگاہ سے
 ظالم نے تیراے ہیں سیدھی نگاہ سے
 بجلی کہیں گرے نہ اسل بریاء سے
 دیکھو ٹپاک رہا ہے تمھاری نگاہ سے
 رشتہ نہیں ہے کانپ ہون گناہ سے
 دو دو وہ کام لیتے ہیں لکا لکا نگاہ سے
 جھگڑے میں کس نے دالیا لکا نگاہ سے
 سب کچھ وہ کہہ گزرتے ہیں نیچی نگاہ سے
 اونچا ہوا ہے نام مری آہ آہ سے

جھڑپ میں بکلیوں کے ہے دل آہ آہ سے
 دل لڑتا ہے اسے جو دیکھا ہے چاہ سے
 چشم سیمین شوخ نگاہی بلا کی ہے
 کیونکر کہوں کہ تم نہیں مجھ سے بھرے ہوئے
 کثرت سے ہے جو پی ہے لطف ہے مال پر
 مارا اسے اشارے میں اسکو جلا دیا
 دل ہو کہ آنکھ جان کو دونوں عذاب ہیں
 آکر مری لحد پہ جو آتے ہیں بات پر
 ہوتی ہے واہ واہ تمھاری جہان میں

پڑ جائے خاک میری خطا پر عجب نہیں روزن سے مجھ تک آئے میں گنتی ہے کیوں نگاہ ہیں عرش پر بھی آنکھ کا تارا بنے ہوئے میزان کھڑی ہوئی مرے آگے نہ روزِ حشر کیونکر ملا میں آنکھ نرا کت کا عذر ہے چُن چُن کے غیر قتل ہوئے مٹ گئی خلش یہ زلف کیا نکالے گی کج راہ دل کے بل آنکھیں چمک وہ درد کی دل تھام کر کھپے	میں گڑ گیا زمین میں شرم گناہ سے واقف ابھی نہیں ہجرت کی راہ سے جاتے وہ کیا بلند ہماری نگاہ سے دبنا پڑا اُسے مرے بارِ گناہ سے کہتے ہیں وہ اٹھا نہیں جاتا نگاہ سے کانٹے ہٹائے تم نے محبت کی راہ سے سیدھا بناؤ تم اسے ٹیڑھی نگاہ سے آئے نہ خالی ہاتھ تری جلوہ گاہ سے
--	---

دیتے ہیں وہ دعا مجھے ٹھنڈا رہے جلیل

مخمل ہے اُن کی گرم مری سرداہ سے

دل کی حالت کہی نہیں جاتی اُن کو سینے سے بھی لگا دیکھا عصّہ رکتا نہیں تو کہتے ہیں خوب چھوٹے وہ یہ سنا کے مجھے طنسہ میری سخت جانی پر بات کرتے وہ قتل کرتا ہے دل لگانے کے ذکر پر بولے کبھی ہم بھی تڑپ میں جلی تھے ہیں وہی مجھ سے کاوشیں دل کی	کوئی اُمید کی نہیں جاتی ہاے دل کی لگی نہیں جاتی یہ کڑی ہے پی نہیں جاتی تیری حالت سُنی نہیں جاتی جان پیاری ہے دی نہیں جاتی بات بھی جس سے کی نہیں جاتی آپ کی دل لگی نہیں جاتی اتو کروٹ بھی لی نہیں جاتی دوست کی دشمنی نہیں جاتی
--	---

<p>آج تک بیخودی نہیں جاتی اکشس یہ آپ کی نہیں جاتی کہ زبان اُن سے دی نہیں جاتی دیکے پھر چیز لی نہیں جاتی دل کو تسکین دی نہیں جاتی یاد تیر سی کبھی نہیں جاتی</p>	<p>ہاے وہ جلوہ اس کا ہوشربا ہاں نہ آئے زبان پر نہ سہی غیر کا منہ ہے یہ دم وعدہ بوسہ دینے میں موج ہے یہ اُنھیں داع دیتے ہیں زخم دیتے ہیں تو کبھی بھول کر نہیں آتا</p>
<p>بارہا ہو چکے جلیل ! ذلیل عشق سے توبہ کی نہیں جاتی</p>	
<p>روتے روتے ہنسی نہیں جاتی ہم سے دو گھونٹ پی نہیں جاتی سانس بھی اتو لی نہیں جاتی اک دفا ہے جکی نہیں جاتی لذت بیخودی نہیں جاتی آپ کی سادگی نہیں جاتی چرخ کی کجسوری نہیں جاتی اب مصیبت سہی نہیں جاتی بات دل کی کہی نہیں جاتی بات تو آپ کی نہیں جاتی؟ حور ابھی تو ملی نہیں جاتی</p>	<p>دل گیا دل لگی نہیں جاتی آنکھیں ساتی کی جبے دیکھی ہیں آہ لیتی تھی آسمان کی خبر اک جفا ہے کہ بے کہے وہ کرین آپ میں آسے بھی تو کیا آئے پوچھنا آئے سے وصف جمال؟ کس کی ٹیڑھی نگاہ دیکھی ہے وصل ممکن نہیں تو قتل سہی رُعب اُن کی حیا کا چھایا ہے جان جاتی ہے جاے آپ کو کیا ہاتھ اٹھاؤں بتوں سے کیوں غلط</p>

<p>قابل در بارِ غم ہم ہو چکے عشق میں رو رو کے رُخوا ہو چکے ہے یہی بیچین دل تو بعدِ مرگ کیں حسینوں نے ہزاروں کا دشین اُن سے بوسوں پر رہے جھگڑے بہت ہاے وہ کہنا کسی کا وصل میں جان میں آنکھیں سلامت آئی کی اب ہے اُن کی گردِ چشم اُڑم عاشقی میں دو کی گنجائش کہاں آپ اب آئے ہیں آنسو پونچھنے صبحِ محشر جا سو ہے یہ پکار جب نگاہیں پھر گئیں تیوری چڑھی</p>	<p>رو چکے مُنہ آنسو دن سے دھو چکے آبرو سے ہاتھ ہم تو دھو چکے بس کر آغوش میں ہم سو چکے پھول میں سے حق میں کانٹے بو چکے ہوتے ہوتے ایک دل کے دو چکے اب گلے مل لو گئے تو ہو چکے آپ کے بیمار اُسٹھے ہو چکے جامِ جم کے دور دورے ہو چکے اُن کو پایا آپ کو جب کھو چکے جان ہارے جان کو جب رو چکے رات گری سونے والے سو چکے کچ گئیں تیغین جو ناک ہو چکے</p>
<p>دل میں کیا ہے جس کا لالچ ہو جلیں دیتے ہو دے ڈالو جھگڑا تو چکے</p>	
<p>کریم کے جو کرم کا ظہور ہوتا ہے اکیلے آپ تو خلوت میں بھی نہیں ہوتے شبِ فراق ہماری ہے ایسی وحشت ناک پٹکے لے بھی لو دو ایک بے سے حضرتِ دل وہ چھپکے آئے ہیں اُٹح شے کے پرے میں</p>	<p>خطا سے پہلے ہی عفوِ قصور ہوتا ہے ادا میں ناز نگہ میں غور ہوتا ہے کہ شام ہوتے ہی سایہ بھی دور ہوتا ہے وہ جانتے ہیں بشر سے قصور ہوتا ہے کہ جیسے آنکھ کی پتیلی میں نور ہوتا ہے</p>

<p>ادھسے عجزِ ادھسے غرور ہوتا ہے نقاب سے بھی سوارِ رخ پہ نور ہوتا ہے کمان سے تیر بھی ملتے ہی ددہ ہوتا ہے شرابِ زلف کا پھٹا ضرور ہوتا ہے کہ اُس کو حور بھی کہتا تصور ہوتا ہے جو گر کے شیشہ کوئی چور چور ہوتا ہے یہی ہے نازِ جو بڑھ کر غرور ہوتا ہے کہ یوں ہی آنکھ کے پڑے میں نور ہوتا ہے کھچا ہوا ترانہ ناز و غرور ہوتا ہے نیاز و نازِ مین جھگڑا ضرور ہوتا ہے</p>	<p>ہمارے اُن کے برابر کی چوٹ رہتی ہے وہ بے نقاب اگر ہو تو کون دیکھ سکے کسی کا وصل گوارا نہیں ہے قاتل کو کوئی بھی جال بھپائی نہ دل بھسنے کو خدا نے حُسن کچھ ایسا دیا ہے اُس بت کو مجھے بہت دلِ صد پارہ یاد آتا ہے ابھی سے حُسن پہ نازان ہو تم خدا سے ڈرو چھپا کے وہ رُخِ روشن نقاب کہتی ہے تری شبیہ کی ہو تکنت بیان کیونکر ہزار صلح ہو لیکن جہان سے ددہ دل</p>
	<p>جلیل شانِ کرم جس نے دیکھ لی اک بار وہ جان و دل سے فدا ہے حضور ہوتا ہے</p>
<p>جسے قیاس سمجھتا ہوں ددہ ہوتا ہے جو بڑھ چلا تو یہی زلفِ حور ہوتا ہے کڑی نگاہ سے دل چور چور ہوتا ہے حسین ہو کے یہ انسان حور ہوتا ہے بڑے مزے کا یہ اُن سے تصور ہوتا ہے یہی چاکے ابھی برقِ طور ہوتا ہے ہزار کچھ نہ ہو سودا ضرور ہوتا ہے</p>	<p>سما کے دل میں بتوں کو غرور ہوتا ہے ترقیان تو مرے دُورِ آہ کی دیکھو مجھے نہ گھور کے دیکھو کہ مثلِ شیشہ و سنگ ترستے رہتے ہیں ملنے کو جیتے جی عتاق عدو سمجھ کے لگا لیتے ہیں گگلے مجھ کو تم اپنے دل کو تو روشن کر دِرا مو عیسیٰ خیالِ زلف کو کیونکر بلاے جان نہ کہو</p>

کمال مایہ ناز و غرور ہوتا ہے شریکِ سین نگاہوں کا نور ہوتا ہے کلام کس سے یہ بلاے طور ہوتا ہے شباب کیسے لازم غرور ہوتا ہے سُرد ہو کہ نہ ہو غم ضرور ہوتا ہے خیالِ وصل بھی کیا دل سے دور ہوتا ہے وہ اپنے حُسن کے نشے سے حور ہوتا ہے میں کیا کہوں جو کبھی مل کے دور ہوتا ہے آنکھیں بھی آنکھ دکھانا ضرور ہوتا ہے غفور جان کے تحسُّن کو قصور ہوتا ہے یہی خیال پس مرگ حور ہوتا ہے وہ کیا سمجھ کے آنکھوں سے دور ہوتا ہے	کمالِ شکر کی جاسے کہ بے کمال ہوں میں رُخ اُنکا اور چمکتا ہے جس قدر دیکھو کلیمِ ہوش کو اپنے ذرا بٹھالے ہوئے وہ اپنے مُنہ سے جو بنتے ہیں کُسن اُٹھتا ہے غم و خوشی تو ہیں تو ام مگر مرے دل میں ملین وہ یا نہ ملین یہ تو دیکھ اے نا صبح شکتِ دل کی مرے کیا خبر ہوساتی کو فراقِ یار تو ہر وقت ہے ستم لیکن جو گھورتی ہے بہت آری تو شرما کر جز اسزا کا تجھے اختیار ہے یارب لگاؤ دل کا حینون سے خوب سے اسے شیخ پلٹے کے آنے کا دم بھر میں پھر نظر کی طرح
---	--

کچھ اہل دردِ جہانِ مل کے بیٹھ جاتے ہیں
وہاں جلیل کا چرچا ضرور ہوتا ہے

نگاہِ بھیری محوِ جمال کر کے مجھے دکھا کے نقشِ قدم کہہ رہی ہے قبرِ مری گھٹا کے مجھ کو بڑھایا فروغِ حُسن اپنا اس سکر پہ سرِ رگزدہ پڑا ہوں میں بھلا خزان کا ہو پرواز کی ہوس نہ رہی	ستم ہے چھوڑ گئے وہ حلالِ کر کے مجھے کوئی کیا ہے ابھی پائمال کر کے مجھے بنے ہیں وہ میرے کابلِ ہلال کر کے مجھے کہ سرفراز کرو پائمال کر کے مجھے شکستہ بال کیا خستہ حال کر کے مجھے
---	--

ہزاروں داغ دئے تم نے لاکھوں خم دئے نہ تھا خیال کہ دیتا ہے بے طلبہ کریم وہ خوش رہیں جو ذرا دیر کے لئے آکر مرے اٹھائے وہ تیغِ نظر کے میں کھوں کسی سے ملنے کے قابل میں اب رہا ہی نہیں جلیل درِ محبت بہت ستا ہے	بڑا ثواب کما یا نہ سال کر کے مجھے ہوئی ہے کسی خجالت سوال کر کے مجھے گئے نشانہ تیرے ملال کر کے مجھے عدو کو دیکھئے لیکن حلال کر کے مجھے وہ خوش ہیں مستیِ لہو سال کر کے مجھے غیب جان کے بسکین خیال کر کے مجھے
--	---

جلیل شفقت استاد ہائے کیا کہے
گئے تو شاعر نازک خیال کر کے مجھے

عاشقی کیا ہر بشر کا کام ہے ہو ہری شاخِ تنہا یا نہ ہو بڑھ چلے پیکِ تصور کے قدم دل مرا لیجانے والا کون تھا ہم سے کیا ہو وصف قاتل کا بیان موت جب آئے تو راہی جان ہو فیصلہ ہونے میں دشواری ہے کیا آج آنسو تم نے پونچھے بھی تو کیا گل دکھائے ہیں ہمیں کیا نرم تن دل سے لائے لب پہ ہم آہ و فغان در بدر پھرتے ہی گزری جرخ کو	سیرِ دل سے جگر کا کام ہے سینچ دینا چشمِ تر کا کام ہے اب یہاں کیا نامہ بر کا کام ہے یہ کسی جہادِ نظر کا کام ہے یہ لبِ زخمِ جگر کا کام ہے اس سفر میں راہبر کا کام ہے تیرے خیر میرے سر کا کام ہے یہ تو اپنا عسر بھر کا کام ہے دل پہ کھانا کوئی چر کا کام ہے اب تجھے لانا اثر کا کام ہے یہ اُسی بیداد گر کا کام ہے
---	--

<p>دلربائی بھی نظر کا کام ہے یہ تری نازک کمر کا کام ہے اس جگہ ترجہی نظر کا کام ہے منزلِ اُلفت میں سر کا کام ہے یہ بشر ہے یہ بشر کا کام ہے</p>	<p>آنکھوں آنکھوں میں اُڑا لیتے ہیں دل تیغ کیوں چلنے میں بل کھانے لگی سینے سے کچھ ہٹکے ہے دل کی جگہ بے چلے ہی پاؤں تیتے ہیں جواب قدسیوں سے کون بازی لے گیا نعتیہ</p>
<p>موتیوں سے منہ ترا بھنا جلیل آصفِ عالی گہر کا کام ہے</p>	
<p>مرض میں خیالِ مسیحا تو ہے نہیں کچھ بلا سے تمنا تو ہے غنیمت ہے پتھر بیجا تو ہے اگر دل نہیں ہے کیلجا تو ہے کوئی دل کو چٹکی سے ملتا تو ہے کہ اک زندگی کا سہارا تو ہے تمہیں اک نظر میں نے دیکھا تو ہے ہمیشہ مرے کا تقاضا تو ہے یہ کہنا پڑا ہاں دھڑکتا تو ہے کہ آٹھوں پہراک تا شا تو ہے تمہارا ہنوکا ہمارا تو ہے زمانے میں لے جان چرچا تو ہے</p>	<p>پڑا ہوں جو بیمار اچھا تو ہے کرے کون دیرانی دل کا غم بھرا آیا دل اُس کا مری آہ سے ترے تیرا کرنے سے کیوں رک رہے خدا جانے وہ ہیں کہ اُن کا خیال وہ جھوٹے ہی دے کرین خوشیوں میں اب آنکھوں کو جو چاہوئے لوسرا نہیں دیتے مجھ کو وہ بوسہ نہ دین مرے دل پہ ظالم نے رکھا جو ہاتھ غنیمت ہے پھر اپنا بیچیں دل غلط ہے کوئی دل نہیں بادِ فنا بُرا کیا جو بدنام ہم تم ہوئے</p>

کبھی آنکھتے ہیں وہ خواب میں	ہمارا خیال اُن کو اتنا تو ہے
چھپانے سے کیا فائدہ اسے جلیل	کہیں آپ نے دل لگایا تو ہے
<p>مجلو پہرون میں کہیں اپنی خبر ہوتی ہے صبح ہوتی ہے کدھر شام کدھر ہوتی ہے یون ہی ہوتی ہے مے اُنکے اگر ہوتی ہے اک نظر ہم ابھی دیکھیں تو نظر ہوتی ہے ہم سے ملے کیلئے شام و سحر ہوتی ہے دیدہ شوق میں بے چین نظر ہوتی ہے جس طرح آنکھ کے پردے میں نظر ہوتی ہے پھلک چکا صور گر کس کو خبر ہوتی ہے حال پر میرے یہ درپردہ نظر ہوتی ہے دل بھڑاتا ہے جہی آنکھ بھی تر ہوتی ہے تیر ہوتی ہے جو سیدی سی نظر ہوتی ہے روز تلوار نئی زیب کمر ہوتی ہے زندگی تو ترے مستون کی بسر ہوتی ہے تیر ہوتی ہے نہ تلوار نظر ہوتی ہے یہی تلوار یہی میسری پر ہوتی ہے اب وہی شب ہے کہ مر کے بسر ہوتی ہے</p>	<p>کتنی گہری مرے ساتی کی نظر ہوتی ہے زلف مٹنے دیکھ کے پھر کس کو خبر ہوتی ہے اُس طے آنکھ لڑی لڑگی تقدیر ادھر اُس نے آپ کو تکتا ہے نظر اس پہ نہیں چاند سورج کی طرح پھرتے ہیں یون تو گھر گھر بس بس آواز سناؤ نہ مجھے پردے سے اس طرح بھیس میں عاشق کے چہا ہے مشوق حشر کیا ہوش میں لایگاتے ستون کو آنکھ غصے کی دکھاتے ہیں اللہ رے نصیب جام مے شیشہ لبریز کا دیتا ہے پتا لطف بھی قہر سے خالی نہیں مشوق کا طرز رفتار میں ہونے لگی جدت پیدا فکر دنیا سے غرض ہے نہ خبر عقبے کی دیکھنے کی اک اداس ہے اُسے جو کچھ کہہ لو آہ سنکر وہ ترس کھاتے ہیں کتنے ہیں عدد شام ہوتے ہی کبھی جان سی آجاتی تھی</p>

دل میں کس پیار سے تیرا ستم آ بیٹھا ہے قلقلہ میں کوئی قاتل کا تماشا دیکھے شوقِ زینتِ نہ خدا دے کبھی محنتوں کو بیوفائی کا ہوش کو کہ ستم کی فریاد سانے اُن کے مرا نام کوئی لے دیکھے	یوں ہی ہوتی ہے جو جاہت کی نظر ہوتی ہے شیر کی آنکھ تو چیتے کی کسر ہوتی ہے نذر آئینہ محبت کی نظر ہوتی ہے سب کا ڈر ایک لگاؤ کی نظر ہوتی ہے قابلِ دیدہ شرمیلی نظر ہوتی ہے
--	---

خیرم شامِ غریبی کی مناتے ہیں جلیلیں
جبکہ سائے میں غریبوں کی بسر ہوتی ہے

تری چتون تو ادبِ یاد گر کچھ اور کہتی ہے یہ مانا آج باندھی ہے کرتیخ آزمائی پر صبانے بلبلِ دگل میں شگوفہ چھوڑ رکھا ہے کوئی خورشید رو کہتا ہے کوئی ماہر و تجکو جوان ہونے پہ دیکھا چاہئے کیا حشر برپا ہو ہوئی برخواست بزمِ عیش تو عبرتِ پکار مٹھی خبر گیری جسے سمجھا ہے تو اپنے اسیروں کی جوابِ نامہ لایا ہو تجھے باور نہیں آتا وہ کوئی اور ہوگا جسکو دشمن سے تعلق ہے میچائی کو اپنی آپ لکھ چوڑین میں باز آیا ترے انداز سے ظاہر ہے فرقِ اعجاز و جادو کا جلیلُ الفتن میں کس غماز سے پالا پڑا محکو	زبان کچھ اور کہتی ہے نظر کچھ اور کہتی ہے مگر ظالم تری نازک کمر کچھ اور کہتی ہے ادھر کچھ اور کہتی ہے، ادھر کچھ اور کہتی ہے مرے یوسف لقامیری نظر کچھ اور کہتی ہے ابھی سے آنکھ تیری فتنہ گر کچھ اور کہتی ہے ذرا ٹھہرو، ابھی شمعِ سحر کچھ اور کہتی ہے اُسے خلقِ خدا سے بیخبر کچھ اور کہتی ہے یہ صورت تو تری لے نامہ بر کچھ اور کہتی ہے یہ تم کہتے ہو پر اڑتی خبر کچھ اور کہتی ہے یہاں اب شدتِ دردِ جگر کچھ اور کہتی ہے کہ لب کچھ اور کہتے ہیں نظر کچھ اور کہتی ہے چھپاؤں دردِ دل تو جہنم تر کچھ اور کہتی ہے
---	--

جلیل اغیار نے غازیان کین فتنہ سازی کی
یہ سب سچ ہے تری قسمت مگر کچھ اور کہتی ہے

ایک غنچے پر فدا کتنے گلستان ہو گئے
دل میرا بھن آکھ میں خواب پریشان ہو گئے
وہ قسمت بُرخ پداں گیسو پریشان ہو گئے
خال نکرا اُن کے چہرے پر نمایاں ہو گئے
زخم بھرتے ہی رہے خالی نکلے ان ہو گئے
جگمگے بیرون کے دم بھریں پریشان ہو گئے
شام کو ڈوبے مئے تارے نمایاں ہو گئے
پھول کاٹا ہو گئے، کانٹے گلستان ہو گئے
دیدہ تربت میں ہم خواب پریشان ہو گئے
چار دن دل میں یہ ٹھہرے اور بیکان ہو گئے
ہو کے جامے سے وہ باہر تیغ عریان ہو گئے
کب نظر آئے وہ کب نظروں سے پہناں ہو گئے
گلفشانی کرتے کرتے گوہر افشان ہو گئے
چار بیرون میں جہاں بیٹھے سلیمان ہو گئے
یا ہر ہنسہ پا بنزدان پا بچولان ہو گئے
ایسے کتنے چاند زیر خاک پہناں ہو گئے
دشمنوں کو کیا ہوا تھا جو پریشان ہو گئے

سیکڑوں بردارِ سینے وقفِ بیکان ہو گئے
میرے حق میں کیا بلا گیسوے جانان ہو گئے
یاں لگا ہین تاک ہی میں تھیں کہ ڈوبے ڈالے
چٹکیوں کے نیل تھے دل میں مے چھپتے وہ کیا
بسل لذت طلب کی کم نصیبی ہاے ہاے
غنچا ہاے گل کا گل ہونا غصے سے اسے سیم
بال زلفوں کے جو کھرے کھل پٹے چوری کے دل
دل جگر میں خون تھا جو کچھ ہوا بکوں کے نذر
تجھ سے لے آشفہ حالی مر کے بھی پایا نہ چین
ترے ارمان بھی ہیں اے سفاک کیا چھپتے تھے
کر رہی ہے اُن کے غصے کی ادا محکو حلال
ایک سی حالت تصور میں ہر یان کس کو خبر
ہنس رہے تھے وہ مری صورت جو دیکھی رو پڑے
خوردیوں نے بگاڑا ہے ہمارا بھی مزاج
اک جنون کے سر چڑھانے سے ہوا کیا کیا کچھ
لے فلک کاک چاند کے چھپنے سے ہر تیرا یہ حال
یہ تو مانا بال اُلجھے تھے صبا کے ہاتھ سے

اے شمعِ خداور ذرا دیر ٹھہر جا
رات اپنی عجب راستے دل اپنے عجب دن
جب کاتے ہیں سُن جاتے ہیں اُلفت کا فناء
ملے چرخِ قیامت تو اٹھی ہاتھ سے تیرے
پھر تیغِ بتم سے اگر آپ نے چھیڑا
وہ رند ہوں یا بند نہیں د خیر رز کا

ہونا نہ پڑے جگہ نخل، بادِ سحر سے
یہ شام سے مایوس وہ محروم سحر سے
کچھ میرے لبِ خشاک سے کچھ دیدہ تر سے
برقعِ شبِ غم کا نہ اٹھا رو سے سحر سے
ہوگی نہ ہنسی ضبط مرے زخمِ جگر سے
اک یہ بھی ہے وابستہ مرے دامن تر سے

کہہ دوں تو جلیل اور بھی طوفانِ ہیا ہو
جوابِ ٹپکتی سے ترے دیدہ تر سے

دل اگر تر پئے تو یارب کچھ مزا پیدا کرے
پھول سے موتی، صدف سے مٹی پیدا کرے
ہے دہی جلنے کا ایک مضمون زبانِ شمع پر
اک ذرا چٹکی سے ملکر دیکھے دل کی بہار
کب میسا جان سکتا ہے کسی کے دل کا حال
بن نہیں پڑتی شبِ عہدہ بہت عیار سے
گلِ جہان کھلے تھے دانِ ہمنے دل پنا رکھ دیا
کوئی کیونکر جان دیدے اُسکو ہنستے بولتے
بات جو تیرے مین ہے وہ ہے کس تیر مین
ہے دل پر خون سے ہمرنگی کا دعویٰ اے جنا
جیکر غارِ عہدِ طفلی مین ہو خونِ عاشقان

درد دے ایسا کہ تاثیر دے اپنا کرے
ہے وہ قادر جس سے جو چاہے خدا پیدا کرے
بات کرنا جو نہ جانے بات کیا پیدا کرے
بوسے گل دینے لگے رنگِ حنا پیدا کرے
دردِ دل کہنا ہو تو دردِ آشنا پیدا کرے
دے چکا ہے وہ زبانِ بات کیا پیدا کرے
آج دکھیں کیا اثر بادِ صبا پیدا کرے
چاہیے پہلے قصا تیری ادا پیدا کرے
ہو غلشِ جتنی سوا لذت سوا پیدا کرے
جب مین جانوں پکے تو بے فنا پیدا کرے
دیکھے اُنکی جوانی رنگ کیا پیدا کرے

موسم گل رازِ مستی کا ہے دشمنِ ساقیا
 کیا عجب ہے ٹوٹ کر تو بہ صدا پیدا کرے
 حُسنِ مکتا کے فدا و حدت میں کثرت دیکھئے
 ایک صورت اور لاکھوں لبِ چا پیدا کرے
 آفرینش سے مراد اس کی تمھاری ذات تھی
 تم کو پیدا کر چکا اب اور کیا پیدا کرے

قدر دان جس کو شرِ آصف سا بجا چلیں

نام بھر کو نہ کر نہ وہ نام خدا پیدا کرے

سُرخ روئی بے پیے کیوں کر خنایا پیدا کرے
 خن ہو جب دل تو رنگِ برِ عا پیدا کرے
 کہتے ہو دل آرزو سے دلربا پیدا کرے
 آرزو جب خن ہو جائے تو کیا پیدا کرے
 جان جس کے ہاتھ میں ہے کاش وہ تم پر چمکے
 بارِ اصدقے کرے اور بارِ ہا پیدا کرے
 کہہ چکے ہم جسکو یوسف بک گئے ہم چکے ہاتھ
 ہا ہے وہ ہر روز اک گاہ کیا پیدا کرے
 جہنم سے کہد و طبیعت ہے مری جدت پسند
 غم ہوا کہنہ کوئی مضمون نیا پیدا کرے
 ہو رسائی تیرے قد و نون تک اکی شان ہے
 بات جو ہم سے نہ پیدا ہو خنایا پیدا کرے
 وحل کی اُمید تو پیدا ہوئی تدبیر سے
 دیکھئے اب خوبی تقدیر کیا پیدا کرے
 روزِ نظارہ نہو لیکن رہے اتنا خیال
 یاد کر لے مجھ کو جب کوئی ادا پیدا کرے
 اُس کا جلوہ دلنشین رخ و دلنشین خود دلنشین
 پھر خیالِ غیر کیوں کر دل میں جا پیدا کرے
 صورتِ سیرت میں کیان ہو جن تو لطف کیا
 چاہئے ہر بھول رنگِ بوجدا پیدا کرے
 آئینہ بننے کو دل بن جاے اسپر ناز کیا
 بات جس سے کوئی صورت آشنا پیدا کرے
 یوں تو ہر غمِ سز پہ اپنے ناز ہے اُن کو مگر
 وہ سوا پیارا ہے جو آفتِ سوا پیدا کرے
 بت بنو تو یوں بنو ترسین عدو بھی بات کو
 بات اتنی تو لبِ معجزِ نیا پیدا کرے
 غیر پر ہو کیا بھر صاحبِ اپنوں کا یہ حال
 میں جو پہناؤں تو مجھ کو نقشِ پا پیدا کرے

آج وہ کہتے ہیں میں قنفذ نہیں اس نام سے

ہم نے بھی گردنِ تسلیم جھکا رکھی ہے
قابلِ دید تھی جو چہرہ چھپا رکھی ہے
کھینچ اُسکو بھی کر سے جو لگا رکھی ہے
تو نے کس دن کو یہ افتاد اٹھا رکھی ہے
وہ سمجھتے ہیں کہ ہر دل میں دفا رکھی ہے
آپ نے جاطرِ سرِ آگ لگا رکھی ہے
یہ قیامت بھی قیامت پُٹھا رکھی ہے
ایسے موقع کے لئے تیغ ادا رکھی ہے
ہئے تھوڑی سی تری آس لگا رکھی ہے
آپ کہتے ہیں کوئی چیز چھپا رکھی ہے
تو نے دولت جو قیامت پہ اٹھا رکھی ہے
ساتھ صورت کے سیرت بھی اُرا رکھی ہے
تم نے تلوارِ کر سے جو لگا رکھی ہے
کون سی بات مے دل نے اٹھا رکھی ہے
تم نے مہندی کی بُری تلخ لگا رکھی ہے
اک ہی رگ مرے قائل نے لگا رکھی ہے
شوخی و ناز نے تلوار بنا رکھی ہے
آس کجخت نے اک سانس لگا رکھی ہے

سان پر تم نے اگر تیغ جفا رکھی ہے
دیکھنے والوں سے آنکھ اُسنے چرا رکھی ہے
تیرے کچھنے سے تو جھگڑا نہیں چکنا قاتل
قدیم یار پہ گرنے کی ہوس ہے اسے پس
دوستی کی تو ہے اغیار سے پھر بھینکیں گے
حُسنِ یوسف کے فقط مصر کا بازار تھا گرم
سامنا اُس کا زمانے میں کہاں ہوتا ہے
سخت جان بھی کوئی جانبا ز نکل آتا ہے
اور تو خاک نہیں کچھ دلِ دیران میں گر
ہم تو بیتاب ہیں دل تھامے مجھے بیٹھے ہیں
بانٹتی پھرتی ہے سب میں اُسے چشمِ موسیٰ
بات کرتی نہیں تصویر تھاری ہم سے
کیا نہ تھا کوئی گلے اس کو لگانے والا
غیر کیوں ہوتے ہیں شامل مری رسوائی میں
شوق کا خون شبِ وعدہ ہوا جاتا ہے
قطع اُمید جو ہو جائے تو میں کیوں تڑپوں
خو بردیوں کی ادا بھی اک ادا ہے لیکن
ہو چکے ہوتے ہم لے جان تصدق کس کے

ایک ساغر کے لئے آنکھ چڑا رکھی ہے
 میری تربت پہ نئی شمع جلا رکھی ہے
 تیری جا دو بھری آنکھوں میں جیا رکھی ہے
 یہ لگی وہ ہے کہ آنکھوں سے لگا رکھی ہے
 اس گمان پر کہ کوئی بات چپا رکھی ہے
 سب کو رونے کے لئے آنکھ بچا رکھی ہے
 چشم پر خون نے یہاں آگ لگا رکھی ہے
 یہ دوا حلق سے اُتری، کہ شفا رکھی ہے
 کس قدر خاک اسلانی نے اڑا رکھی ہے
 آرزو ہے تری جو دل سے لگا رکھی ہے
 ایسی کس نے مرے ساتی کو پلا رکھی ہے

تجھ سے لے ساتی بے مہر یہ اُمید نہ تھی
 بیکسی دیکھ کے احباب کا دل جلتا ہے
 اُسکی قدرت کا میں ہوں دیکھنے والا جس نے
 حسرت دید ہے کیا شے کوئی ہم سے پوچھے
 کیا قیامت ہے وہ دل توڑ رہے ہیں میرا
 دین و ایمان دل و جان عشق میں کھو بیٹھے ہم
 تم لئے بیٹھے رہو رازِ محبت دل میں
 تیغِ خوش آب کی تعریف یوں کرتے ہیں
 سُجھتا ہی نہیں کچھ جوشِ جوانی میں ہیں
 بدگمان ہم سے خدا کے لئے کیوں ہوتا ہے
 میں ترستا ہوں وہاں بے خبری ہے اللہ

کچھ مرے گوہرِ مضمون تو نہ تھے ایسے جلیل
 آبرو و حضرتِ آصف نے بڑھا رکھی ہے

مرا یہ حال پھر آنے کی تم نے خوب کہی
 مجھے نشانہ بنانے کی تم نے خوب کہی
 بگڑ کے مجھ سے منانے کی تم نے خوب کہی
 ہمارے خواب میں آنے کی تم نے خوب کہی
 غرض ہے تم سے زمانے کی تم نے خوب کہی
 بتوں سے ہاتھ اٹھانے کی تم نے خوب کہی

بنی ہے جان پہ جانے کی تم نے خوب کہی
 لگاؤ تیرا نہیں جن سے آنکھ لڑتی ہے
 مناسے وہ بھین جس نے کوئی خطا کی ہو
 یہاں تو خواب کا آنا خیال میں بھی نہیں
 مجھے زمانہ بُرا کہہ رہا ہے کہنے دو
 جھے ہوئے ہیں قدم ان کے تھوڑا دل میں

جیسا ہوتا ہے مرض لسی روا ہوتی ہے
 بات دل کی کہیں آنکھوں سے ادا ہوتی ہے
 نام تاثیر سے بیزار روا ہوتی ہے
 جسم سے جان ہی طسرح جُدا ہوتی ہے
 تب کہیں خستہ روز ہوشربا ہوتی ہے
 کو چہ عشق میں کیا تیسر ہوا ہوتی ہے
 ٹٹلے لاکھوں ابھی مشق جفا ہوتی ہے
 کچھ جو ہوتی ہے ہوا خواہ صبا ہوتی ہے
 منفعل ہونٹوں پہ آکے دعا ہوتی ہے
 اب کہاں ہاتھ سے تلوار جدا ہوتی ہے
 اس گلستان کی عجب آب دہوا ہوتی ہے
 اب بلا آب کی پابند حنا ہوتی ہے

تلخ کامی کا جنت میں ہے شکوہ بیکار
 ہیں زبائین شرہ ترک فقط کہنے کو
 کیا اثر درد جدائی کا ہے التماس
 دل سے پیکان جو کھپا ساتھ ہی آئی آواز
 دلربائی مرے ساتھی کی جو ہوتی ہے شریک
 رنگ چہرے سے اڑا خواب اڑا آنکھوں سے
 خوب استاد ملاحسن شکر تجھ کو
 پوچھتا کون ہے یاں شمع لحد کے آنسو
 زرد چرپٹکی میں نہیں خاک چلے تیرا پنا
 چاٹ دی خوب ہی خون شہد کی تم نے
 عشق میں آہ کے گل کھلتے ہیں یا آنکھوں سے
 رنگ لے ہاتھ مرا خون تمنا ملکر

خاک میں چرخ ملاتا ہے ملانے دو جلیل
 اور بھی آئندہ دل کی جلا ہوتی ہے

جو ذرا شوخ نکلتی ہے قضا ہوتی ہے
 جس میں آمیزش خون شہدا ہوتی ہے
 آجکل پھر مرے جینے کی دعا ہوتی ہے
 کچھ جو کہئے تو یہ کہتے ہیں روا ہوتی ہے
 جانسان ہوتی ہے یا روح خزا ہوتی ہے

یون تو لگی ہر ادا ہوش ربا ہوتی ہے
 لگر خون میں دہی مقبول خا ہوتی ہے
 پھر نہا ہے کہ دہان مشق جفا ہوتی ہے
 درد دل سنے علم تیغ جفا ہوتی ہے
 کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ نظر قاتل کی

دو در پھر بان لیے رہتا ہے حسوں کا شباب
 بیچ میں تم نہ اگر ہو تو فلک سے پوچھو ن
 دولت حسن جوانی ہو مبارک تم کو
 باغ میں شوخی رفتار کا موقع کیا ہے
 لسترانی جو سنی دل میں کہا سوئی نے
 اب کہاں آپ میں عشاق چلی باد بہار
 دل جو لینا ہو کسی کا تو نگہ ہو کہ ادا
 فائدہ نامہ و پیغام سے کچھ خاک نہیں
 ناک اندازی مرگان کوئی اُس دم دیکھے
 کوتاہ ہے لب جان بخش سے کوئی محبو
 بات ہی کیا ہے کسی سے جو نہیں وہ ملتے
 چٹکیان لے کے مرے دل میں کہا ظالم نے
 وصل میں شرم و حیا دیکھ کے حیرت ہے تجھے
 آرزو خلد کی حوروں کی تمنا زاہر
 ٹھنڈے ٹھنڈے مے سینے پہ نہ رکھے کوئی تھ

شان ہوتی ہے جدا ان جدا ہوتی ہے
 نارسا ہوتی ہے یا آہ رسا ہوتی ہے
 کہو خیرات بھی کچھ راہ خدا ہوتی ہے
 دیکھے دیکھے پامال حنا ہوتی ہے
 حسن کی شان بھی کیا شاخا ہوتی ہے
 ہوش اڑانے میں تو آہی یہ ہوا ہوتی ہے
 ایک سے ایک لگا دین میں ہوا ہوتی ہے
 بان یہ ہوتا ہے کہ تسکین ذرا ہوتی ہے
 ملے جب آنکھ سے وہ آنکھ جدا ہوتی ہے
 میں سمجھتا ہوں مری مسموم ہوتی ہے
 ان کی ہر بات زمانے سے جدا ہوتی ہے
 یاں گہنگار کو ایسی ہی سزا ہوتی ہے
 ایسے موقع پہ وہ شوخی تری کیا ہوتی ہے
 ایسے دل سے بھی کہیں یاد خدا ہوتی ہے
 آتش دل کی بھڑکا درسا ہوتی ہے

ملکی شاہ کے قدموں میں جگہ جگہ جلیں!

اس طرح ہوتی ہے قسمت جو رہا ہوتی ہے

بسل سنگفہ ہو گا نہ بسل کے سامنے
 محل میں جو نہیں ہے محل کے سامنے

رکھیں نہ آپ گل کو مرے دل کے سامنے
 مجھوں ذرا نظر تو جما دل کے سامنے

رکھے ہن میں نے پھول غنا دل کے سامنے

دل تڑپ کر یہ پکارا کہ ادھر سے پہلے
 روئے گزری ہے مسافر کو سفر سے پہلے
 دل یہ کہتا ہے کہ پہونچ میں نظر سے پہلے
 شام کے بعد چلی پہونچی سحر سے پہلے
 دیکھ لیتے ہیں وہ دُزدیدہ نظر سے پہلے
 ہوئے دہن تو جدا دیدہ تر سے پہلے
 دل سے فریاد ہو پہلے کہ جگر سے پہلے
 آپ رخصت ہوں سحر کو میں سحر سے پہلے
 گھر کو چھوڑے مجھے بیٹھے ہیں سفر سے پہلے
 دیکھو لون میں تجھے حسرت کی نظر سے پہلے
 آپ تلوار تو لین اپنی کمر سے پہلے
 خاتمہ دل کا ہوا میسے جگر سے پہلے
 کوئی غنچہ نہ ہوا پھول، سحر سے پہلے
 جس نے دیکھا تھا لگاؤٹ کی نظر سے پہلے
 وہ یہ کہتے ہیں لگاؤن میں کمر سے پہلے
 دیکھ لو آپ کو تم میری نظر سے پہلے
 آپ ملتے تھے کسی خستہ جگر سے پہلے
 زم پر دے کی اٹھ گی اسی گھر سے پہلے

اُس نے تاکا تھا جگر تیر نظر سے پہلے
 شمع ٹھنڈی ہوئی دم بھرنہ سحر سے پہلے
 جیسے جیسے درِ دلدار قریب آتا ہے
 تیری منزل بھی ہے منزل کوئی لے شمع مزار
 دل چرانے کی ادا خاص ہوا کرتی ہے
 یار سے پردہ اٹھانے کو ابھی کیا کہیے
 دونوں مظلوم ہیں کچھ بن نہیں پڑتی دم حشر
 خوب ہو وصل کی شب میں جو وصال پناہ ہو
 موت کی یاد نے بخود ہیں کر رکھا ہے
 پھر ستمگر تری ناوک فگنی دیکھوں گا
 راہ لینگے عدم آباد کی مرنے والے
 دونوں مٹنے میں برابر ہیں مگر سنتا ہوں
 رُخ سے گیسو جو ہٹے دل کو شگفتہ پایا
 ہے حمیون میں اُسی پر مجھے دعویٰ دل کا
 میں تو کہتا ہوں لگانے دو گلے خنجر کو
 پھر مزہ آئے گا آئینہ اگر دیکھو گے
 اجنبی بن کے کوئی یار سے اتنا چہچہ آئے
 بے حجابی جو یہی ہے تری شوخ آنکھوں کی

شامِ غربت کا فسانہ نہ ابھی چھڑا ہے دل	بوجھ لون حالِ وطن بادِ سحر سے پہلے
بھٹوڑ دوسا تھ ہی دونوں کو ترپنے کیلئے	دل سے تم ہاتھ اٹھاؤ نہ جگر سے پہلے
وہ ادھر تیغ بکھ ہن میں ادھر آہ لب	دیکھنا یہ ہے کہ چلتی ہے کدھر سے پہلے

کہہ گیا آج وہ بیدرد گلے لکے جلیل

ہم نہ واقف تھے ترے دردِ جگر سے پہلے

یون نہ ٹپکا تھا لہو دیدہ ترے پہلے	دیکھنا آگ لگی پھر اسی گھر سے پہلے
آنکھ قاتل کی پڑی تیغِ دوسے پہلے	لگیا زادِ سفر مجھ کو سفر سے پہلے
نامہ یار پڑھوں گا ابھی جلدی کیا ہے	نامہ برکو تو لگا لون میں جگر سے پہلے
بڑھتی جاتی ہیں یہ کہتی ہوئی زلفیں انکی	دیکھئے کون لپٹا ہے کمر سے پہلے
بالِ دپر کھوکے ترستے ہیں چمن کو اب ہے	ہم ہو پختے تھے کبھی بادِ سحر سے پہلے
وہ کماندار مری شکل سے بزارا سہی	غیر ممکن ہے پڑے تیر نظر سے پہلے
ڈرتے ڈرتے جو پیئے اسکو ضرر کیا داعظ	دیدہ ترے یہاں دامن ترے پہلے
یون تو نامے دلِ عاشق سے نکلنے کے نہیں	کوئی لینے کو بڑھے بابِ اثر سے پہلے
مدعیِ عشق کی اب چاہے خدائی ہو جاے	کس نے یہ بار اٹھایا تھا بشر سے پہلے
قل کرتی ہے لچکنے کی ادا عاشق کو	وہ یہی نیچہ لیتے ہیں کمر سے پہلے
وصل کی شب گئی دیوانہ بنا کر مجھ کو	جی میں ہے دشتِ گریبان ہون سحر سے پہلے
دل تو نادان سدا کا ہے اُسے کیا بھینلون	سچ تو یہ ہے کہ ہوئی چوک نظر سے پہلے
خلیقِ دل کا ذرا دیر مزہ رہنے دے	کھینچ ناوک کو مرے یار جگر سے پہلے
وصل کا دن جو دکھاتی بھی ہے تقدیر کبھی	شام آتی ہے مرے گھر میں سحر سے پہلے

آہ کی کیا ہے خطا دل میں جو کچھ ہوتا ہے	وہ ٹپکتا ہے مرے دیدہ ترے پہلے
جیتے جی اپنے کہیں عمر روانہ کرتی ہے	ہے تا شا کہ سفر میں ہوں سفرے پہلے
انبیا میں تھیں اسے ختمِ رسل افضل ہو	بات ہی کیا ہے جو پھول آئے ترے پہلے
چارہ گر آج نیا عشق کا آزار نہیں	تھا ہی زخمِ جگر داغِ جگرے پہلے
لاگ نے آگ لگا ئی تھی وہ یردانوں میں	سب کے ب ٹھنڈے تھے شمعِ سحرے پہلے

اے جلیل آپ بھی کس دھیان میں ہیں خیر تو ہے
خواہشِ قدر مہنسہ کس پہنسر پہلے

چھیڑ دیکھو تم کسی دن خنجر بیداد سے	دل تڑپ جائے وہ چمکی لون بیداد سے
رورہا ہوں اسکے آگے چرخ کی بیداد سے	ہے ستم ایجاد کا شکوہ ستم ایجاد سے
میں تو ان کی اڑی کیا جانے کی یاد سے	مجھ سے برہم ہیں اُلجھتے ہیں مری فریاد سے
آئی بسل کی اجلِ قتل میں یہ کہتی ہوئی	ہو گئے ملنا مبارک خنجرِ جلا د سے
یاد جاتے جاتے جائے گی چمن کی ہضیر	انس ہوتے ہوتے ہو گا خانہ عیاد سے
آدمی تو آدمی پتھر بھی پانی ہو گئے	روئی جب شیریں لپٹ کر ترست فرما د سے
دیکھتا ہوں انکی آنکھیں دھوڑتا ہوں وہ نگاہ	جس نگہ نے صبر چھینا ہے دلِ ناشاد سے
لے گیا بلبل پکڑ کر سب کھسٹ دیکھا کئے	کوئی کاٹا بھی نہ اُلجھا دامِ عیاد سے
رنجِ تنہائی سہی لیکن بہل جاتا ہے دل	کچھ تمھاری یاد سے کچھ نالہ و فریاد سے
اسی کیا تدبیر ہو جس سے کیٹن دن بھر کے	جی میں آتا ہے یہ پوچھوں خنجرِ جلا د سے
میں یہ کیوں کہتا کہ تم بیداد سے توبہ کرو	خوتھیں بیداد کی راحت مجھے بیداد سے
دام کی صورت جو دیکھی مرگی بلبل غریب	پھنس گئی دامِ اجل میں نہ گئی عیاد سے

کیا غرض تم کو کسی بھولے ہوئے کی یاد سے
 تنکے چھوٹے جنوں نے بلبلِ ناشاد سے
 خون کی ندی بہانی تھی سر فرما دے
 بلبلِ ناخوش رہو یا خوش رہو صیاد سے
 ایک دم بھی دل نہ خالی ہو کسی کی یاد سے
 آشیان کیونکر چھپائے دیدہ صیاد سے
 ہو جاگردن نہ لیکن خنجرِ جلا دے

رات دن منکرِ عدد و شمار ذکرِ عدد و
 فصلِ گل میں آدمی کے ہوش کیا رہتے بجا
 سنگدل شیریں کو جوے شیر کی حاجت تھی کیا
 ابو جیتی جی نفس سے بھوٹنا ممکن نہیں
 شیشے لبریزے ستون نے سیکھی ہے یہ بات
 یہ تو ممکن ہے کہ بلبلِ آشیان میں چھپ رہے
 چاہتا ہے دل کہ سر ہو جاے گردن سے جلا

بے غلش ہنسنے ہسر کی زیت گلشن میں جھلیل

رہط گلچین سے تو یا رانہ رہا صیاد سے

چٹکیان دل میں نے لکھ دیا اپنی یاد سے
 مبرے کہنے کو نہ ناؤ پوچھ لو فریاد سے
 کیا کہیں فرما دو کہ ہم رہ گئی اُتاد سے
 بات کیا ایسی ہوئی ہے بلبلِ ناشاد سے
 سیکھ لوں رک رک کے چلنا خنجرِ جلا دے
 نالہ کرنا ہے تو لو پردا لگی صیاد سے
 کٹ گئے دن زندگی کے تینہ فراد سے
 رہ گیا یہ ایک تسمہ خنجرِ جلا دے
 جیسے طائر چھوٹ جائے بچسہ صیاد سے
 خوف یہ ہے دلِ غافل تو تھاری یاد سے

تم اگر بچپن ہوتے ہو مری منسریاد سے
 چین کس کجخت نے پایا دلِ ناشاد سے
 اپنے دل سے پوچھنی تھی مرگ شیریں کی خبر
 گلِ ادھر بھولے ہوئے غنچے ادھر رٹھے ہوئے
 کہہ رہی ہے سانسِ سہل کی غنیمت ہے یہ م
 یہ نفس ہے بلبلِ امن مانی گھر جانی نہیں
 چل رہا تھا بے ستون پر اک ذرا بہکا جوا تھ
 قطع ہو جاتی مری اُمید بھی گردن کے ساتھ
 دوجہان غنچے سے نکلی ہاتھ آتی ہے کہاں
 زہر کیا ہے خواب شیریں اپنی آنکھوں کے لئے

اسکے دل سے پوچھے داغِ اسیری کی بہار داغِ دنگی یا میروں کی چمن آرائیمان دے رہا تھا باڑھ اک شیریں ادا کا تہیاق پھر رہا کرنے نہ کرنے کا ہے صیاد اختیار سیرِ گل تو کر چکے ہنس مہنس کے یا رانِ چمن تیری اس مشاطگی پر اسے جنوں پھر بڑین نغمہِ بلبل سے غنچے مُسکراے بھی تو کیا ہنس ہے تھے یا تو گل یا چھا گئی افسردگی بارغ سے لایا مقدر خانہ صیادین	لائی ہے یہ بھول بلبل خانہ صیاد سے جز گلِ حسرت ملا کیا پوچھے شہاد سے اور نہ پتھر خاک کٹنا تیشہ فرہاد سے ایک دو نالے تو سن لے بلبلِ ناشاد سے آؤ اب کچھ رولین ملکر بلبلِ ناشاد سے مانگ شیریں کی بھری خون ہر فرہاد سے گلِ فشانِ کر کے ہم نے داد لی صیاد سے کچھ پتے کی کہہ گئی بلبل لب فریاد سے دکھیں اب جانا کہاں بخانہ صیاد سے
--	---

اللہ اللہ کیا توجہ ہے کہ ہم اب تک حلیل
فیض پاتے ہیں مزارِ حضرت استاد سے

میں وہ بل ہوں قفس سے جو رہائی ہوتی سخت جان آپ کا یون فوج نہیں ہونے کا تم سے دیکھا نہیں جاتا جو تڑپنا دل کا ہو گئی جب ترے گیسو سے رسا کا حصہ شرم نے اور بھی جھکڑے کو بڑھا رکھا ہے پھر کہاں جلوہ جانان کی بہار اسے موسیٰ چاہتا ہوں کوئی امید نہ رکھوں اُن سے راحتِ وصل جو ملتی بھی تو کئے دن کیسے	بوسے گلِ دور سے لینے مجھے آئی ہوتی تغِ فولاد کی چھپر کی کلائی ہوتی نگہِ شوخ کی بجلی نہ گرائی ہوتی پھر کہاں سے مری قسمت میں رسائی ہوتی نگہِ ناز جو لڑتی تو صفائی ہوتی ایسے موقع پہ تھیں نیند نہ آئی ہوتی کاش میری یہی امید برآئی ہوتی پھر وہی صبح وہی شام جدائی ہوتی
--	--

تم جدھر ہوتے اُدھر ساری خدائی ہوتی
کوئی سوئی ہوئی تقدیر جگائی ہوتی
یہ تو ہوتا کہ تمہیں نیند نہ آئی ہوتی
کچھ نہ ہوتا مگر امید رہائی ہوتی
اب بھی کبخت یہ کیوں آئی نہ آئی ہوتی
فیصلہ تھا جو نقاب سے اٹھائی ہوتی
رحم آیا نہ تمہیں شرم تو آئی ہوتی
یہ جو ہوتی تو اسیری میں رہائی ہوتی
آپ نے دیکھ کے تلوار لگائی ہوتی
بات جب تھی کہ تری یاد نہ آئی ہوتی
اُس نے بیچ سے اٹھتا تو صفائی ہوتی
دیکھتے آپ کہ آنکھوں سے اٹھائی ہوتی

سیر ہوتی مرے دل سے جو گڑتی مجھ سے
تیری آنکھوں کو توجہ دہی جگاتے گزری
اور اثر میرے نسلانے کا نہ ہوتا نہ سہی
بال و پر ہیں جو سلامت تو خوشی کیا صیّا
عمر بھر راہ دکھائی ہے اجل نے ہم کو
خُن پرے میں ہے اُس پر ہے چلت اپنی
مار ڈالا سر محفل مجھے عنبرہ کر کے
بیخودی خوب تھی پابندِ علائق کیلئے
میں اُدھر قتل ہوا کٹ گئے اغیار اُدھر
تجھ کو آنے سے ہے انکار یہ مانا ہم نے
آپ کو دیکھ کے وہ اور بھی تن جاتے ہیں
شوق دیدار میں افتاد جو پڑتی ہم پر

محفل شہر سخن سر دہری ہے کب سے

تم نے کچھ پڑھ کے جلیل آگ لگائی ہوتی

ایسی بجلی کوئی اسے چرخ گرائی ہوتی
دشمنوں کو بخدا نیند نہ آئی ہوتی
وصل کے بعد نہ لے کاش جدائی ہوتی
اسی پر دے میں کبھی جلوہ نمائی ہوتی
مرنے والوں کو کبھی نیند نہ آئی ہوتی

طور کی آگ مرے دل میں لگائی ہوتی
تم نے ہم سے جو کبھی آنکھ ملائی ہوتی
پہلے اتنا غمِ فرقت نہ ستاتا تھا ہمیں
خواب میں بھی تمہیں آنے سے حیا مانع ہے
وعدہ دید ٹھہرتا نہ اگر محشر میں

چاند سورج کی طرح آپ پھر کرتے ہیں خواہش دید پر اب آنکھ دکھانا کیسا؟ تھاجر تقدیر میں جلتا تو مجھے کیوں انسان کوئی جلوے کا اگر دیکھنے والا ہوتا پی گئے اشک اُسے دیکھ کے ہم خیر ہوئی وہ بلا تیری محبت کا ہے پھندا صیاد اور کچھ دیر شہید انِ دفا سوسیلے شوق لایا تھا مرا تا دیرِ دلدار مجھے لذت آپ خُشک پیاس کا صدقہ مجھو آفتاب اُس کے قطرون کو اڑا دیتا ہے روح و قالب کی جُدائی کا نہیں کچھ شکوہ گرا سے پردہ کُشت میں نہ چھپنا ہوتا	میرے گھر میں بھی کبھی جلوہ نمائی ہوتی تم نے پردے سے نہ آواز سنائی ہوتی شمع ہوتے تری محفل میں رسائی ہوتی یار کو خود ہو بس جلوہ نمائی ہوتی چشم گریان نے ابھی آگ لگائی ہوتی گر رہا بھی مجھے کرتا نہ رہائی ہوتی اُس کے تربت پہ قیامت نہ اٹھائی ہوتی جذب تائید جو کرتا تو رسائی ہوتی وصل دیتا نہ مزہ مگر نہ جُدائی ہوتی کون ہوتا جو تری جلوہ نمائی ہوتی کاش دودل میں شمع چرخ جُدائی ہوتی ذرے ذرے میں نہ یوں جلوہ نمائی ہوتی
--	---

شکر ہے حشر میں پرستش نہ ہوئی اپنی جلیل
ورنہ ہم سے نہ کوئی بات بن آئی ہوتی

آنکھیں نشلی دیکھے اُس رشک حور کی کیا تکنت بیان ہو بُت رشک حور کی صدیرت ہر اک حسین نے پائی ہے نور کی سبقت غضب پہ لیگی رحمت غفور کی اُس آنکھ کو اور آنکھ کے سسکے کو دیکھئے	ہیں دو گلا بیان یہ شرابِ ظہور کی نصیر ہے کبھی ہوئی ناز و غرور کی صورت یہ تو نے خوب نکالی ظہور کی پرستش نہ کچھ ہوئی مرے جُرم و قصور کی دُنبالہ کہہ رہا ہے کہ چوٹی ہون حور کی
--	---

آخر کو اسنے پاؤں سے مل کر لکھ دیا
 مٹی کے خطر اسنے اچھا دیا جواب
 گرمی سے اسکے رخ پر ہے کاکل عرفشان
 پھر کیون ہو تصور کسی سے خطا معاف
 عشاق تیرے تجھ کو نہیں پاتے عمر بھر
 قائل توجہ تراہون میں نے غلطی شوق
 اللہ سے اپنے چلنے والوں کا امتحان
 آئی جواب سمجھ تو وہ آنکھیں نہیں رہیں
 قصر نبوت جس سے بلا وہ یہ بات تھی
 دیکھوں ہزار آنکھ سے جلوہ ترا اگر
 احسان آپ کا ہے کہ مایوس کر دیا
 کہتے ہیں سب انی جسے قائل کی آن ہے
 کس بادہ کش کی آنکھ کھلی پھیلی رات سے
 کیونکر کلیم کو شب تاریک رد کرتی
 دیکھو ذرا شکوت تم اپنی شبیہ کا

مٹی لگی ٹھکانے دلِ ناصبور کی
 دیکھی تڑپ تو لوٹ گئی برق طور کی
 بول ڈھلاک ہی ہے شرابِ ظہور کی
 تم اپنے ہاتھ سے جو سزا دو قصور کی
 صورت تری پری کی ہے سرستِ حور کی
 پیدا ہو در و دل میں چاک برق طور کی
 کس کس ادا سے ہوتی ہے تعریف حور کی
 نرگس کے پھول دینے لگے بو غور کی
 پروردگار حد نہیں مہر تصور کی
 جب دیکھنے بھی دے مجھے کثرتِ ظہور کی
 لیکن اب تو ہوگی دلِ ناصبور کی
 تیغ کشیدہ ایک ادا سے غور کی
 رہ رہ کے آ رہی ہے صدا یا غفور کی
 اُن کو تو تھی لگی ہوئی کو شمع طور کی
 چھان بے رہی ہے یہ بھی تمھارے غور کی

شرم گنہ سے خستہ میں رُو پوش ہے خلیل

بھرتی ہے ڈھونڈتی اُسے رحمت غفور کی

صور تگر خیال کو مٹی بھی ہے دور کی
 رہتی چڑھی کمان کہاں تک غور کی

بہت میں جا کے کھینچی ہے تصویر حور کی
 تیوری اتر چکی ہے بہت رشک حور کی

دُعا غلط بُرائے ماننے کی رحمت غفور کی
 آتی ہے روزِ خواب میں اک شکلِ حور کی
 منظور ہے شکستِ تمہارے غرور کی
 بیکلے تھے آپ کرنے زیارتِ قبور کی
 منہ میں ترے زبان ہے کہ کو شمعِ طور کی
 پھر سیر دیکھو میرے دلِ ناہبِ حور کی
 تصویر لے رہے ہیں وہ اپنے غرور کی
 جو طے ہے گندھی ہوئی چوٹی ہے حور کی
 یا قوت کا ہے خچر کھائی بلور کی
 ملتی ہے عاشقوں کو سزا کس تصور کی
 کر دی گی آبِ آبِ ندامتِ تصور کی
 چوٹی دکھائی دینے لگی کوہِ طور کی
 کرنی نہ تھی جو بات اُغصینِ ہر ضرور کی
 ٹھنڈی ہوئی نہ آگ مگر اسِ تنور کی
 اک میں ہوں اکِ ترے دلِ ناہبِ حور کی
 دامن کی دھجیان ہیں کہ ٹکڑی طور کی

تنگو پڑی ہے کیوں مرے جرم و تصور کی
 اللہ کس کے روئے حین کا خیال ہے
 کچھ اور انکار سے اپنی غصہ نہیں
 تربت وہ کونسی ہے جو رندی نہیں گئی
 آتشِ بیانیوں پہ مری کہتے ہیں کلیم
 زخار سے الٹ دوزخِ گوشتِ نقاب
 کس شان سے ہیں بیٹھے ہوئے پیشِ آئینہ
 الفاظِ پیچیدار ہیں نامے میں یار کے
 قدرتِ خدا کی دستِ نگارین ہے یار کا
 یہ کہنے کے ہم سزا کے سزاوار ہو گئے
 شدتِ جو ہوگی پیاس کی میدانِ حشر میں
 بالائے بامِ پہنچے وہ جوڑا جو باندھ کر
 چھوڑی نہ چاہ غیر کی اللہ سے تیری ہند
 طوفانِ نوح دیدہ ترے بیاکیا
 کیا بیکسی بیان ہو شامِ فراق کی
 مجنوں کے سر پہ ان کو لئے پھرتی ہے ہوا

دُنیا کا ذکر بیان کبھی آتا نہیں جلیل،
 صحبتِ ہمیں پسند ہے اہلِ تسبُّور کی

ان بھولوں سے نہ جائیگی بوسے وفا کبھی

مکن نہیں کہ داغِ ہون دل سے جدا کبھی

ملتی تھی ہاتھ دیکھ کے اُن کو حنا کبھی
کچھ کہہ اٹھے نہ منہ سے کوئی دجلا کبھی
وعدہ ہی کب رہا جو ہوا وہ وفا کبھی
کہتے ہیں وہ کہ جان نے کی ہے وفا کبھی؟
چھوٹے نہ تھے جو ہاتھ سے عطیر حنا کبھی
بھولے سے گر حنا کی حب گہ ہو وفا کبھی
دہر رہی کسی سے نہ اُن کی حیا کبھی
دل پر گراں ہوئی نہ تمھاری حنا کبھی
منہ سے نکل گیا تھا مرے ہو وفا کبھی

وہ دن بھی یاد ہیں کہ وہ سادہ مزاج تھے
محفل میں روز بیٹھ کے بنے ہوشمرد
کہتے ہیں بات کیلئے لازم تبارتے
کہتا ہوں میں کہ جان میں اب تو دفا کرد
قدرت خدا کی خون کو مہندی سمجھتے ہیں
جب بچے تھے یقین کہ بھولے بہت ہوتے
اُٹھے شباب میں بھی ہیں آنکھیں ٹھکی ہوئی
کیا ناز کی کی شان ہے قربان جانیے
ہوتا ہے روز اتنا وعدہ ستم

تمھارا بدن کا ذکر دہان بول اٹھا وہ شوخ
منہ سے ہیں ہم حلیل بھی تھے پار سا کبھی

ہاتھ اپنا اور دامن صحرابھی سے ہے
میرا خیال خوابِ زلیخا ابھی سے ہے
وہ کیا جوابے سینگے یہ دھڑکا ابھی سے ہے
بچپن میں یہ حیا ہے کہ پردا ابھی سے ہے
ہے کچھ تو بات ہم سے جو پردا ابھی سے ہے
سائے چمن کی آنکھ میں کانٹا ابھی سے ہے
تھامے ہوئے غریب کچا ابھی سے ہے
حیثیت کا تو پڑا ہوا پردا ابھی سے ہے

یارب ہو خیر جوش پہ سودا ابھی سے ہے
پھنسے لگا وہ یوسفِ ثانی نگاہ میں
ہم کیا کریں سوال یہ ٹھہرا نہیں ابھی
بکلیں وہ مسکریدہ دل سے محال ہے
کسں سہی وہ شوخ سہی، نا سمجھ سہی
بلبل کا حشر دیکھے کیا ہو بہار تک
عاشق کو تیرا زسے تما کا بھی تو نہیں
دیکھو ن گا اُس جال کو یارب کب آنکھ سے

مین اُن کے سلسلے جس رزد کو عرض کرتا ہوں
جگر تھلے تھیں آنا پڑا کیوں ہم نہ کہتے تھے
تمہارے سلسلے مرنا ہے اچھا ورنہ جان اپنی
بکھلائے تمنا وصل کی یہ بات ایسی ہے
نگاہ شوق کو مجنون جا رکھ اپنے سینے پر
ذرا چھتی ہوئی کہدی تھی مین نے اُس پر ہم ہین
جلگہ پاتے ہی مین رکھ دوں گا جلنے کے لئے دل کو

یہی ارشاد ہوتا ہے بڑی شکل سے نکلی گی
کہ تیرے خطا ہوگی دُعا جو دل سے نکلی گی
نکلنے کو تو نکلے گی - مگر شکل سے نکلی گی
نہ اُن کے دل میں ایگی میرے دل سے نکلی گی
گر یہاں پھاڑ کر سیلے اسی محل سے نکلی گی
یہ کہتے ہین قیامت تاکہ میرے دل سے نکلی گی
جو کوئی شمع گل ہو کر تری محفل سے نکلی گی

جلیل اُن سے سوالِ وصل تم کرتے تو ہو سکتا
دہان تنگ کہتا ہے کہ ہاں شکل سے نکلی گی

جسے کہتے ہین غم کی پھانس و شکل سے نکلی گی
جواہِ درد نکالے قیس سچے دل سے نکلی گی
کہیگا کون قصہ درد کا دعویٰ ہی دعویٰ ہے
نخل ہونا پڑے گا مفت میں کیوں لگے بوسہ
نکلتی ہے ابھی جانِ حزنِ خضر کا لو تو
تماشا لوگ دیکھینگے تمنا جب شہادت کی
جو سردینے کو آتے ہین پلٹ کر وہ نہیں جاتے
مرا دل توڑتے تو ہو مگر اتنا سمجھ رکھو
دلون کو شمع کی صورت جلا نا چھپ نہیں سکتا
نکال مبین سے قاتل کہ مشاقون کا مجمع ہے

جب اپنی جان نکلی گی تو وہ بھی دل سے نکلی گی
میرے مجنون ادھر آئے صد اعلیٰ سے نکلی گی
زبان سے اُس کے آگے بات نہیں نکلی گی
ذرا سی چیسے ہر لیکن نہ اُن کے دل سے نکلی گی
یہ کس نے کہہ دیا تم سے بڑی شکل سے نکلی گی
تمہارے ہاتھ سے نکلی گی میرے دل سے نکلی گی
ہماری لاش ہی اب کو پہ قاتل سے نکلی گی
عوض لے لے گی وہ تم سے فغانِ دل سے نکلی گی
خبر کسی بزرگاب بُو تری محفل سے نکلی گی
ترے حق میں عاے خیر اکا دل سے نکلی گی

دلِ اُلاں مرا فریاد کرتا جاوے گا یوں ہی دکھا دے گی تماشا کو آہِ آتشیں اپنی اُسے رنگِ لکڑیوں کی طرح اکلے لکڑی نگاہِ پاس کو قاتل تجھے بھی ماننا ہو گا	فغانِ جبِ اکشاں وید و تیرے دل سے نکلی گی وہ لڑتی ہوئی جدم ہمارے دل سے نکلی گی یہ حسرت تو ہوائے دامنِ قاتل سے نکلی گی وہ خنجر کھینچ کر جب دیدہ بسل سے نکلی گی
--	---

جلیل اُس دریا کی یاد دم کے ساتھ ہے اپنے
دلِ س کا ہو رہا وہ دل کی ایک یاد سے نکلی گی

بیونیا یا ریا کی ہے، حشر میں ہم خدا سے پوچھینگے مددِ عی عشق کی خدائی ہے مددِ تین ہو گئیں وہی ہے ہمار لوٹنا ہوں مگر خبر یہ نہیں ہم نے مانا کہ تو جمن ہے مگر جب تمہارا نہیں نہ میرا ہے کہے یوں رو دے لحدِ مری نالہ کر لیں تو بار سے پوچھوں تو گجبان ہے تو خوف مجھے تو نے لیل جھٹاک دیا دامن تیرے مرگان ادھر ادھر خم زلف تو کسی کو اگر نہیں راستا،	ہم کو بھی انتظار کسا ہے نام آ مرزا گار کسا ہے آپ کو اعتبار کسا ہے جمن رو زگار کسا ہے تیرے کے پار کسا ہے اسے دلِ داغدار کسا ہے پھر دلِ بے قرار کسا ہے یہ شکستہ فرار کسا ہے آج دلِ بے قرار کسا ہے میرے پروردگار کسا ہے یہ نہ سمجھی غبار کسا ہے دیکھئے! دلِ شکار کسا ہے دلِ پھر اُسیدار کسا ہے
---	---

اپنے گھر ہی سے کرین آپ عاخشش کی،
 میں یہ سمجھوں کوئی مشوق مرے ہاتھ آیا
 بوسہ لینے کا عوض آپ نے یوں مجھ سے لیا
 سچ تو ہے آپ بھلا ناز و ادا کیا جانیں
 کیا ہے صورت کہ مرا گھر ہو کسی کے دل میں
 اُن سے اظہارِ محبت جو کوئی کرتا ہے
 دیکھنے والوں سے تنگ آکے وہ کہہ لگتے ہیں
 میرے ساتھی کا وہ ساغسے لکھا ہے جس پر
 فیصلہ اب ہے مقدر کا زبان پر اُن کی
 ایسی مشتاق تھی آمد جو قیامت کی ہوئی
 جس طرح آگے پتھر کے جگر میں یوں ہی
 بوسے گیونے شکوفہ یہ نیا چھوڑا ہے
 داغ دیکھ دل عشاق کے اُسے تو کہا

ضبط ہونے کا ہنسن دیکھ کے تربت میری
 میرے قابو میں جو آجائے طبیعت میری
 سامنے چار کے لے بیٹھے شکایت میری
 اسکی شاہ ہے مری جان شہادت میری
 کہیں رہنے نہیں دیتی مجھے دشت میری
 دور سے اُسکو دکھا دیتے ہیں تربت میری
 ہو گئی روگ مری جان کو صہرت میری
 جان بیعانہ ہے ایمان ہے قیمت میری
 سُن چکے حال مراد کچھ لی صورت میری
 گو دین لینے کو شوق ہو گئی تربت میری
 دل میں اُس بُت کے الہی ہو محبت میری
 نکمہ گل سے ابھرتی ہے طبیعت میری
 بانٹنی پھرتی ہے کیا بھول محبت میری

تھی زمین صاف مگر ضعف ہے ایسا کہ جلیل

تھک گئی چار ہی شعروں میں طبیعت میری

ٹھنڈا کیا جو تم نے مجھے غیر جل گئے

اتنا کیا کہ در دکا پہلو بدل گئے

اچھا ہوا کچھ آنکھ سے آنسو نکل گئے

روشن ہوئی جو شمع تو پردانے جل گئے

تین ادا کے دونوں طرف در چل گئے

تسکین کیا وہ دیکھے رکھ کر جگر پہ ہاتھ

دل سوگ میں عدو کے مکدہ تھا آپ کا

تاہ جال یا کہان اہل عشق کو

دُنا چکے مجھے تو کیا خونہہا ادا دیکھا گیا نہ حال دل بہت سارا کا بیچ کہہ رہی ہے شمع کہ میرا تصور کیا؟ دل اپنے شوق سے شبِ غم نالہ کش ہوا بکھرا کے رُخ پہ زلفت یا عاشقوں کو داغ دو دن تو اُن کی یاد رہے اس خیال سے گھیرا تھا ہر طرف سے جو بیچ و لال نے	مہندی لگے وہ ہاتھ سہر قہر لگے نالے جگر سے آنکھ سے آنسو نکل گئے پردانوں کے نصیب میں جلنا تھا جل گئے کہتا ہے اب کہ ہر مرے نالے نکل گئے دن بھپ گیا چراغ سرشام جل گئے چٹکی جگر میں لے گئے، دل کو مسل گئے گھبرا کے دل سے رات کو نالے نکل گئے
---	---

وصفِ خرام کر کے اُنھیں لاسے راہ پر
تم بھی جلیل چال قیامت کی چل گئے



متفلسف



بام پر تھے وہ کھسکے ٹپٹ ڈوبا لاہوتا بھلو بھی دل نے اچھل کر جو اچھا لاہوتا

تیغِ قاتل کو نہا دھوکے کھسنے نہ دیا، ہاے اتنا بھی لہو زخمِ جگر نے نہ دیا

خالی ان عُدن کے چھینے ہوش میں لائیں گے کیا، آپ تو آتے نہیں ہم آپ میں مٹیں گے کیا

حُسن کو دشمن و شاد دیکھا بارہا ہم نے دل لگا دیکھا
آرینی گو کی کھل گئیں آنکھیں جو اُس سے کچھ سوا دیکھا

جو حالِ وصل میں ہے روزِ انتظار نہ تھا نہ تھا قرارِ مگر یوں میں بقرار نہ تھا
تھاری تیغ کا پھل کھا کے میں تڑپتا کیوں وہ ایک جد کا عالم تھا بقرار نہ تھا

شکوہ تھا، ارمان تھا دل میں سے کیا کچھ نہ تھا - دم کے دم کو وہ جو بیٹھے تو گویا کچھ نہ تھا
پیار کرتے تھے ہم اُن کو کوستے تھے وہ ہمیں بات اتنی تھی ہمارے اُن کے بھگڑا کچھ نہ تھا

اسکے دشت میں کیا خاک لگا تو اسے قیس مے جن مری شبنم نے کچھ نہیں چھوڑا
بھی وہ کہہ گئے کہنے کے جتنے مضمون تھے جلیل کیسے حضرت نے کچھ نہیں چھوڑا

باتوں باتوں میں اڑا لاتے ہو پر یوں جلیں - بیچ بتاؤ تمہیں جادو یہ کہاں سے آیا

بُن ٹھن کے آج وہ جواہر سے گزر گیا - اک تیر تھا کہ میسے جگر سے گزر گیا

ہم نے جانا تھا کہ دل سے کوئی ارمان نکلا - خوب کھاتا وہ اک تیر کا بیگانہ نکلا

حال میرا یہ بے شراب ہوا - آتشِ عینِ دل کباب ہوا

اچھے حالوں گزر گئی اُس کی - جو خرابات میں خراب ہوا

غل ہوا آج جو گھسے وہ ستمگر نکلا - چرخ سے برق گری میان سے نخر نکلا

یہ عشق کا پہاڑ کہاں اور کہاں جلیں - مارا ازین گیا ہِ ضعیفِ این گمان نہ بود

میری لحد پہ شمعِ صفتِ اشکار ہیں - پانی چھڑک رہے ہیں وہ خاکِ مزار پر

مر رہے ہیں سحر کی رات اور دن کو دکھکر - اب کہاں پائیں انہیں جیتے تھے جن کو دکھکر

نہ ہوا کہ جو زخمِ سینے کے قابل - ٹھہرتا ہے وہ میرے سینے کے قابل

یہ مرجانے کو میرے تھوڑا نہیں ہے - سمجھتے ہیں وہ مجھ کو جینے کے قابل

روزِ میرِ باغ لے رنگیں دا اچھی نہیں - یہ سمجھ رکھو زمانے کی ہوا اچھی نہیں

بڑے مزے کا وہاں قتلِ عام ہوتا ہے - چلو جلیں تمہیں سیر ہم دکھا لائیں

مجھے وہ دیکھ کے دشمن کو یوں سُنا تے ہیں ہمارے چاہنے والے جلیل آتے ہیں

جلا ہو دل نہ جن کا شمع کی صورتِ محبت میں وہ کیا جانے کہ آنسو آنکھ سے کیوں نکلتے ہیں

ابھی سے کرا رہے ہیں نام پیدا دلستانی میں - خدا رکھے قیامت ڈھانینگے چکر جانی میں

لوگ صورت کو پیار کرتے ہیں ہم تری سادگی پہ مرتے ہیں

مرے پاتے ہیں شہرتِ اہل کمال ڈوبنے والے ہی اُبھرتے ہیں

جلیل آج بناتے ہو ہم کو دیوانہ - ہمیں تھے بیٹھے ہوئے کل کی جاؤں میں؟

ترے مجنون تو بیکاری میں بھی باکار رہتے ہیں - تھکے جب کوچہ گردی سے تولے بیٹھے گریبان کو

خوابِ جہان بھرتے ہیں پانی ترے آگے نیتِ الیاسِ خضرؑ دونوں میں سقاے مدینہ

کچھ دُور تری بندہ نوازی سے نہیں ہے - تھک جاؤں تو لینے کو مجھے آگے مدینہ

کھینکے وہ ہی لاکھ آری نکالے آنکھ وہ اپنی آنکھوں سے پائے جو ہم پہ ڈالے آنکھ

یہ کون زیرِ زمین اسکو گدگدانا ہے - کہ سُکراتی ہوئی ہر کلی نکلتی ہے

جلیل خیر ہے ایسے اُداس ہو کیوں - کہاں سے لوگ محبت کا تم لگا لائے

جلیل پھر تھیں سوقت چھڑکی سو جھی - ابھی ابھی تو منے میں وہ کل کے رُٹھے ہوئے

جلو اتنا تو نکلا کام باہم آشنا سے وفا سے ہو گئے ہم آشنا تم یوفائی سے
تجربے کہ اب تک دشمنوں سے بھتی جاتی ہے بڑی اُمید تھی ہم کو تمھاری یوفائی سے

خوب صیاد سے دل شاد نہ کرنے پائے گھٹ کے ہم مر گئے فریاد نہ کرنے پائے

خدا بچاے بڑا روگے محبت کا - جلیل تم نے کبھی آئینہ بھی دیکھا ہے؟

اہل دل جتنے ہیں رکھتے ہیں محبت دل میں ہم وہ دل رکھتے ہیں جن میں ہیں محبت والے

خوشی پوچھو نہ مرنے کی کہ تھے اک کے ترسے منائی عید یاروں نے گلے مل کے خنجر سے

رہی ہیں مجبتیں برسوں ہو گا مجھ سے اب عظم اٹھالوں ہاتھ شیشے سے چڑا لیں آنکھ ساعسے

گر خنجر امیکہ پر آج بادل کا قیامت ہے صراحی جوش یکن آکے لڑ جاتی ہے ساعسے

یہ کہہ کر آج قاتل نے بہایا خون کا دریا پیے جاتے نہیں اب تولہ کے گھونٹ خنجر سے

نازیوں میں تمہیں تھے امام بننے کو - جلیل تم کو خدا سے حیا نہیں آتی

تیر پہلو میں نہ سینے میں رُ کا رہ گئے دونوں کلیجا تھام کے

چشم ساقی بھی ہو گردش میں شریک دُور خالی جام کے کس کام کے

بے سہارے کے ہے اب جینا محال بیٹھنا اٹھنا کلیجا تھام کے

بڑ گیا ہے کیا اسیری کا مزہ پیچھے پیچھے پھر رہا ہوں دام کے

ہے جنوں بھی طرفہ باز یگر جلیل سر پہ چڑھ جاتا ہے اس تھام کے

آپ اپنا شربت دیدار رہنے دیجئے یوں ہی اچھا ہوں مجھے بیمار رہنے دیجئے
جُبُنِش ابرو کی حاجت کیا لنگہ کے سامنے تیر چہلے دیجئے تلو ار رہنے دیجئے

میری قسمت کیا جگائیں گے نگاہِ لطف سے انکی آنکھیں ہن فقط جادو جگانے کیلئے
ہم نگاہِ باغبان میں بہتے ہیں اے ہم صیفیر شاخ کیا نازک سی چھانٹی آشیانے کیلئے
بات کہنے کی نہیں پر رشک ہوتا ہے ضرور ہم تو ہوں تیرے لئے تو ہو زمانے کیلئے
میں نہیں ٹوٹتی جو پرے سے نکالوں یار کو اک صدا کا فی ہے مجھے لٹ جانے کیلئے
سیر و نہ کی دکھاتے ہیں وہ ہنسرِ غیر کو اشک آئے اور میرا جی جلانے کیلئے
بعدِ استنادِ غنیمت دم نکالے جلیل مایہ صد ناز میں اختر زمانے کیلئے

بڑے ہی لطف کی چشم یہ مین انکی سی ہے مُقَدِّرِ نیند کا دیکھو جو اس مین رات بیتی ہے

دل ایسی چیز کیا ہے دل کی پروا ہم نہیں کرتے وہ دیدنی گے تو لے لینگے نقاضا ہم نہیں کرتے
یہ ظالم حُرّیہ شے ہے کہ انے واضح جہاں دیکھا تنہا ہو ہی جاتی ہے تنہا ہم نہیں کرتے

جسے راحی بے گلگون سے بھری آتی ہے - دل دیوانہ یہ کہتا ہے پری آتی ہے

یہ چلتے پھرتے جادو کر گیا کون ؟ کہ دل تو ہے قرارِ دل نہیں ہے

ہمارے ذکر پر قاصد یہ کہنا تمھاری یاد سے غافل نہیں ہے

بنے ہو دلربا جس روز سے تم کسی سینے کے اندر دل نہیں ہے

دیکھ کر داغ مرے دل کے فنا کتنا ہے ۔ ایسے تارے کبھی مجھ سے بھی نکالے نہ گئے
 کیسی فرسے مڑے کی ہین باتیں جلیں کی ۔ دل میں جو دیکھے تو ہین پھر بان بھری ہوئی
 ایسے دل کر گئے اک داغ حوائے سیر ۔ یارب آباد رہیں ٹوٹنے والے میرے

————— ❦ —————

دیکھ کر



جناب منشی ممتاز احمد صاحب رز و خلیفہ پرمیانی لکھنؤ

چھپاؤہ بوران طاف آئیں کہ جسے صدقے پہ لو بہت حسین
ہے آرزو فکر سال تم کو تو بات مطلب کی مجھے سن لو

ہر ایک مضمون اس کی نگین ہر ایک شعر اس کی بے بدل ہے
یہاں بے مثل ہے کہ دیکھو غزالِ عباس ہے جو غزل ہے

خَنَابُ لَوْ يُمْرُ الْوَحِيدُ حَرْبَ آدَمَ مِنْ صِفِّ لَعْنَتِي تَمِيدُ الْمَلِكِ لَعْنَةُ دُورِي

آخر والا گھٹنے نہ چھاپ کر ” تاجِ سخن “
 ہے کلامِ نغز و رنگینِ جلیبِ خوش بیان
 دینِ جگدول میں خوشی سے سب کے بالِ کمال
 کی جو میں نے فکرِ سالِ آرزو ادا کرنے کہا

بہرہ در سب کو کیا، مخلوق پر احسان ہے
 جبر کا قولِ اعجاز، سحرِ سامری قہبان ہے
 شاعری ہے جسم اور اس جسم کی یہ جان ہے
 کہہ۔ یہ تاجِ سخن جانِ جہانِ دیوان ہے

ولم

چھپ گیا تاج سخن دیوان بھی
خیر مقدم کا کہر آذا و سال

ہے گلِ مضمون کا یہ رنگین چمن
اللہ التدیو سہفت مصر سخن

جناب شیخ محمد باقر صاحب کتاب التلخیص فی جوابات السائلین

جس نے دیکھا جلیل کا دیوان وہ یہ بولا کہ ہے سخن اچھا

عیسوی سال طبع لکھ آزاد نام تلج سخن ہے خوب اس کا

جناب صدیقی تین صدیوں کے نام سے ملے ہیں بلکہ سرکار عالی فرزند مصنف

چشم بد دور چھپا آج وہ پر نور کلام
فکر تاریخ جکی بول اٹھا خود دیوان
جسکو صاحب فن دینے کے جگہ آنکھوں میں
مجھے ارباب سخن دینے کے جگہ آنکھوں میں

ولہ

جگہ ہوئی یہ سرکہ تاریخ ہو لطیف
مصرع یہ مصحفی کا اثر ہو ہو ملا
دیکھیں جس کلام میں نازک خیالیاں
مصرع شعیر ہیں کہ بھولوں کی دالیاں

ابوالعجا حنا بشتی محمد علی صاحب احسان شاہجہان پوری تلمیذ جناب جلال بکھنوی

جلیل سنو ر کا دیوان چھپا
مبارک تجھے لکھنؤ کا کلام
مضامین و اشعار سب انتخاب
دعا ہے کہ مقبول عالم ہو یہ
مبارک تجھے اب زمین دکن
جو ہے باعث رونق خمسن
غزلہاے رنگین کا دکش چمن
کرین منزلت شاعرانِ زمن
مقالات محبوب شیرین سخن

ولہ

مژدہ باد انظم رنگین چھپ گئی
شاعری دکش تو بہر جہت کلام
بل دگل پر ہے احسانِ جلیل
اہلِ مضمون ہیں ثنا خوانِ جلیل
لکھ دے احسان بہر سال طبع
شوخی گل چہرے دیوانِ جلیل

دک

مُسرّت کی ہے دولت شاعری بھی اسی کو کہتے ہیں سب گنج بے رنج
چھپا دیوان جلیل نامور کا نثار اُس پر کرین اہل کرم گنج
پے تاریخ سال طبع احسان کیا میں نے رقم - نظم گہر گنج

جناب منشی عیسیٰ حسن صاحب سب سے پہلی ڈیڑھ فیض المکالمین فیض المکالمین دہلی

کیا پوچھتے ہو کیوں ہوئی شہرت جلیل کی خود نام اُن کا ناموری کی دلیل ہے
وہ اپنے فن میں آج ہیں مشہور و مستند اُن کی ہر ایک طرز سخن بے عدیل ہے
دیوان ہے جلیل کا یا ہے یہ آئینہ روشن خیالیوں کا جو اپنی کفیل ہے
موزوں ہے نام تاج سخن اس کلام کا یہ اسم باسٹمی بے قال و قیل ہے
سترا بپا کلام یہ ہے سہل متنع الفاظ ہیں گران نہ تلفظ ثقیل ہے
دیوان ہے یہ ضیافت احباب کیلے یاد دہن کے واسطے خوانِ خلیل ہے
موزوں خیال کی ہیں یہ روانیاں یا گلشن سخن میں روانِ سبیل ہے
کیا ہو صفت جلیل کے حُسن کلام کی یہ بات تو مزے کی ہے لیکن طویل ہے
ادنیٰ سا ہے یہ حُسن کہ ہر ایک شعر میں افسانہ جمال و حدیث جمیل ہے
کہتے ہیں فوٹو روح ہی شاعری کو بے مضمون میں فرحتِ قلبِ علیل ہے
تاریخ طبع کے دو مادے ہیں نذر احسن اگرچہ میری بضاعتِ قلیل ہے
نایاب ایک مصرع تاریخ یوں ہوا یہ بے بہا جو ہر نظم جلیل ہے
نہکا ہے دوسرا گل تاریخ اس طرح عطر سخن کلامِ سلیس جلیل ہے

جناب کوئی لطیف صاحبِ سربِ مینائی ناظمِ امورِ بہی نما کا محمدیہ سرکارِ عالی

خلیفہ سربِ مینائی لکھنوی

ہوا چھپ کر مری کوشش سے تیار وہ دیوان جو سخن کے سر کا ہے تاج
بہت موزوں ہے یہ تاریخ اختر مری محنت ٹھکانے لگ گئی آج
ولہ

چھپ کے مطبع سے یہ دیوان جو اکبار آیا میں یہ سمجھا کوئی مستوق طر حد آرا آیا
چار سو دھوم جو اس شاہِ رعنا کی ہوئی گو ہر جان لئے ایک ایک فرید آرا آیا
ماکب ملک سخن آپ کو جانا اُس نے جکے قبضے میں یہ گنبدِ اشعار آیا
دھل کے سانچے میں یہ تاریخ بھی نکلی اختر ناز سے یوسف ثانی سیر باز آرا آیا
ولہ

دیوان کی سب نے جو کہیں تاریخین اختر سے کہا میں نے کہ تو بھی کچھ بول
بیاختہ مصحح یہ زبان پر آ یا کیا تاج سخن میں بھی میں مولیٰ انول

جنابِ نواب شمسیر بہادر المتخلص بہ خگر رئیس سبجہ گڑھ

سیر تاج سخن جو کی میں نے دیدہ دل میں بچھ گیا ہر شعر
لے کے خامہ کھا یہ سالِ انگر دلتین ہے جلیل کا ہر شعر

جنابِ سربِ حیرن علی خان صاحبِ سربِ ایجاگیر تلمیذِ سبجہ الماکبِ دلغ دہلوی

جس کا تھا سارے جہان کو نظر
یہ سردش غیب کہتا ہے امیر
جس کے تھے مشتاق ار باب دکن
طبع کامل ہو گیا "تاج سخن"

ولہ

دیوان جلیل معجز بیان کا
لکھنؤ امیر آپ تاریخ تمام
مرغوب خاطر مطلوب عالم
تاج سخن ہے محبوب عالم

جناب منشی محمد متا علی صاحب آہ تحصیل دار و نوگر ٹھٹھہ ملیر مینا کی لکھنؤ

واہ سے جو ہر تمھاری طبع موزون کے جلیل
آہ کو یہ مصرع تاریخ دیوان کا ملا
یہ گہراری یہ درریزی تو نیاں میں نہیں
ہیں خراسان میں جو امیر شعر دیوان میں نہیں

جناب مولیٰ محمد حسین صاحب قزاق از مدرسہ تلمیذ مصنف

چھپا ہے آج وہ دیوان کہ ثانی جگہ دنیا میں
گلیا شعر ہر کہل میں چھپ جاتا ہے حاسد کے
نرالی طبع زنگین نے کھلائے ہیں گل مضمون
نہیں طرز بیان میں رنگ کچھ اصابت کا
کے مقدور نے اسناد فن تیری سائش کا
جہان ہے شاعران کی انجمن تو صدر ہے اسکا
امیر کا کہان کی جانشینی تجھ کو شایان ہے
پے تاریخ کی جب فکر میں نے مادہ نکالا
نہیں بکھا ہے جسے شاعری نے کچھ گھولی ہے
غزل بانگی کہی ہے یا کوئی تلواری تو لی ہے
یہ مجموعہ نہیں اشعار کا گنجین کی جھولی ہے
یہ دیوان بھی ہے اک مشق صوت جہ کی جھولی ہے
زبان بندے نے ڈرتے ڈرتے اس قلع چھولی ہے
تو ہے سرخیل دان جس جاسخدا نون کا گولی ہے
یہ تیری طبع گرما گرم اسی سانچے کی گولی ہے
سخن کے باغ کے کھڑکی کی یہ پاکیزہ بولی ہے

ولہ

جلیل کا چھپ گیا ہے دیوان مبارک اے اہل فن مبارک
گل سخن کے جوہن عنادل انھیں یہ رنگین چمن مبارک
نئے مضامین نئے توانی، بیان انوکھا، نرالی بندش
یتازہ گلدستہ فصاحت تجھے بھی چرخ کہن مبارک
تمام احباب نکتہ رس کو یہ شاہر نظم ہو ہمایون
حضور برہین بے ہنر کو مدام دل کی جلن مبارک
جوہن نے سراغیوں کا کاٹا تو نکلا اے برق عیسوی سن

جلیل سلطان ملک معنی کو ہو یہ تاج سخن مبارک

جناب کیم برہم صاحب آئینہ یری مجسٹریٹ کو رکھو ادیب اجناس شرق و غرب فتنہ

تلمذ امیر مینائی کھنوی

شد چو مطبوع کلام دلخواہ نور افشاںد بعالم چون ماہ
برہم این مصرع تاج نوشت ہست دیوان جلیل ذی جاہ

ولہ

بارک شد اس سخن کا خوب ہی شہر ہوا جس نے دکھا عش کیا جسے مناشید ہوا
مین نے اے برہم لکھا ترتیب دیوان کا یہاں رنگ مینائی مین ہر اک شعر دوباہوا

ولہ

نازک مین کچھ اس درجہ مضامین جلیل جن پر ہے کسی حشر کا رکھنا دشوار

تاریخ بھی کیا رنگ کی نکلی برہم بھولوں کے ہن ہار پایہ رنگین اشعار

جناب منشی محمد عبد الرحمن صاحب کل صدیقی ملازم یارستان پور

ملک اندیش میرمنائی لکھنؤ

زتبہ جهان میں تاج سخن کا بلند ہے شہرت میں آج شمن قر سے دو چند ہے
بہل نے خوب مصرع تاریخ یہ کہا دیوان غر ملک ہے عالم پسند ہے

جناب بدین شارت علی صاحب بشیر نیرہ جناب ظہیر دہلوی

زینت مطبع ہوا جبکہ کلام جلیل لالہ وگل سے ہوئی رونق سخن چمن
از سر بزم سخن شور اٹھایا بشیر زینت وہ انجمن ہے ہی تاج سخن

صاحب المجلد جناب ابیدار صاحب المتخلص بیدار گورگانی دہلوی

چھپا ہے دکن میں جو تاج سخن مضامین ہن پاکیزہ نادریس
لکھا طبع کا سال بیدار نے خیالات نایاب چیدہ نفیس

جناب دوست علی صاحب المتخلص بیکل علی گڑھ

لکھا ہے واہ خوب ہی دیوان لاجواب یا انہیں عدد کو ذرا قال و قیل کا
بیکل کہا یہ ہاتھ غیبی نے سال طبع تاج سخن کلام چھپا اب جلیل کا

ولہ

اے جلیل نکتہ دان و شاعر شیریں مقال
خوب ہی دیوان کا لاس پہنے تاج سخن
از مرزا نصاف بیکل نے لکھی تاریخ طبع
کیا نیا دیوان چھپا مجموعہ عطر سخن

صاحب المصائب اکرم نجیب صلی اللہ علیہ وسلم
صاحب المصائب اکرم نجیب صلی اللہ علیہ وسلم گوانی دہلوی

چھپا جب جلیل سخندان کا دیوان
ہوئیں دید سے خوبیاں اُس کی ظاہر
طبیعت ہے کیسی خداداد پائی
فن شعر میں اوستا اور ماہر
غزل گوئی میں صرف کامل نہیں ہیں
ہر اک طرح کی نظم لکھنے پہ قادر
فصاحت بلاغت نزاکت لطافت
زبان پاک و شستہ بیان طاہر
انہی ہے بندش نزاعی ہیں مضمون
زمانہ کہے کیوں نہ پھر اس کو نادر
نہ کیونکر ہو محبوب و مقبول دنیا
یہ دیوان ہے منظور عالم ہے ناظر
ترجمہ نے لکھی یہ تاریخ ہجری
چھپے داہ کیسے مضامین نادر

ولہ

خوب لکھا آپ نے دیوان جلیل
لوگ اسے کہتے ہیں سحر حلال
قابل تعریف ہے ہر ایک شعر
لائق توصیف ہے ہر اک خیال
کیون نہ کہے جان فصاحت اسے
ایسی نہ دیکھی نہ سنی بول چال
میں جو محبت اُن کی دُعا ہے یہی
کر اسے مقبول جہان ذوالجلال
سالِ مسیحی کا یہ مصرع ملا
عقدہ دل تاج سخن بے مثال

جناب سید بیاد حسین صاحب حیاتِ نبویؐ کا نپور تم لکھتے ہیں سید میرٹھی لکھتے ہیں

شکر صد شکر چہا چوب ہی دیوانِ جلیل
حسن و خوبی میں گلِ سرسدا کل ہر لفظ
اس کی بیتیں ہیں کہ حورانِ جنان کے ابرو
مستتر لفظ میں یوں حسنِ معانی۔۔۔ بے
رنگ ہے شاہِ مضمون کا زمانے سے الگ
تم سے فراتر تا بیخِ جو کی ہے اے جاہ
اس کا ہر نقطہ ہے ہم سدا گہ لے عدن
اس کا ہر دائرہ ہے خلدِ برین کا دامن
اس کا ہر صفحہ حیون کی حسینِ روشن
شمعِ فانوس میں بو خنچے میں تجلی میں دھن
ہر ادا اس کی نرالی ہے نرالا جو بن
فکر پھر کیا ہے یہ لکھ دیخن مستحسن

جنابِ محبتِ قنار علی صاحبِ کرم صدیقی تلمیذِ امیر مینائی لکھنوی

قابل و حافظِ جلیل شاعرِ نازک خیال
جانشینِ حضرتِ استادِ مرحوم آپ ہیں
کیا شرف پر یہ شرفِ بختا خدائے پاک نے
آپ کا دیوان ہے یا تاجِ سخن ہے واقعی
شعر جو ہے اُس سے جو حسنِ معانی آشکار
کیا مری تعریف میں ہو یا ایک خادمِ خواجہ شاہ
فاضلِ لاخوان اشاعتِ اکبرِ دیوان کی
فکرِ حبیبِ بیخِ دیوان کی مجھے پیدا ہوئی
ایک نکلا ہے یہاں طبعِ دیوان لے جگر
خوش بیان میں طبعِ عالی ہے نہایت نکندہ
آپ کے فیضِ سخن سے بارغِ معنی ہے ہر
ہو گئے استادِ شاہِ آصفِ مہرِ سخا
صورتِ مہرِ درخشان ہے مضامین کی ضیا
بیت جو ہے رنگِ ستادی کا ہی سین بھرا
ہر سخنور ہو رہا ہے آپ کا مدحت سرا
ہو مبارک دل سے ہے نابھِ خادم کی دعا
کان میں آئی مرے عرشِ مضامین سے صدا
نامِ نامی آپ نے استادِ کارِ روشن کیا

جنابِ حافظِ عیندہ جلیل صاحبِ کرم ہروی

نہ ہر جا تو ان دیدارِ کلام
نظر آید اما بستاجِ سخن
کلامِ جلیل است سہل الوصول
نباشد مستجابِ سخن
بتاریخِ طبعِ کلاش بگو
کہ دیوانِ مستجابِ سخن

ولہ

دیوانِ جلیلِ طبعِ گر دیدلا
از ہر سرِ سخوران بود را ہنما
تاریخِ مسحیش اگر می خواہی
گو تاجِ سخن بود بر اسے شعرا

اضعت الامام سید عبد الجلیل

جناب مولوی محمد عبد الجلیل صاحب نغمانی رام پوری

جلیل قدر بخش حق جلیل حسن
نخوری است کہ بنود و راہیم و عدیل
زیادگارِ جنابِ ہیر مینائی است
چو میرِ عہدِ نگاریم می سزد بدلیل
کلاش آمدہ مطبوعِ طبعِ اہل سخن
جمع و طبعِ کمال شدہ چو عینِ جمیل
بفکرِ سالِ ز من گفت ہا تفتِ غیبی
شکوہ و نشانِ جلالِ الت بود کلامِ جلیل

جناب سید ترائے علی صاحب بیل تلمیز مصنف

یہ ہے دیوانِ جلیل نامور
ہے سخن سے جملے معراجِ سخن
از ہر اہام کھدولے جمیل
سالِ دیوانِ کا - در تاجِ سخن

جناب حفیظ جو پوری تلمیز امیر مینائی لکھنوی

حضرت استاد کائناتی کہان
پھر غنیمت آج ہے ذاتِ جلیل

جانشین اُن کے یہی مانے گئے
چھپکے ہاتھوں اُتھ جائے گا کلام
کتنی اچھی ہے یہ تاریخ اے حقیقت

بنام مولیٰ محافظت فیض الدخان صاحب خفیہ اعظم گدھی

أَلَا لِلرَّحْمَنِ الْحُكْمُ الْحَكِيمُ ۝

حَقِيقَةُ الْإِسْلَامِ فِي رِجَالِهِ
الْأَرْبَعَةِ طَبَقٍ مِنْهُمْ بِالْحَقِيقَةِ

ول

چمن سکرۃ جلیل حسن
از حقیقت است مصرع تاریخ

در صفات چمن چه نیک آمد
طبع تاریخ چمن چه نیک آمد

وَلَا

چھپا بفضل الہی جو حسن و خوبی سے
 کلام شاعر معجز بیان جلیل حسن
 چھپا جلیل کا دیوان پہلا تاج سخن

جناب شیخ طاهر صاحب طرک کھنوی تمیز مصنف

کھلا ہے معانی کا تازہ چمن جمی ہے حسینوں کی یا انجمن
لکھو اس کی تاریخ خاطر یہ تم کہ رنگین ہے کیا خوب طرز سخن

جنابِ خلیل حسن صاحبِ بین کہ ادرُصِفَتِ بلایِ مَیاسِتِ ہر ارمِ پو
تلمینِ دایِ سَریانی لکھنوی

عجب دلچسپ دیوان ہے جلیل نکتہ پرور کا غزل جو اس میں ہے مطلع سے قطع تک مضموع ہے
خلیل کے لئے تاریخ بھی اچھی کہی تم نے یہ دیوان کیا ہے اک نازک خیالی کا مرقع ہے

ابو بیان جنابِ محبتِ عالم صاحبِ برمودی مارہروی

جلیل مخنور کا دیوان ہے یہ کہ گلہائے معنی کا تازہ چمن ہے
چمکے مضامین ہیں بیتِ الغزل کے کہ خورشیدِ رویوں کی یہ انجمن ہے
نہ کیوں شاعری آپ کی مستند ہو کہ استادِ ہن اور مشقِ کہن ہے
کہا سالِ تاریخِ خنجرِ یہ میں نے پسندیدہ نایابِ تاجِ سخن ہے

جنابِ سیدی ریاض حسن صاحبِ خیالِ دلشائیں سولہ ضلع مظفر پور

جھپ رہا ہے آجکل تاجِ سخن سر پہ سب دھنیں یہ ایسا ہے کلام
ہے جلیل خوشنوا کیسا ہے فن یہ اُسی کیسا کا کیسا ہے کلام
پر اثر ہیں جس قدر اشعار ہیں رنگ میں ڈوبا ہے جتنا ہے کلام
اب مزے لوٹیں گے اربابِ مذاق شہدے بڑھ کر یہ میٹھا ہے کلام
کس جلالت کی ہے یہ تاریخ بھی شاعرِ شیریں زبان کا ہے کلام

واہ کس شان کا دیوان نکلا
حسن میں رشک مہ تابان ہے
جس نے دیکھا اسے وہ بول اٹھا
جس قدر وصف کردن ثیان ہے
خوبی طرز پہ ہے جان نثار
شوخی رنگ پہ دل قربان ہے
مصرع سال بھی ہے شوخ خیال
شاہد شوخ ہے یادِ دیوان ہے

ولہ

شد طبع نفائس مقالات جلیل
برہان فضائل و کمالات جلیل
دانش تاریخ عیسوی کرد تم
حقاکہ نفیس است خیالات جلیل

ولہ

این تاج سخن کش بود بیج عدیل
بر تارک ارباب سخن ہست اکیل
تاریخ اشاعتش ز دانش بشنو
شایع زد کن گشت دیوان جلیل

جناب مولیٰ محمد بشیر صاحبِ دل متخلصِ دل

چہ دیوان گہر بارے طرہ صائے پُرانوائے
بصورت شوخ دلداے بزرگ تازہ گلوائے
پے تاریخ طبعش مصرع نادر بگوئے دل
گل اندازے شکیلے دلربائے لالہ رخسارے

جناب محمد حسین خان صاحبِ دل شاہجہان پری تلمیذ امیر مینائی لکھنوی

کلام جلیل معنائی طراز
بصد حسن مطبوع شد در دکن
چرا فکر تاریخش اے دل کنی
رقم کن عروسِ ست تاج سخن

ولہ

وہ کلام آج چھپا ہے اسے دل جو لطافت میں ہے بمثل عدیل
وصف دیوان بھی ہے تاریخ بھی ہے خوشنوا طوطی گلزارِ جلیل

جناب مولوی محمد عبدالکریم صاحب یتیم لینڈ مصنف

شد درین سال نکو تصنیف استادِ مِطِیع گشت خندان غنچہ دلہائے اربابِ مہر
از پرِ تاریخ آن چون فکرِ کرمِ اے رحیم ہاتھم گفتا، کلامِ سر بسر جادو اثر

ولہ

استادِ کامرے جو چھپا اندون کلام نخلِ مرادِ اہل سخن بار در ہوا
تاریخِ طبع اس کی سناد دیا اے رحیم ہر سخن جلیل کا اب جلوہ گر ہوا

ولہ

چھپ کے نکلا ہے وہ پری دیوان جیسے صدقے ہوں شاہِ ان جمیل
مصرع سال اے رحیم لکھو واہ دیوان ہے نظیرِ جلیل

صاحبِ الم جناب مرزا بختیار الدین بختیاری گورگانی دہلوی

طبع کی اُس کے اسے تیاری ہے جو زیبِ دکن کلامِ جلیل
آئی ہے بختِ گلِ مضمون ہے سراپا چین کلامِ جلیل
مثل رکھتا نہیں کہیں اپنا زیرِ چرخِ کہن کلامِ جلیل
طبع کے بعد ہو سنیزِ جہان مثلِ دُرِّ عدن کلامِ جلیل
لکھو رزمی یہ طبع کی تاریخ گلِ تاجِ سخن کلامِ جلیل

جناب ششی محمد سرسرا علی خان صاحب رفعت ریاضی مقیم بنارس تلمیذ فصیح الملک دارغ دہلوی

شکر ہے چھپ گیا کلام جلیل جن کی مشہور خوش بیانی ہے
مصرع سال طبع لکھ رفعت چشمہ فیض جاودانی ہے

ولہ

جو تاج سخن چھپ کے مطبع سے نکلا ہو ایہ خبر سننے خوش ہر محقق
کیا نظم رفعت نے سال نعت کلام جلیل سخنور محقق

ولہ

زہے نصیب کہ اب چھپ چکا کلام جلیل دلی مراد بر آنے کا وقت آ پہونچا
لکھی ہے خامہ رفعت عیسوی تاریخ کلام شاعر خوش فکر کا چھپا اچھا

۱۹۰۶

جناب یاض

جلیل استاد کے تم جانشین ہو تمہیں کہتے ہیں ہم استاد بھی
طبیعت میں وہی استاد کارنگ وہی شوخی وہی لطیف سخن بھی
عجب بندش عجب ترکیب شعار وہی اشعار میں ہے بالکین بھی
اثر انداز ہے نکھر ہوا رنگ عنادل بھی فدا صدمے چمن بھی
مسلل نظم کی لے گی بلائیں جھلکی پڑتی ہے زلف پر شکن بھی



امارت بھی لی ملکِ سخن کی	تھوے اب صاحبِ تاجِ سخن بھی
سمجھتا ہے تمھیں سرمایہ ناز	ریاضِ خوشنوا شیریں سخن بھی
تمھیں یکتا سمجھتا ہے زمانہ	تمھارے معتقد ہیں اہل فن بھی
تمھیں سب جانتے ہیں مانتے ہیں	اہلِ لکھنؤ اہلِ دکن بھی
تمھارے قردان ہیں آصف و شاد	وزیرِ ملک بھی شاہِ زمیں بھی
مبارک ہوئے آصف کے سجدے	مبارک ہوئے تاجِ سخن بھی

جناب منشی سید زاہد حسین صاحب زادہ سہارنپوری تلمیذِ مرثیائی لکھنوی

شکرِ زردانِ جلیل آوازہ شد نامِ جلیل	بعدِ استادِ امیرِ لکھنوی اندر دکن
رنگ و بو کے گلشنِ ستِ این بلبلِ گلینِ نوا	ہمنوے زادِ ستِ این طوطیِ شکرِ گلین
آؤں از ادراش بے بہرہ شد گلبارغِ بند	بسکہ او انداختہ اندر دکن طرحِ دکن
اسے زبِ فاکرش باغِ دلے نچے نطقش فصیح	ہر زبانِ تر زبانِ گردید درجِ دکن
پیشِ او ذوقِ سخن آفگندہ سرگازِ سخن	چراغِ سخن یا برہمن در ہر من پیشِ دش
با بیانش خوش بیاں الکن و کوشِ بیان	نغمہ غوغا میاں باغِ غوغا و غرن
شعر و شعری شعرا و شاعرانہ شمار	بیتِ ادبیت الغزل در ہر غزلِ ریون
شہرِ شگاہِ شہو نش ز نغمہ بارِ بیان	دار و از سرتا بہا غنچ و دل شکی دش
سازہ دیوانے مدون کرد چون دراقِ گل	شد زبویائی دے مکر کو م مغزِ اہل فن
گشت از گہاں رنگا رنگ معنی آشکار	رنگِ نسرین و سن یا ضمیران و نارون
وہ چہ خوشبو بہت بچہ بچہ شد شاہِ شگاہ	چہ چہ رنگینی ست و خ گشت رنگین طبع من

توپ توپ از نظم الفاظ و معانی جلوه گر
جا بجای در ہائے نشو و نما میں منسلک
بر بجائے لفظ پیدا جملہ خورشید و ماہ
سطر سطرش جعد ورا کہکشان بین منظور
از زبر کمال عیار نظم دیوان زدہ دار
اے چہستانہ کلامت این کہ مستی میچکد
بادہ خواران بادہ خوردند دہی تھخانہ شد
بر ترست از تاج ز آہد پایہ دیوان گو
فوج فوج از بحر دُر نا دار مضمون موجزن
لفظ لفظش منظم و نظم چون در غدن
بر بجائے نقطہ و وکتہ عیان پڑین برن
مطلع دیوان ز تابش مطلع خورد بل قرن
زرنگا و زرفشان و زرفشان زیر پیرین
اے چہ زندانہ بیان ستاین کہ شیان سخن
از برائش بود لکن لاکلام این لے دن
جو ہر تاج سخن - یا طرہ تاج سخن
۲۸ ۱۳ ۲۸ ۱۳

ولہ

خوشا دیوان جلیل خوش سخن خوش فہم و خوشنوا
کوئی دیوان اس دیوان کے لگ بھگت نہیں سکتا
کہی تالیخ ز آہدین نے اسکی شان کے شایان
سخن کا تلج دیوان ہے سخن کی جانی دیوان ہے
ہوادریات اس دیوان میں یہ دیوان دیوان ہے
جلیل پاک سیرت کا جلیل شان دیوان ہے
۲۸ ۱۳ ۲۸ ۱۳

ابوالمعظم جناب نواب برج الدین خان صاحب الملک ہوی تمیز الملک دل غ دہوی

ساہا سال سے تھی جو حسرت
گوش زد وہ ہوئی نوید حسرت
آجکل چھپ ہا ہے وہ دیوان
جانشین میر کا ہے کلام
مدون تاکہ ہی ہے اس میں دہیں
جو ہے سچ سچ مستون کی دلیل
اپنی خوبی کا جو ہے آپ عدیل
جس قدر اس کو ہو بجا الفضیل

اُسکے دیکھے سے ہو مزاج صحیح اُس کا ہر نسخہ ہے دوا سے علیل
 فردِ اُس کا والدہ و شیدا آدمی آدمی ہے اُس کا قلیل
 حُسنِ ظاہر میں حُسنِ باطن میں کوئی کہتا حُسن ہے کوئی جمیل
 ہے یہ دیوانِ نسیم کا دریا تشنہ کاموں کے واسطے ہے سبیل
 اُسکے ہر شعر میں ہے بات نئی نکتے نکتے میں کُنہِ لطفِ ذلیل
 حافظِ مُتقی کا ہے دیوان یہ نہ قرآن ہے نہ ہے انجیل
 چوم لینا گناہ بھی تو نہیں بعقیدت ہو گرا دبا تاویل
 کہے میں اُس کی چوریاں جائز شعرِ شعرا کا رشک بیتِ خلیل
 اُس کی تعریف میں زبانِ قاصر مع اُس کی کثیر بھی ہے قلیل
 شعرِ اُسکے حرف کیا آئے اُس کا وصف و ثنا ہے بحرِ طویل
 اسپر الزام ہے خیالِ رکیک اُس کا حاسد رہے ہمیشہ ذلیل
 اُس کی خوبی کی تا کجا تصریح اُس کی قدرت کی تاہ کے تفصیل
 ہوئی سائل سے بھی طلبِ تاریخ یاد فرمایا مجھ کو کتنے میل
 میں ہوں دلی بینہ دکن میں پھر فرقِ عبدِ جلیل و عبدِ ذلیل
 ایسی صورت میں کیا مناسب کہ دہن میں لگائے رنگوں کیل
 جو مے دل میں ہے وہ مُنہ پر ہے گلرخانِ بدیع - شعرِ جلیل
 وصفِ دیوان اگر کوئی پوچھے تو میں کہندو گا صاف - بحرِ جلیل
 دونوں جلوں کو جمع کر لیجے سن بھری کی ہو گئی تکمیل



جناب نشتی ریاض الحسن صاحب تبرادران مصنف

کتنی پُر اثر یہ شاعری ہے انہوں نے کوئی کہ ساحری ہے
ترتیب کی ہے یہ سحر تالیف ہر لفظ میں سحر سامری ہے

جناب مولوی حافظ محمد ابراہیم صاحب المتحیٰ لسن پتہ

نظم جلیل جلیل آنکہ بود استاد پیش سخن پروردگار نظر اہل فن
بعد مرتب شدن طبع شہو مرجبا باروش دکشا ہم بطریق سخن
تا بش کان عدل از دلفظش عیان یا کہ بود در گلے تازگی صد چمن
تازہ مضامین اوروش گلہ اسے باغ بلبل دلہائے خلق ہست بروغہ زن
نقد شیریزاد چون بحیب درق آہ و حسہ اش سخن شعر و سخن
نیستین قول شک بہ کلیم جلیل موجد رنگ جدید ناسخ طرز کہن
دعوی استقامت اگر سزاوار سزا قابلِ اخلق ہست ہم صفت تو من
کرد بخش قسمتی در شہر سراسر وقعت او بود چون نزد رئیس دکن

فکر سنش بود چون سعد دبیر فلک

گفت۔ کلام جلیل آمد تاج سخن

جناب محمد سعید بن یونس صاحب کتاب فرما پوری

تقریظ برائے دیوان جلیل

۱۹ ۶۰ ہجری

تاج دار سخن - راز دار فن زیبا منشی جلیل حسن صاحب جلیل - صاحب دیوان التاج سخن
۱۲ ۱۹ ت الہی ۱۲ ۲۸ ۱۳ ۱۶ ت ہندی

زندہ و سلامت با کرامت ہون - آپ کا دیوان دلق محض سخن - جو دہر سرفرازی الی سخن ہوا
۱۲ ۲۸ ۱۲ ۱۹ ت الہی ۱۲ ۲۹ ت محمدی

جس کا اچھا نام اب تلج سخن ہے - بنظیر کیون ہو - دیوان گویا باعث افتخار ہے
۱۲ ۱۶ ت ہندی ۱۳ ۱۹ ت الہی ۱۹ ۶۰ ہجری

مگر جلیل پر دیوان خود نثار ہے - زیبا کو حکم شاگرد حضور را نور - تاریخ طبع کا ہے
۱۹ ۶۰ ہجری ۶ ۱۹ ۱۰ ۱۲ ۲۸

حب ذیل یہ عرض ہے

۱۱ ۱۹ ۶

قطعہ سال طبع دیوان نتیجہ فکر سعید

۱۲ ۲۹ محمدی

جب اسے جلیل تاج سخن طبع ہو چکا - اک تاج زمینت سرا ہل سخن ہوا
۱۲ ۱۹ ت الہی ۱۹ ۱۰ عیسوی

ہے فکر سال طبع تو لکھدے یہ پھر سعید - شعرا کا ساکب گوہر بحر عدن ہوا
۱۲ ۲۸ ۱۲ ۲۹ محمدی

تاریخ طبع از سعید مرزا پوری

۶ ۱۹ ۱۰

تاج سخن ہے یا ہے سرا ہل کا تاج - یا کنز سر بلندی خاصان فن ہوا
۱۲ ۱۹ ۱۰ ۱۲ ۲۸

شاہ سخن سعید ہوئے رکھ کے سر پہ پھر - دیوان جلیل کا کوئی تاریخ سخن ہوا
۱۲ ۱۹ ۱۰ ۱۲ ۲۸

ولہ

خوشا و تھے کہ شاد تاج سخن طبع خوشا و دہے کہ تقدیم است محبوب
 نہ ہے بخیر سعید و فکر تاریخ نچے جوئے کہ دل داد ارادہ محبوب
 شدہ ہر نیت دیوان بیت نمود جلیلم بارک اللہ گفتہ خوب
 بیانت جوہر نطق خدا داد کلاش و گلش و دگر و محبوب
 چوں کہ سال طبع فارسی شد

نہا آمد بگو - دیوان مرغوب
 ۱۹ ۱۳

جناب مولوی سعید الدین صاحب شریف تلمیذ مصنف

چھپا تاج سخن احمد رند نہا نے میں یہ چرچا جایا ہے
 ہر اک پر در مضمون اس سخن کا مرئیں درد آفت کی دوا ہے
 بہار گلشن معنی نہ پوچھو کہ بلس شہتہ ہے گل خدا ہے
 سعید خوش بیان نے اسکی تاریخ یہ لکھی - دفتر خوبی چھپا ہے
 ۱۹ ۱۳

عالی جناب جہ انجایان سر مہاراجہ شرن پشا دہا دین سلطنت

پیشکار سرکار عالی المتخلص شاد

کلام وہ نور کا نکالا کہ چاند ہو جس کے گرد ہالہ فلک سے بھی مرتبہ و بالا ہر اک غزل کی زمین کا ہے
 ہوا جو تاریخ کا سرخی امانی دل اٹھاتا دیکھ کر شاد یہ کیوں ہو دل پذیر دیوان امیر کے بالین کا ہے
 ۱۹ ۱۳

ولہ

ہے یہ دیوان بھی کیا پُر اثر اللہ اللہ
خامہ شاد نے کیا خوب لکھا طبع کا سال
ایک اک بیت کا ہے دل میں گواہ اللہ اللہ
چھپ گیا نسخہ درود جگر اللہ اللہ
۱۹ ۱۳ ت الہی

جناب خیر اللہ مصطفیٰ علی صاحب شہزادہ سکریٹری یاسٹ پوزٹلینڈ مصنف

اک پر بخانہ ہے دیوان حلیل
ہر غزل نازک خیالی میں ہے فرو
اک حین دلربا ہر شعر ہے
رنگ میں ڈوبا ہوا ہر شعر ہے
دیکھتے ہیں شوق سے ارباب فن
کہتے ہیں جادو بھرا ہر شعر ہے
سال کیا اچھا کہا میں نے شہر
معجزہ بندش نیا ہر شعر ہے

جناب مولوی سید عبد الغفور صاحب شہزادہ سکریٹری آیتھانوی

دکا ناظم ندوۃ العلماء تیلینڈ مصنف

وصف تاج سخن نہیں ممکن
ایسا دیوان جہان میں کم ہے
فکر تاریخ طبع ہے جو تمہیں
لے شر لکھ دو ساغر جم ہے
۱۳۱۶ ت ہندی

ولہ

خوب نکلا ہے چپکے تاج سخن
کوئی مصرع نہیں ہے اس میں سقیم
سال کا تھا خیال مجھ کو شرر
آئی آواز غیب - فیض عظیم
۱۹ ۱۰ ۶

جناب یہ لائیک صاحب شمیم خیر بادئی الب پکیر پتیر تیرا میرانی کھنوی

کھلے ہیں عجب نگ کے ہیں گل یہ تاج سخن ہے کہ تازہ چمن
جو ہے فکر تارنج کی لے شمیم تو کہدو۔ ہر اک شعر تاج سخن

جناب یکا ظم علی صاحب شوکت بلگرامی تلمیذ امیر سیستانی لکھنوی

اللہ سے جلیل کی مشاطگی طبع بیٹھے ہیں شاہان معانی دھن بنے
پائے کبھی نہ معنی نو کی بلندیان کتا ہی سر بلند یہ چرخ کہن بنے
بالیدگی ہوئی یہ نسیم خیال سے مضمون کے پھول ہو کے تنگفہ چمن بنے
توصیف کو گلاب کا لائے صبا قلم تحریر کو سیاہی مشک خن بنے
شوکت بہار باغ معانی کو دکھ کر گلزار کے جو پھول تھے دلخ کہن بنے
ہیں یہ امیر ملک معانی کے ناشین جب تو جدید عصر و شیر زمین بنے
دیوان جب چھپا تو یہ ہاتھ نہ دیا کہدو۔ جلیل حال تاج سخن بنے

جناب منشی محمد امین صاحب سید برادر امیر مضاف

یہ دیوان ہے یا شاعری کا چمن ہے بلا کا ہے جو بن غضب کی بہن ہے
کہو اس کے چھپنے کی تاریخ شیدا کہ جان سخن اور روح سخن ہے

ولہ

عشق کا ارمان ہے تاج سخن حسن کا سلطان ہے تاج سخن

خوب یہ تاریخ باسمعی ہوئی عاشقوں کی جان ہے تاج سخن

ولہ

یہ دیوان جلیل سخندان کا ہے یہ دیوان زمانے کے سحبان کا ہے
جو ہے فکر تاریخ شیدا کہو اچھو تاہراک شعر دیوان کا ہے

ولہ

ہوا ہے جو مطبوع تاج سخن سخن کا زمانے میں چرچا ہے خوب
یہ تاریخ بھی حُسن کے ساتھ ہے پرورش یہ دیوان نکلا ہے خوب

ولہ

کس قدر میں خوش ہوا تاج سخن جب پا گیا گنج ہفت قلیم گو یا غیب سے ہاتھ آ گیا
طبع کی تاریخ لے شیدا نکالی کیا بلند وہ نیا دیوان نکلا چرخ بھی چکر آ گیا

جناں مولیٰ می سید ظہیر حسین صاحب شہ قیامت کشتور می

چھپ گیا دیوان تصنیف جلیل فائدہ حاصل کرین خاص دعام
پہلے تھے معروف شاگرد امیر اب مجھے مشہور استاد نظام
عدل گستر نکتہ پرور، خل حق خسر دماکب دکن گردون مقام
آسمان پر ہے دماغ شاعری جب سے ہے تاج سخن دیوان کا نام
دخل تعقید و تنافر کو نہیں ہے فصاحت اور بلاغت بالتمام
یہ مضامین یہ خیالات بلند پھر بھی شعرون میں سے ہی انجام
صاف ہر مصرع ہے نرگس کی قلم رشک سنبھل سطر مائے شگفام

نقطے ہیں پر نورِ انجم کی طرح صفور کا غز ہے سطحِ سیمِ خام
پھول خوشبو دار یا الفاظ ہیں دائرے ہیں یاسے مضمون کے جام
بوسے گلہائے معانی پھیلی ہے نکتہ سخن کے معطر ہیں شام
شیفتہ لکھد سیجئے تاریخِ طبع شاعر شیرین زبان کا ہے کلام

جنابِ محمد فوج صاحب شہر تعلیم دار ازری محبتی طمچلی تہر

یادگار جنابِ منیر مرحوم

لو حشر اللہ ہو گئی شایع وہ نظم لاجواب دل فریبی میں ہے جو محبوبہ رنگین ادا
کیا سچی ہے زیور الفاظ سے نظمِ عروس کاغذی ملبوس ہے دیا و طلس سے سوا
حسنِ معنی کو سوادِ خط چھپا سکتا نہیں ابر میں خورشیدِ تابان کی نہیں بھپتی ضیا
بے سواد اس کو اگر دیکھے تو ہو روشنِ باد روشنی طبع کے ظاہر ہوں جو ہر بر ملا
اس پری زادِ سخن کو جننے دکھا اک نظر پھیر میں آئینہٴ لفت کے وہ دیوانہ ہوا
اسکے نظارے سے رہ سکتے ہندقی بوین ل تاب اس جلوے کی لائینگے حواسِ ہوش کیا
دیکھ کر بے ساختہ کہہ اٹھتے ہیں اہلِ نظر باراک اللہ بارک اللہ مر جا صد مر جا
ہے وزیر بادشاہ شاعران کا یہ کلام کہتے ہیں تاریخِ سخن اہلِ سخن اسکو بجا
یعنی یہ دیوان ہے تصنیفِ زیبائے جلیل اپنے خواجہ تاشون میں سب کا جواب ہے پورا
ماہر فن باریابِ خدمتِ شاہِ دکن حافظِ قرآن و دیندار و جوان و پارسا
تھے شہنشاہِ سخن حضرت امیر لکھنویؒ جن کا ظلِ عاطفت تھا سایہ بالِ ہما
فیضِ فنِ آموزی مرحوم کا ہے یہ اثر شاعر اعلیٰ ہر اک شاگرد ادنیٰ ہو گیا

یہ جلیل القدر شاگردوں میں بھی ممتاز تھے
 عزت قائم مقامی امیران کو ملی
 اللہ اندر کیسی پائی ہے طبیعت نور کی
 جس غزل کو دیکھے ہے صاف اندازِ امیر
 مثل جو استاد کا ہو ہے وہ شاگردِ رشید
 بلیل ہندوستان تو ہو گیا سدرہ نشین
 سر ہمارا جہین سلطنتِ ہین ان سے شاد
 کیون نہ اب بختِ رسا پر اپنے انکوناز ہو
 مصرعِ تاریخِ سالِ طبع اب کہیے تمہیر
 حال پران کے عنایت رہتی تھی سب سے سوا
 جانشینی کا شرف بھی پاس گئے نامِ خدا
 کیا زبانِ صاف ہے کیا شوخیِ طبعِ رسا
 شیشہ ہر شعر میں ہے رنگِ مینائی بھرا
 یہ صفتِ جہین ہو وہ ہے لائقِ مدح و ثنا
 اب دکن میں ہر طرف لٹکا ہے طوطی بولتا
 شاہِ آصفِ خوش ہنِ اُضی ہنِ زیرِ بادشا
 شاعرِ سرورِ بارِ سلطانی کا منصب پایا
 چھپ گیا دیوانِ استادِ سخن کا واہ وا
 ۲۸ ۱۳ ۵

جنابِ لوی علی احمد صاحب بر تلینہ مصنف

چھپ گیا جب جلیل کا دیوان
 بڑھ گیا اور بھی وقارِ سخن
 نامِ تاجِ سخن ہے لے صابر
 اور تاریخ - تاج دارِ سخن
 ۱۹ ۱۳ ۱۱

جنابِ منشی محمد احمد صاحب سر ریٹا د والی یاسرٹ ام پور

خلیفہ مینائی لکھنؤی

کیفیتِ شربِ سخن کچھ نہ پوسچھے
 لاکھوں ہین آج ستایا غِ جلیل کے
 تاریخ بھی یہ خوش گفتمے ہے لے صابر
 چیدہ بھی یہ پھول ہین بارغِ جلیل کے
 ۲۸ ۱۳ ۵

جناب مولوی عبد الواسع صاحب مدرس العلوم بلجیہ آباد تلمیذ امیر مینائی لکھنؤی

جلیل سخن سنج کا ہے وہ دیوان کہ خلقِ خدا چہ شیدا ہوئی ہے
بہت دن سے تھا اشتیاق اس سخن کا بہت دن میں پوری متا ہوئی ہے
مضامین نایاب کہتے ہیں گویا کہ فکرِ رسا دایم عبقا ہوئی ہے
صفا کی ہے تاریخ بھی صاف کہتی عروسِ سخن جلوہ آرا ہوئی ہے
ولہ

جبذا کیا خوب ہے فکرِ جلیل مرجا کیا خوب ہے تاجِ سخن
مصرعِ تاریخ تم بکھو صفا لائقِ محبوب ہے تاجِ سخن

جناب منشی صفدر علی صاحب مزار پوری تلمیذِ مُصَنَّف

بھمد اللہ یوں استاد کا دیوان نکلتا ہے
اداسے حسنِ بندش پر زمانہ ہو گیا مفتون
ستم ہے سادگی میں بھی ادب میں ہر قیامت کی
یہ دیوان آپ کا ہے یا کوئی پھولوں کی ڈالی ہے
وزیرِ اس وقت گر بھتے تو اُن سے پوچھتے ہم بھی
مزارِ امیر و مزار سے صدائے آفرین نکلی
بلند اب اس سے کیا ترتیب کی تاریخِ ہر صفحہ
پری جس طرح کوئی قاف سے نکلتے جو ان ہو کر
مُسخر کر لیا ہر ایک کو جادو و بیان ہو کر
کچے میں حسینوں کے جو چھبتی ہیں نہان ہو کر
چمن میں کہہ ہے ہن یہ عنادِ لہو نہ خان ہو کر
لیا لکابِ معانی کس نے شاہِ شاعران ہو کر
یہ رُوحِ سخن کہتی ہے میری ہر زبان ہو کر
زمینِ شعر بھی اتر رہی ہے آسمان ہو کر

صاحبِ عالمِ جنابِ حافظِ مرزا میرالدین صاحبِ ضیاءِ تیموری دہلوی

طبعِ مشہورِ نظمِ آنِ جلیلِ حسن کہ درانیت در زمانہٴ عدیل
کلامِ من سالِ او نوشت ضیاء ہمہ تاجِ سخن کلامِ جلیل

ولہ

چھپ گیا تاجِ سخنِ مشرکِ خدا ہے یہ دیوانِ جلیلِ نیک نام
سائے اسکے نباتِ وقتِ و شہد ایسے پھیکے بے نمک جیسے طعام
وہ مزے وہ ذائقے وہ لطفِ ہن جن سے لذتِ یابِ روحِ خاصِ عام
تم یہ کہو اس کی تاریخِ اے ضیاء شاعرِ شیرینِ زبان کا ہے کلام

جنابِ صغیرِ حسین صاحبِ ضیاءِ دہلوی تلمیذِ فصیحِ الملکِ داغ دہلوی

دیوانِ ضیاءِ بارِ جلیلِ سخن آرا، بنگر تو کہ مشاطہٴ فکرش چہ گہرِ صفت
چون درپے تاریخِ شدم ہاتھِ غیبی باتِ تاجِ سخن گو ہر شہوارِ ہمہ - گفت

ولہ

جانشینِ میرِ مینائی ہیں جنابِ جلیلِ نکتہٴ دان
خوش کلامِ و فصیحِ صاحبِ علم شعر گوئی میں فخرِ اہلِ زمان
ان کی تحقیق کا زمانہٴ ممتہ واقفیت کا معترف ہے جہاں
دستوں کو خوشی نہ ہو کیونکر چھپا ہے جناب کا دیوان
شعر ہر اک غضبِ نکملا ہے نوکِ خنجر کہین کہ اسکو نشان

منکرِ تاریخ کیونکہ ہم کو
لے ضیا ہم ہیں بندہ احسان
مادہ صاف سن ہجری میں
تاریخِ محوِ سخن - ہوا ہے عیان
۱۳۲۸ھ

ولہ

جمع دیوان ہمیشہ کیا
جہذا سے جلیل نام آور
ہاتفِ غیب کی ندا آئی
اب فصاحت کا چھپ گیا دفتر
۱۳۲۸ھ

ولہ

وہ چہ دیوانے مرتب ساختہ
شاعرِ جادو بیان شیریں سخن
از ہر اسے سالِ طبعش اسے ضیا
گفت ہاتف - طرہ تاریخ سخن
۱۳۲۸ھ

جنابِ زطاہر سخن صاحبِ تہلیک جنابِ زبنارسی

بطبع آمد آن نظم پاکیزہ بندش
کہ باشد از وریدِ بزمِ متانت
ہمیں سالِ طبعش رقم کرد طاہر
رہے دفترِ لا جواب فصاحت
۱۳۲۸ھ

ولہ

مطبوع ہوئے نظمِ جلیلِ ذیشان
مقبول نگاہِ نکتہ سخنانِ زمان
در سالِ سیح گفت طاہر تاریخ
تاریخِ سخنِ جلیلِ سرتاجِ جہان
۱۳۲۸ھ

ولہ

بخشا شرف جنابِ جن کے جو نام نے
کیا محترمِ جلیل کا اسمِ جمیل ہے
تاریخِ طبعِ خاتمہ طاہر نے کی رقم
تاریخِ سخن جو ہے وہ کلامِ جلیل ہے
۱۳۲۸ھ

جناب مولوی ظہیر الدین حسین خان صاحب ظہیر دہلوی

کلامِ فصیح و بلیغ جلیل شرابِ سخن ہے بجامِ ملک
یہ کہنا روا ہے بلا پاسِ رب کہ تاجِ سخن ہے کلامِ ملک

ولہ

جب ہوا مطبوع دیوانِ جلیل نامور ہو گیا حاصل عروجِ ادبِ معراجِ سخن
نکر سالِ طبعِ دیوان تھی مجھے بیدِ ظہیر کہدیا پیرِ خرد نے۔ جو ہر تاجِ سخن

ولہ

فروزان ہوا وہ مہِ لعلِ روز کہ روشن ہوا جس سے نامِ جلیل
شگفتہ ہوا وہ ریاضِ سخن معطر ہے جس سے مشامِ جلیل
پئے سالِ تاریخِ ازراہِ لطف مرے پاس پہنچا پیامِ جلیل
کہ لکھ سالِ تاریخِ فضلی ظہیر ہے تاجِ سخن گو کلامِ جلیل

جناب قاضی محمد ظہیر الدین صاحب ظہیر بلینہ بلینہ میر مینائی لکھنوی

زہے تاجِ سخن کز جلوہ اش عالمِ مٹو شد بھن دلدہری رشکِ بتانِ بہ پیکر شد
زاوارِ جلالِ صد ہزارانِ دیدہ شد روشن ز اعجازِ کمالِ صد ہزارانِ دلِ مٹو شد
پئے سالِ سچی فکر چون کرمِ ندا آمد جو مہِ مطبوعِ دیوانِ جلیل نیک اختر شد
ہم از بہرِ سنِ سہری ظہیر بنِ مصرعِ برفان جو گلشنِ دیوانِ نسیمِ جانِ معطر شد

ولہ

اے خوش رنگینی منکر جلیل، صفحہ صفحہ روکش گلشن شدہ
نور افشان است تاریخِ ظہیر شمعِ جانِ شاعری روشن شدہ

ولہ

شنا کیا ہو تاجِ سخن کی ظہیر یہ سارا ہے فیضِ جنابِ امیر
لکھو تم یہ تاریخِ ترتیب کی یہ دیوان ہے آپ اپنی نظیر

ولہ

دیکھنا کس شاعرِ شیدایان کا ہے کلام سب سے افضل سب سے بزرگ ہے علیٰ ہے کلام
ہے اسی کے واسطے موزون تاریخِ اے ظہیر صاف ہے کتنی زبانِ کنایہ اچھا ہے کلام

جنابِ منشی عابدین صاحب عالم بہ سوانحی تلمیذِ امیر مینائی لکھنؤئی

گنت چون مطبوع دیوانِ جلیل نغزگو طرفہ و اعجاز بہ و بایستہ تصنیفِ جلیل
سالِ طبع او طلبِ کردم ز فکرِ خوشتن گفت دل - مطبوع شد ثانیہ تصنیفِ جلیل

ولہ

دیوان کہ ہست تاجِ سخن نامِ ہمیش ترتیب او طبعِ سخن پروردِ جلیل
عابد گفت مصرعِ تاریخِ طبع او جلوہ طرازِ تاجِ سخن بر سرِ جلیل

ولہ

نکتہ پروردِ جلیل خوش گفتار گفت دیوانِ یہ نظیرِ بدل
از یہ سالِ طبع او برگیسر سحرِ حرف و کلام و شعر و نثر

ولہ

کُلفِ مطبوع شد چو تاجِ سخن سالِ طبعش بخوان بطورِ عجیب
کن مضمون عاشقانہ اُو دلِ آزادہ یز زجتِ حبیب

ولہ

جلیلِ نکتہ پر درگفت دیوان چہ دیوانے فروغِ صبح اُمید
بتاریخِ سروش از نمازِ فکر رُخِ شمع و غزلِ رازِ شب

ولہ

جلیلِ نکتہ پر درخواجہ تہشم بفتِ شعر مشہورِ جہان شد
وقارے از در شاہِ دکن یافت کہ وجہِ افتخارِ دوستان شد
زہے تاجِ سخن دیوانش دیدم کہ از مضمونِ نگینِ گلستان شد
نظرِ کردم بشعرِ آبدارش نخلِ نسیم و کوثرِ درخان شد
بحشم سال ازین السطور ش سرِ شعر و غزلِ جوے روان شد

ولہ

چہا جلیل کا دیوان یعنی تاجِ سخن دُعا ہے میری کہ مقبولِ حضرتِ حق ہو
ہوئی تلاش جو تاریخ کی تدول نے کہا سرِ جلیل سے تاجِ سخن کو رونق ہو

ولہ

چاپ شد مطبوعہ دل تاجِ سخن غیرتِ تصنیفِ آبادِ غنی
سرِ پے تاریخ بہا دند پیش حسرتی دیکھت و تماشای دو غنی

ولہ

خواجہ تاشم بگفت دیوانے ہست غمخوار عاشق و معشوق
حرفِ حرفش کند بہ بیا کی شرح اسرارِ عاشق و معشوق
ہست از گرمی سخن در دوسے گرم بازارِ عاشق و معشوق
سالِ طبعش عیان ازین صراع طرزِ گفتارِ عاشق و معشوق

جناب سید محمد انور الدین صاحب تہذیب و تصنیف

شکرِ حقائق را کہ شد تاجِ سخن بے مثال و بے نظیر بے عدیل
سالِ ہجری در زُہرِ ہسمینہ ہا تم گفتا۔ زبے نظمِ جلیل
ولہ

چو آریستہ گشت تاجِ سخن ز در ہائے مضمون زنگِ نوی
سرِ خود بہا دند پیش اے عتیق حوزین و حکیم و شریف و غنی
ولہ

دیکھ کر اس پر ضیا دیوان کو لوگ کہتے ہیں مہِ کامل ہے یہ
مصرعِ تاریخ تم مکھو عتیق موتیوں میں تو لون اس قابل ہے یہ
ولہ

یہ وہ ہے تاجِ سخن جس سے عتیق قدرِ اربابِ سخن دونی ہوئی
خیر سے جب یہ مرتب ہو گیا میسر دل کو فکرِ سن دونی ہوئی
نصلی ہجری کے وہ مصرع کہے حیرتِ اربابِ فن دونی ہوئی

جس نے پہ تاج سخن دکھا کہا
عزت بزم سخن دوتی ہوئی

ولہ

مجھ سے کی میسر دل نے فراموش
سال ترتیب ہو کوئی نایاب

عرف منقو ط میں لکھا میں نے
بارغ فکر جلیل ہے شاداب

ولہ

چپ کے شایع ہوا وہ دیوان آج
جس کا ہے صفحہ صفحہ رشکِ چمن

منکر تاریخ ہے عتیق اگر
لکھو۔ طالع سے آفتاب سخن

ولہ

صفت تاج سخن کی اس سے بڑھ کر کیا کیے کوئی
کہ مضمون ہے اگر بیلی تو بیلی کا محل ہے

عتیق اس کے سن ترتیب کی جب فکر کی میں نے
صد کانوں میں آئی۔ چراغ خانہ دل ہے

ولہ

الہدرا لہدیہ ہے وہ تاج سخن
جس کا عالم میں نہیں مثل و عدیل

کہہ زبر اور بیٹہ میں لے عتیق
سال ترتیب اسکا ہے۔ نظم جلیل

ولہ

مُصنّف نے مُرتّب کر کے دیوان
زمانے پر بڑا احسان کیا ہے

زبر اور بیٹہ میں ہے یہ تاریخ
کہ یہ دیوان جلیل القدر کا ہے

ولہ

ہے وہ تاج سخن کہ سب شہسرا
اسکو لے لیکے اپنے سر پہ دھریں

میں نے منقو ط میں کہی تاریخ
آفرین دوست۔ رشکِ غیر کریں

جناب عزیز یارِ جناب در زیرِ ناظمِ عطیات صرفِ خاصِ تمیزِ فیضِ ملکِ دہلی

چھپ چکا کہتے ہیں دیوانِ جلیل ہے شہرِ راجن در انجن
طبع کی تاریخ تم بھی لے عزیز صاف کہو۔ طرہ تاج سخن

جنابِ محمد ادری صاحبِ نریر لکھنوی

ناظرہ ریاضِ سخن حضرتِ جلیل
فہستہ اہل فن میں انھیں امتیاز ہے
زندہ ہے ان کے نام سے نامِ امیر بھی
اردو میں یہ بھی قابلِ قدر اکضافہ ہے
رنگِ اتر میں دیکھ کے نکلا ہے ربِ کلام
وہ شوخ ہے کلام وہ رنگین نظم ہے
پچیدہ یوں ہے سخن معانی کلام میں
تاریخِ سالِ طبع لکھی یہ عزیز نے
تخیلِ اہل فضل کلمات انتساب
اردو ہے ان کی ذات سے فہرستِ باریاب
ہیں نکتہ سنج نکتہ شناس اور نکتہ یاب
مطبوعِ طبع کیوں نہ ہو دیوانِ رتخاب
ہر شعر میں نہان دل عاشق کا اضطراب
معتوق جیسے ہو کوئی مست ہے شباب
جیسے کسی کی زلفِ شکن شکن میں تاب
جذبات کا مرقعِ رنگین لا جواب

جنابِ لامِ مصطفیٰ صاحبِ قی ساکنِ حیدر آباد دکن

نظمِ رنگین ہے لالہ زارِ ابد
چھپ گیا اب جلیل کا دیوان
سالِ عشقی ہے فصلی و ہجری
یسوی سال کہو۔ فیضِ عظیم
بے خزان ہے یہ نو بہارِ ابد
ہے جو دراصل یادِ گارِ ابد
نورسِ باغ - غمگسارِ ابد
نظمِ محمد دم سے بہارِ ابد

جناب محیض الدین صاحب ترمیز مصنف

جلیل نکتہ دان کا ہے دیوان کہ جن کا نام مشہورِ زمان ہے
لکھائیں نے یہ مختصر سالِ ترتیب یہی گلدستہِ بزمِ سخن ہے

ولہ

لومبارک چھپا وہ تاجِ سخن دلِ عالم ہے جس کا ہیجانہ
سالِ س کا اگر کوئی پوچھے کہہ دو مختصر جرائعِ پیمانہ

جناب میرزا محمد حسن صاحب تصنیف فائز بنارس

دیوانِ جلیل ہست منہاجِ سخن کز فکرِ بلند یافت معراجِ سخن
فائز پڑے طبعِ عیسوی سالِ بگو اورچ سر آرزو شد از تاجِ سخن

۶۱۹

ولہ

اے تعالیٰ اللہ این منظومہ معجز طراز در لطافت فی مثل روحِ دیوانِ سلسبیل
گر مصنف را پسری شہرہ آفاق ہست می بود ہمیشہ جلیل و باشد اوصافِ جلیل
جانشینِ آن مایہ کثورِ معنی کہ بود چرخِ مینائی عروجِ دودانشِ رادیل
طالعش یکہ رجہ افزو دشتاد نظام بسکہ بود اُستادِ نظم آن نکتہ شیخِ بے عدیل
کرد فائز منطبع بر لوحِ دلِ مصرعِ سال حرزِ جان شد آشکارا ز طبعِ دیوانِ جلیل

جناب مولوی سید میر حسن صاحب تصنیف کھنوی کیلی سیکورٹ جیکر آباد

سیکہ زنِ مکاشفہ عری ہین سلطانِ سخن جلیلِ ذی شان

شاگردِ مہیر لکھنوی کے استادِ شہ دکن سخندان
عابد زاہر خلیق - حافظ
خالق کا کلام دل میں محفوظ
کعبے میں دھرا ہوا ہے قرآن
ہیں منبعِ خلق و خیر و خوبی
ہیں مخزنِ لطف و حلم و احسان
نازبان اُن پر زبان اُردو
یہ شرکی روح نظم کی جان
حُسنِ معنی فداے مضمون
مضمون طرزِ ادا پہ قربان
اشعارِ جلیل جان اُردو
اُردو کی زبان پہ انکا احسان
دیوان ہے اسیم باہمی
تاجِ سخن اسکو نام شایان
پایا ہے جلیل سائنس
جو کشورِ نظم کا ہے سلطان
لکھنویہ فروغِ طبع کا سال
تاجِ سخن حسین ہے دیوان

جنابِ سعید عباس حسن صاحبِ المتخلص فصاحت لکھنوی غلامِ جنابِ ابان مہرجم

نامور ہیں جانشین اُن کے جلیل
جو میرِ استاد تھے فخرِ زمیں
پُر معانی یہ انھیں کا ہے کلام
جن سے ماہر ہیں استادانِ فن
ہے یہ گلزارِ مضامینِ جدید
جس غزل کو دیکھو ہے رشکِ چین
دائریہ حرفوں کے ہیں مثلِ صدق
اور اک ایک نقطہ ہے دُرِ عدن
اے فصاحت سالس دیوان کا
لکھنویہ واقعی تاجِ سخن

جنابِ مولوی ابوطیب محمد علی صاحبِ قاصد مولوی قابل

مشیع الرحیل فی اللہ
لَعَنَ الْفَضْلُ عَلَیْہِمْ اُولَئِکَ

بِحَمْدِ رِجَالِ شِعْرِ وَطَنِيٍّ
وَهُوَ مِنْ خَيْرِ طَبَقِهِمْ مَقْبُولٌ
فَلْيُفَضِّلْ رِجَالَهُ الْفَضِيلُ
أَتَمَّ النَّظْمِ لِلْحَيَاةِ الْجَلِيلِ

١٩ ف إلى

وله

طبع دیوان شدہ از نظم و آفاشان جلیل
کلام قاصد نبوت از یہ سال جری

اس زہے مرتبہ نظم و خہ شان جلیل
بے بہا تاج سخن آمدہ دیوان جلیل

جَنَابِ لَیْسَى سَيِّدِ الرَّسُولِ صَاحِبِ قَدَرِ جَاکِیْرِ اَزْمِیْنِ مُصَنِّفِ

جلیل یوسف مصر سخن نے
لکھو تم مصرعِ تاریخِ قدرت

لگایا خوب بازارِ مضامین
یہ ہے دھپِ کلرِ اِ مضامین

جناب مولیٰ حکیم عابد علی صاحب کتب خیر آبادی تلمیذ امیر نیانی لکھنؤی

قدر دانی شہ دکن نے جو کی
نظر ہر شاہ آصف سے
فلاک شاعری پہ چمکا ہے
رہے لبریز فیض ساقی سے
ہو بنائیں کی صبح و شام اودھ
بصدع سزا و اقتدار رہے
ہو مثال امیر شاہ سخن
ہوں ازل سے فدا ہے نام امیر

ہے مرے حال راز پر کوثر
کرم خاص و لطیف عام جلیل
طبع دیوان سے چار چاند لگے
خوب روشن ہوا ہے نام جلیل
خوب چھٹتا ہوا ہے طبع کا سال
نشر آرزو کا نام جلیل

ولہ

فضل ایزد سے چھپا تاج سخن
یعنی دیوان جلیل نکتہ دان
بند شین سب جیت ترکیبیں دست
شوخیان لفظوں میں تکیائی زبان
نظم پر وین ہے کہ الفاظ بلند
صرع روشن کہ خط کہکشان
دائریہ حرفوں کے مہن کرسی نشین
سے زمین شعر ہضم آسمان
ہے فصاحت اور بلاغت موجزن
آدمی مضمون کہ ہے دریا روان
کاغذ رنگین بہارِ باریخ خلد
نیل بوٹے مہن کہ گزارِ جنان
جدولوں پر سبزہ خط کا یقین
سطرون پر زلفِ مسلسل کا گمان
روشنائی سے نخلِ لیلیٰ کی زلف
ہے پیا عین صفحہ روئے مہ خان
ہے لبِ جودت سے سالِ عیسوی
تفصیل کچھ باطلم شیریں بیان

ولہ

نیر احمد طبع گر دیدہ
نظم رنگین افتخارِ دطن
ضو قشاق است مصرع کوثر
مہرِ دوا بر آسمانِ بنگلہ

ولہ

طبع شد صد شکر نظم و فریب
طبع زاد شاعر شیریں زبان
از سرِ ہوش است سالِ بکری
دکھن درنگین و خندان گنان

ولہ

طبع ہوا دیوان جلیل
یا نکلی ہے بن مٹن کے دھن
رنگ بیان پر حورِ فدا
طرزِ ادا پر صدقے دمن

چھتی لفظیں تیر و سنان تیر تیس چھری چتون
صفوں میں ہیں ان کے شعر یا گل میں لیلے پُرفن
کوثر نے تاریخ لکھی جان سلطان تاج سخن

ولہ

طبع شدہ دیوان جلیل یا کہ شگفتہ تازہ چمن
حسام کوثر کرد رسم جان دو عالم تاج سخن

ولہ

طبع گردید چون کلام جلیل از دلم دور گشت رنج دلال
چون بدریا سے فکر غوطہ زد در تاج سخن نوشتم سال

ولہ

شکر خدا کا طبع ہوا تازہ کلام خضر زمیں
کیا رنگین تاریخ ہوئی گلشن جنت تاج سخن

جناب سید نوارش علی صاحب ابن شاعر دہلوی

فکر لطیف الیٰ سظمۃ الشیخ الذی تھنّٰہُ بحجۃ فریغ
فما انک لم تغتہ تاریخہ کلام الجلیل کلام بلوغ

ولہ

چھپ گیا کیا خوب دیوان جلیل نامور ہند میں جبکی فصاحت کا ہے شہر جا بجا
لکھنے لکھی ہے کے طبع کی تاریخ یہ شاعر ماہر جلیل القدر کا دیوان چھپا

ولہ

طبع ہوا ہے کلام شاعر بے مثل کا ہندو کن میں ہے اب شہرہ نام جلیل
طبع کا اسے لمعہ سال میں نے لکھا حلال تاج سخن بے بہا ہے یہ کلام جلیل

ولہ

مطبوع ہوئی نظم جلیل ذی شان میں اسکی فصاحت کے قرائل زبان
تم بھی اسے لمعہ بہر تاریخ کہو فصیح ہے جلیل خوش بیان کا دیوان

جناب مولوی محمد متین الدین صاحب حبیبین مہلی شہری تلمیذ فیض الملک دانغ دہلوی

وجہ زمان جانشین اسیر جناب مکرم جلیل حسن
ہے کون آپ شاعر باکمال یہ بے شبہہ ہیں ماہر علم و فن
کھلائے ہیں کیا کیا مضامین کھول یہ دیوان ہے بے خزان اک چمن
جواہر کا طکر اڑا ہے ہر ایک لفظ تو ہر ایک نقطہ ہے درِ عدن
لکھو اسے متین اسکی تاریخ طبع طلسم دل آویز باغ سخن

جناب نذیر کاظم حسین صاحب حبیبین لکھنوی

با حسن طبع جلوہ تازہ گرفتہ است مجموعہ کلام سخن پنج بے عدیل
ہر مصرع اش بحسن مضامین نو فرید ہر شعرا و بخوبی تخیل بے مثل
در ہر غزل قسلس لطف بیان بین از شرم آب آب شود موجِ بلبل
محشر نوشت مصرع تاریخ بہر طبع جلوہ طراز تاج سخن بے سر جلیل

جناب شہنشاہ مسعود صاحب دلیان کلکٹری پٹیا بلڈھ برادر مصنف

یہ دیوان ہے اک شاہ خوش حال یہ دیوان ہے اک ماہ اوج کمال
کہی اس کی تاریخ مسعود نے یہ دیوان ہے کیا بہتر و بے مثال

جناب مزب محمد امروڑ صاحب نادان اورادہ فصیح المکات دہلی

چھپا مطبع میں دیوان جلیل اب بہار آئی پھلا پھولا چمن ہے
بلاغت نے نزلے گل کھلائے فصاحت شعر کی گویا پھبن ہے
زبان حال سے بندش کی چستی یہی کہتی ہے مجھ میں بانگین ہے
اسی سے ہے ہر اک صحت کی زینت گل گلزار و شمع انجمن ہے
سنائے پڑھ کے سال طبع نادان گل اقبال یہ تاج سخن ہے

ولہ

جلیل اب اپنا چھپواتے ہیں دیوان یہ شہرت لکھنؤ سے تا دکن ہے
یہ لکھدے مصرع تاریخ نادان عزیز ملک ہے تاج سخن ہے

جناب مولوی محمد عبد الغفور خان صاحب نامی تلمیذ فصیح المکات دہلی

شکر خدا چھپ گیا آج وہ تاج سخن جس میں جواہرین سب جن میں لاکل جلیل
ان کی غزل سننے سے وجد کرے آدمی حال بدلے جو نظم ہے وہی قال جلیل
شعرو سخن میں کہان ان کی نظیر آج کل ہندو دکن میں کہان آج مثال جلیل

عظمت و شان سخن کہتی تھی ہو گا عروج قرب نظام دکن ہے یہ آملِ جلیل
نامی وہ دیوان چھپا جسکی یہ تاریخ ہے فتنہ و فکرِ جلیل بحرِ حلالِ جلیل

جناب منشی نثار احمد صاحب نثار بزاز درازہ مصنف

چھپا دیوان ایسا عاشقانہ تصدق جس پہ ہو گنجینہ حسن
نثار اچھی کہی تاریخ تم نے یہ ہے تاج سخن آئینہ حسن

جناب منشی محمد علی صاحب بیہ امپوری تلمیذ مصنف

تھی سخن کو یہ فکر کہ تاریخ کے لئے بل جاے کوئی مصرعِ تابانِ جلیل کا
دیوان کو لیکے ایک یہ کہتا نکل گیا دل کی جگہ بغل میں ہو دیوانِ جلیل کا

جناب میر ظہیر علی صاحب المتخلص بہ تلمیذ مصنف

چھپا جب کلام لطیفِ جلیل ہوئے دیکھ کر شاد اہلِ زمین
کہی اسکی تاریخ میں نے یہ نور پسند بہان ہے یہ تاج سخن

جناب مولوی نبال احمد صاحب خلیفہ

گفتا میں تاج سخن با صدا دے دلبری تاریخِ طبعم کن رقم روشن چو ماہِ مشتری
ابنِ مصرعِ مشہور خسرو در دلِ من آمدہ بسیار خوبان دیدہ ام لیکن تو چیزِ دیگری

یاد شام معنی کی عجب جلوہ گری ہے جو نظم ہے وہ ناز و نزاکت سے بھری ہے
تاریخ ہو اسکی جو ہمال آپ کو درکار لکھ دیجئے دیوان نہیں شروع پری ہے
۱۳۱۹ ف ا ل ہ

جناب مولوی فصیح اللہ صاحب سیرناری

مژدہ بادے تیر مشتاق شد مطبوع خلق نظم خوش آواز نیک انجام دیوان جلیل
بے سرو ہم از پے سال سچی کن رقم در جهان تاج سخن شد نام دیوان جلیل
۱۰ ۱۹ ۶

ولہ

لے خوشا نظم فصاحت آگین از جلیل آبرو سے بزم انام
طبع دیوان شد و سالش تیر گفت تکمیل فلکے تبہ کلام
۲۸ ۱۳

جناب مولوی بخشی عبدالوہاب صاحب تلمیذ الملک دواع ہلوی

دیوان چھا جلیل کا اب تھا سارا زمانہ جس کا مشاق
یہ نظم کہیں ہے سحر و افسون یہ نظم کہیں ہے علم اشراق
استاد جلیل ایک ہی شخص اک تازہ خیال کہنہ مشاق
استاد نہ مانیں کیوں انھیں ہم علم و فن میں ہن غب ہی طاق
ہے پاک کلام ان کا بے عیب استاد کا ٹھیکانہ اطلاق
تخلیق مضامین ان کا حصہ اسد جلیل بھی ہن خلاق
تاریخ لکھو تم اس کی وارث ہے تاج سخن ادیب آفاق
۲۸ ۱۳

جناب محمد اود علیخان صاحب واقف تلمیذ مصنف

اُستاد سخن برنگِ خاقانی گفت ہر شعر چو روئے ماہِ کنعانی گفت
شد تاج سخن چو طبع واقفِ ہاتھ سالش سخن ادبِ لاتانی گفت
ولہ

ایک عالم ہے آج متدالا، اُف رے کیفیتِ شرابِ سخن
کیا چکتی ہوئی ہے یہ تاریخ ابھی نکلا ہے آفتابِ سخن
ولہ

یہ تاجِ سخن ہے کہ جانِ سخن بلندی میں ہے آسمانِ سخن
لکھواسکی تاریخِ واقف یہ تم یہی ہے گلِ بوستانِ سخن
ولہ

منشی و صاحبِ دین صاحبِ جہان جھنجھالی نوی شیراز سخن تلمیذِ فیضِ ملکات و لغوی

جلیل شاہِ سخن ہو گئے مبارک ہو عجیب ٹھاٹھ سے سرورِ بجا ہے تاجِ سخن
بڑے ہی امین بے شک بڑی ہی قیمت ہے کچھ اسکا مول نہیں بے بہا ہے تاجِ سخن
جواہرات بھی ہیں ماند سامنے اسکے خدا گواہ عجب پر ضیا ہے تاجِ سخن
جو دیکھتا ہے وہ خوش ہوئے دل سے کہتا، سرِ جلیل پہ اچھا پھا ہے تاجِ سخن
وہ سرِ جلیل ہے جسکے لئے بنا ہے یہ یہی سبب ہے کہ اتنا بڑا ہے تاجِ سخن
بہت دنوں سے بہت لوگ اسکے خوابان تھے بڑی ہی آرزوؤں سے چھا ہے تاجِ سخن
ملا ہے تاجِ اور ایسا اسے جلیلِ القدر جو فخرِ دنازہ کرے سب بجا ہے تاجِ سخن

جلیل کشور اشعار کے جو سلطان ہیں تو نام آپ کے دیوان کا ہے تاجِ سخن
سنار ہے وجاہتِ مصرعِ تاریخ جلیل آپ کو اب سچ گیا ہے تاجِ سخن

جناب منشی عبدالوحید صاحب حیدر آباد مضاف

چھپا وہ سخن دلکش و آبدار کہ ہے نقطہ نقطہ در شاہوار
وحید اسکی تاریخ میں نے کہی یہ اچھا ہے دیوانِ باغ و بہار

جناب میجر عسکری صاحب ویم راجپا باض ملہ امیر میانی لکھنؤ

شکر خدا جلیل کا دیوان چھپ گیا جس کا ہے لفظ لفظ ہمارے لئے دلیل
ہر نقطہ ایک بوند شرابِ طہور کی ہر سطر موجِ چشمہ تسنیم و سبیل
دیوان کیا ہے معجزہ ہے اسکی فکر کا جو کعبہ سخن کا ہے اسے دوستو جلیل
وہ نائبِ امیر وہ سرتاجِ شاعران شاہِ دکن نے جسکو دیا ترسہ جلیل
تاریخِ طبعِ تاجِ سخن کی جو فکر ہے کہہ دو ویم - تاجِ سخن لائقِ جلیل

جناب محب علی خان صاحب وفاقا خلیفہ بنی قریبہ دہلی مضاف

کلامِ استادِ من چو شد طبع برابر اب معنی گشت محبوب
وفا چون فکرِ کردم از پے سال بگفتا ہاتھم - دیوانِ مرغوب

ولہ

دید ہائے ماچہ روشن شد ز دیدارش وفا طبع چون تازہ کلام خوشتر و زیبا شد

شد سر اعدا قلم نوشتم این تاریخ طبع جزا مطبوع دیوان جلیل مابرشد

شمس الما خان بهادر جناب اب سبزی زخا بهادر و اموات صف الفنا

تمنیه فیض الملک تاریخ دہلی

بشری لا ادا البشی اقل الطبع هذه الکلام المعنی ممدون

ما الحسن الذی فی شایه نطقا لوری عند البیان لیکن

اشعار شمس الما خان الجواہر فیها المعانی المنجی من محزون

قال لولا تاریخ بکاهه نظم بکایح الجلیل حسن

وله

قد استبان الجلیل الجلیل الی اللہ ہذا الکلام البشی بنو شمس

هذا الجلیل الکلام لاهل اللسان شئی بدیع اھل العین

مما انشأ الکلام العلی المثل فی القصیر البلیغ الجلی فی المثل

حیث فی الی لولا تاریخ بکاهه ان نظم الجلیل حسن

وله

نظم جلیل چاپ شد از لطیف کردگار این مزودہ ہجو ریح روانے متن رسید

از حسن سعی اختر و من خجسته نخت انجام کار طبع بوجہ حسن رسید

آن داستان بلبل و گل باز تازہ تا کہمتش بدست صبا در چمن رسید

از پائے تخت اصف نام آور دکن
تکر خدا هر انچه دلم خواست کيک
باليدم و بجا نه گنجيد از سر
ککاب ولا نوش بتا ريخ اطلبع

مضمون دست نكرت اهل سخن رسيد
در قطه خوش از كرم ذو المن رسيد
چون اين خبر بگوين خبر حجب رسيد
جان سخن بقلب طبع دكن رسيد

2

جس روز چھپا ہوا و مطہور جہان
دیوانِ مخدومِ جلیلِ ذیشان

کیا خوب کہی و لائے اسکی تاریخ
سلطانِ قلم و سخن کا دیوان

جناب سید محمد ادریس صاحب دیوبند محلی شہری تلمیذ مصنف

سیکھ رائج ہے ان کا ہر کلام
 دیکھ کر ان کے کلامِ نغز کو
 چٹ بندش اُنکے ہر مضمون کی
 جسکی مدت سے متناسب کو تھی
 فکر ہے تاریخ کی ہادی اگر
 کیون نہوں مقبول عالم میں جلیل
 چشمِ براندیش ہوتی ہے علیل
 لیس کے چٹکی ڈالتی ہر دل میں نیل
 چھپ گیا اب وہ کلام بے عدیل
 کہہ۔ لسانِ الغیب دیوانِ جلیل



قطعا تارخ طبع سوم دیوان ہوا

جناب مولوی ایچ اے صاحب صاحب قادر علی ورنیکہ بادی تلمیذ مصنف

تاج سخن کے پھول کھلے پھر نہ راکھ آئی بہار پھر تر و تازہ چمن ہوا
آحمد تھیں جو فکر ہو تارخ طبع کی لکھد کہ - داہ قند مگر سخن ہوا

جناب مولوی محمد ظفر حسین صاحب صاحب مظفر سیلانی انشاؤں کا ادیب

مایہ ناز ہن جناب جلیں قابلیت ہے جن کی مانی ہوئی
جائیں میسر مینائی ختم جنیرے خوش بیانی ہوئی
آپ موتے نہ کیوں جلیل القدر جبکہ آصف کی مہربانی ہوئی
شاہ عثمان کی سرفرازی سے بزم منی میں کامرانی ہوئی
لطف شہ سے ہے فصاحت جنگ خوب موزون یہ قدر دانی ہوئی
ہے نہایت فصیح ان کا کلام جکی ہر سمت مدح خوانی ہوئی
ہے میناے مصطفیٰ دمسیر آپ نے پی ہے خوب چھانی ہوئی
ایسی دلکش ہن آپ کی غزلین ہر جگہ جنکی نغمہ خوانی ہوئی
ایسی کھینچی ہے حسن کی تصویر فخر بہاد در شاہ مانی ہوئی
بزم اردو میں چھا گئی رونق جب کبھی ان کی دُر شانی ہوئی
نام استاد کر دیا روشن عتبر شہر جادوانی ہوئی

تب مدون ہوا ہے تاج سخن جب شب در زجا نقشی ہوئی
 چھپ کے دیوان جب ہوا شائع ہر طرف مسکی مدح خدائی ہوئی
 جلد کوئی نہ اُسکی باقی رہی ملک میں ایسی قدر دانی ہوئی
 قدر دانوں نے جب کیا اصرار خاطر اُس کی طبع ثانی ہوئی
 ثانیاً طبع کیا ہوا دیوان شعرا و د کی زندگانی ہوئی
 ہے مظفر جو فکر سال لکھو اچھی دلخواہ طبع ثانی ہوئی

ولہ

چھپایا دیوان دلکش نفیس کہ گلاب رنگین کا پھولا چمن
 مظفر جو ہے فکر تاریخ لکھو دوبارہ چھپا آج تاج سخن

۱۳۳۴ھ

جناب مولیٰ محمد یوسف نقشبند شکر پوری تلمیذ مصنف

حضرت استاد کا دیوان ہے وہ تاج سخن جو زمانے میں ہوا مقبول چھپ جانے کے بعد
 طبع ثالث کی کہی تاریخ میں نے اے نفیس دوسرا دیوان یہ دیکھا صنحہ خانے کے بعد

۱۳۳۴ھ

صنحہ خانہ عیش حضرت امیر مثنائی لکھنوی کا دیوان ہے اسی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ۱۲



صحی نامیہ تاج سخن

نیشاں صفحہ	سطر	برص	غلط	صحیح	کیفیت
۱	۲	۵	۱	جوڑنا پڑے	جوڑنے پڑے
۲	۱۱	۱۸	۱	پھول سے ہونٹھ	پھول سے ہونٹ
۳	۱۸	۲	۲	تجھے مرے آنسوؤں کا	تجھے مرے آنسوؤں کا
۴	۱۸	۲	۲	تجھے پسینا	تجھے پسینا
۵	۲۵	۱۰	۲	سیشہ	سیشہ
۶	۳۰	۱۱	۲	پیالا پلا گیا	پیالہ پلا گیا
۷	۳۲	۷	۱	آنے کر ہی	آنے ہی کو
۸	۳۵	۱۱	۲	نگاہ بے	نگاہ نے
۹	۴۳	۱۲	۲	ابھین جو	ابھین تو
۱۰	۶۷	۱۵	۲	سوکھے کھاٹ	سوکھے کھاٹ
۱۱	۷۲	۱۵	۲	قاتل	قاتل
۱۲	۷۳	۱۹	۱	خون قی	خونِ ناحق
۱۳	۸۱	۷	۲	دستِ نگر	دستِ نگر
۱۴	۸۷	۱۲	۱	خستہ دراز	خستہ دراز
۱۵	۸۳	۱۲	۲	سلسلہ زلف	سلسلہ زلف
۱۶	۸۷	۱۱	۲	بھول مین	بھول مین
۱۷	۹۲	۱۹	۱	نگہ کے	نگہ کے
۱۸	۹۶	۳	۱	جنت مین	جنت کو
۱۹	۹۶	۱۱	۱	کیا یاد	کیا یاد

ہونٹھ کو ہر جگہ ہونٹ لکھنا چاہیے

بعض جگہں غلط پر یہ لکھنا چاہیے

نمبر شمار	صفحہ	سطر	تصحیح	غلط	صحیح	کیفیت
۲۰	۹۶	۱۷	۲	ان کو	اُن کو	
۲۱	۱۰۳	۳	۱	دنيا کہ	دنيا لہ	
۲۲	۱۰۶	۱۶	۲	تیوری چڑھتی ہے	تیوری چڑھتی ہی	
۲۳	۱۰۸	۹	۱	دیکھ چہرے پہ	دیکھے چہرے پہ	
۲۴	۱۰۹	۹	۱	پھول چٹنا	پھول چٹنا	
۲۵	۱۲۳	۱۰	۲	شع کہ	شع کہ	
۲۶	۱۳۱	۵	۲	رکھو لون	رکھو لون	
۲۷	۱۳۵	۶	۲	ترے اللہ والے	ترے اللہ والے	
۲۸	۱۴۶	۱۰	۲	بھولنے والوں کو	بھولنے والے کو	
۲۹	۱۵۱	۱۱	۱	ہمارے آنے پر	ہمارے آنے پہ	
۳۰	۱۵۶	۱۹	۱	نئے انداز سے	نئے انداز کی	
۳۱	۱۶۰	۳	۱	خدا لہ	خدا کو	
۳۲	۱۶۲	۱۸	۲	پرودہ میں	پرودے میں	
۳۳	۱۶۵	۱۳	۱	مانے ہوئے	مانے ہوئے	
۳۴	۱۶۸	۱۶	۱	کاکہ	کاکہ	
۳۵	۱۷۱	۱۰	۱	ایسی نکھین	ایسی نکھین	
۳۶	۱۷۳	۳	۲	بار صبا	بار صبا	
۳۷	۱۷۴	۱۸	۱	بلا لینگے	بلا لینگے	
۳۸	۲۳۰	۱۹	۱	چلو دو قدم	چلو دو قدم	
۳۹	۲۶۶	۸	۲	ع	جو	

ہر کو ہر جگہ بلا ہمزہ نکھینا

CALL No. ۸۹۱۳۳۱ ACC. NO. ۲۳۵۲
 AUTHOR جلیل الزبیر نقوی
 TITLE تاج سخی

۸۹۱۳۳۱
 ۲۳۵۲
 جلیل الزبیر نقوی
 تاج سخی

Date	No.	Date	No.

THE BOOK WAS



MAULANA AZAD LIBRARY ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY

RULES:—

1. The book must be returned on the date stamped above.
2. A fine of Re. 1-00 per volume per day shall be charged for text-books and 10 Paise per volume per day for general books kept over-due.